تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا

DATA ENTERED

مقدمۃ القرآن

(معلومات قرآن حکیم پر ایک بیش قیمت کتاب)

مُرتّبہ

سَیفُ الحق حضرت مولانا حافظ سیّد عزیز حسن نقائی نقشبندی

سَجّادہ نشین

خواجہ باقی باللہؒ دہلی

ملنے کا پتہ

البدر اکیڈمی۔ سرکلر روڈ لاہور

Marfat.com

DATA ENTERED

۲۹۷٫۱۵
ق ۵ ح
۲۰۴۹۲

بارِ اوّل ——— نومبر ۱۹۷۵ء

ناشر ——— بدرالدّین

طبع ——— فالکن پریس لاہور

قیمت ——— ۱۶-روپے

Marfat.com

DATA ENTERED

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

پیش کش

میں اپنی اس کتاب "مقدمۃ القرآن" کو جو فہم قرآن حکیم کے لئے اُردو زبان میں بے مثل اضافہ ہے ماہر علوم قرآنی حضرت علامہ شاہ عبدالسلام صاحب نیازی چشتی دہلوی کی خدمت میں نہایت ادب سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ حضرت شاہ عبدالسلام صاحب قبلہ کا درجہ علم اور تصوف میں کیا ہے؟ اور وُہ جن کیفیات سے گذر چکے ہیں۔ ان کی نوعیت اور حقیقت کیا ہے؟ یہ جنیدِ وقت، شبلیِ عصر، غزالیِ دوراں، علم و عمل کا آفتاب، گوشۂ تنہائی میں اپنی زندگی کے اوقات قلندرانہ شان سے گذارنے والا کس پایہ کا انسان ہے؟ جو سیرت میں قدیم مشایخ کا نمونہ ہے۔ اور قدیم و جدید علوم پر پوری طرح حاوی ہے۔ ان کے توکل، خودداری، شانِ استغناء، روشن ضمیری، صفائیِ قلب، تبحر علمی، سیرت کی مستی، کردار کی بلندی ——— کا تعارف کرانے کے لئے

سفینہ چاہیئے بحرِ بیکراں کے لئے

Marfat.com

اگر حضرت نے اجازت دی تو ان کے مقدس حالاتِ زندگی
پیشوا میں لکھنے کی عزت حاصل کروں گا۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق ع
گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

سیہ کار:۔ سیّد عزیز حسن بقائی نقشبندی

اَولاد و سجّادہ نشین
روضہ شریف، سالارِ نقشبندیاں، لسان اللہ فانی فی اللہ، حضرت
خواجہ رضی الدّین احمد کابلی عرف حضور سرکار خواجہ باقی باللہ ولی اللہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ۔

۲۵ جمادی الثانی ۱۳۷۳ھ
بمطابق ۲ مارچ ۱۹۵۳ء

Marfat.com

فہرست ابواب

باب اوّل	کلام الٰہی	صفحہ ۷
باب دوم	حقائق قرآن حکیم	۶۱
باب سوم	قرآنی احکام و مسائل	۱۳۱
باب چہارم	قصص قرآنی	۱۹۳
باب پنجم	خصائص و فضائل قرآن حکیم	۲۵۵
باب ششم	قرآنی تاریخ	۳۱۳
باب ہفتم	اماکن قرآنی کی تاریخ	۳۵۷
باب ہشتم	مختصر تاریخ اشاعت قرآن	۳۷۱
باب نہم	تلاوت قرآن حکیم	۳۹۳

Marfat.com

Marfat.com

باب اوّل

کلام الٰہی

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	قرآن مجید کلام الٰہی ہے۔	۹
۲	ایک واجب الوجود ہستی کا وجود ضروری ہے۔	۹
۳	مادہ پرست اشخاص کے عقیدہ کی تشریح۔	۱۱
۴	خدا کے سوا کوئی چیز قدیم و ازلی نہیں۔	۱۲
۵	واجب الوجود کے احکام۔	۲۴
۶	مذہب ضروری چیز ہے۔	۲۵
۷	مذہب اسلام کی حقیقت۔	۲۷
۸	دُنیا کا آخری نبی اور دین الٰہی کی تکمیل۔	۳۵
۹	ختم نبوت۔	۳۵
۱۰	دُنیا کا آخری الہام یا وحی۔	۳۹
۱۱	قرآنی پیشین گوئیاں۔	۵۸

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

پہلا باب

قرآن مجید کلام الٰہی ہے

قرآن مجید کی حقیقت سمجھنے کے لئے ایک مذہبی انسان کو مختلف مراحل سے گذرنا پڑے گا۔ بحث طویل ہے۔ اور اس کتاب کے صفحات محدود ہیں اس لئے انتہائی اختصار کے ساتھ ہم اس بحث کے تمام متعلقات کو بیان کرتے ہیں۔

ایک واجب الوجود ہستی کا وجود ضروری ہے

دُنیا میں ابتدائے آفرینش سے دو قسم کے انسان رہے ہیں۔

ایک تو وُہ جن کا پُختہ عقیدہ یہ رہا ہے کہ کائنات کی تمام چیزوں کو ایک واجب الوجود ہستی یعنی خدا نے پیدا کیا ہے جو تمام صفاتِ وکمال کی جامع ہے۔ ہمیشہ سے موجود ہے اور ہمیشہ موجود رہے گی۔ نہ تو کسی نے اس کو پیدا کیا ہے اور نہ کبھی وُہ فنا ہوگی۔ نہ وہ کسی کی محتاج ہے اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔ اِس عقیدے کے انسانوں کو مذہبی انسان کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

دوسرا فرقہ انسانوں کا وہ ہے جو خدا کو نہیں مانتا اور خدا کے وجود کو ان وہمی وخیالی اشیاء میں داخل سمجھتا ہے جن کو انسانی تخیّل نے ابتدائے فطرت میں قوانین طبیعہ سے مرعوب ہو کر اختراع کر لیا ہے اور پھر یہ اختراع ان کے خیال میں انسانوں کے دماغوں پر اس قدر مستولی ہو گئی ہے کہ انہوں نے کائنات کے تمام امور اور اپنے تمام اعمال وافعال بلکہ حرکات وسکنات تک کو اُسی وہمی شے کے ہاتھ میں دے دیا ہے۔

ان دونوں فرقوں یعنی خدا پرست اور منکرین خدا انسانوں میں ہمیشہ سے نزاع چلی آتی ہے اور ہمیشہ ایک، دوسرے کے دلائل کا رد کرتا رہا ہے یہاں تک کہ مذہبی جماعت نے اپنے قومی دلائل سے لامذہب یا منکرین خدا افراد کے دلائل کو نہ صرف کمزور بلکہ اس قدر مجروح اور بیکار کر دیا ہے۔ کہ اب وُہ سر اُٹھانے کے قابل نہیں رہے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے۔ کہ مذہبی دُنیا ترقی کے اعلیٰ مدارج پر پہنچ گئی ہے۔ اور منکرین خدا کا وجود محدُود تعداد میں رہ گیا ہے۔

ضروری نہ تھا کہ ہم منکرین خدا یا مادہ پرست افراد کے خیالات۔ معتقدات اور دلائل پر تبصرہ کریں۔ لیکن قرآن مجید کی حقیقت کو سمجھانے کے لئے اس موقعہ پر یہ مناسب سمجھا گیا ہے کہ واجب الوجود ہستی کے وجود کو ثابت کرنے کے سلسلہ میں اس عقیدہ کی بھی مختصر الفاظ میں تردید کر دی جائے۔ تاکہ اس بحث کو پڑھنے کے بعد ہر شخص آسانی کے ساتھ یہ فیصلہ کر سکے کہ کائنات کو وجود میں لانا اور پھر نظام کائنات کو برقرار رکھنا صرف اسی واجب الوجود

Marfat.com

ہستی ہی کا کام ہے کسی دوسری طاقت کا نہیں۔ جو ایک اور صرف ایک ہے۔

مادہ پرست اشخاص کے عقیدہ کی تشریح

مادہ پرست اشخاص میں دو قسم کے لوگ ہیں۔

ایک تو وہ جن کا خیال یہ ہے کہ مادہ قدیم ہے یعنی وہ اجزاء یا عناصر یا اشیاء جن سے دُنیا بنی ہے ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ مادہ یعنی وُہ ذرّات یا اجزائے دقیقۂ بسیط جن سے دنیا بنی ہے مختلف قسم کے ذرّات ہیں جو ہمیشہ فضا میں حرکت کرتے رہتے ہیں۔ اور جب کبھی وہ آپس میں ٹکراتے ہیں یعنی ذرّات کے بعض اجزائے بعض دوسرے اجزاء سے مِل جاتے ہیں تو ان کے اتصال سے ایک جسم بن جاتا ہے اور اسی قسم کے متواتر تصادمات سے دُنیا وجود پذیر ہوئی ہے۔ یہ خیال قدیم حکماء کا ہے۔

جدید حکماء نے اس خیال میں تھوڑی سی اصلاح یا جدّت یہ کی ہے۔ کہ مادہ اجزائے دقیق و بسیط یا ذرّات کو قرار نہیں دیا بلکہ مادہ ان بخارات یا بھاپ کو مانا ہے جو قدیم و ازلی اور غیر مخلوق ہیں۔ قائم بالذّات ہیں اور فضا میں گشت لگاتے رہتے ہیں اور جب کبھی آپس میں ٹکراتے ہیں۔ تو ان کے اتصال سے اجسام وجود پذیر ہو جاتے ہیں۔

مادہ پرستوں کا دُوسرا فرقہ وہ ہے جو مادہ کو قدیم و ازلی تو مانتا ہے لیکن اس کو بے حِس و حرکت یا بے شعور چیز قرار دیتا ہے یعنی اس بات کا قائل ہے کہ مادہ خود بخود کچھ نہیں کر سکتا۔ البتہ اثر قبول کرتا ہے اور خدا نے اس کو ترکیب و

Marfat.com

ترتیب دے کر دُنیا کو پیدا کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خدا اور مادہ دونوں قدیم ہیں لیکن ان میں سے ایک یعنے خدا مؤثر یا علّت ہے اور دوسرا یعنی مادہ متاثر اور معلول ہے۔

خدا کے سوا کوئی چیز قدیم و ازلی نہیں

اُوپر مادہ پرست اشخاص کے عقائد کی تشریح کر دی گئی ہے جن میں سے بعض مادہ ہی کو کائنات کے وجود کا سبب قرار دیتے ہیں اور بعض خدا اور مادہ کو قدیم مان کر خدا کو علّت اور مادہ کو معلول قرار دیتے ہیں۔ اب ہم مختصر الفاظ میں یہ بتاتے ہیں کہ مادہ پرست اشخاص کے یہ خیالات کسی طرح معقول و درست نہیں ہیں، اور مادہ ہرگز قدیم و ازلی نہیں ہے۔ صرف اس واجب الوجود ہستی کا وجود ہی قدیم و ازلی ہے جو تمام صفاتِ کمال کی جامع اور کائنات کی واحد خالق ہے۔

۱۔ مادہ پرست کہتے ہیں کہ مادہ یعنی ذرّات یا بخارات عرصۂ دراز تک ایک حالت میں پڑے رہے اور پھر اُنہوں نے متصادم ہو کر مختلف شکلیں اختیار کیں۔ ہم پُوچھتے ہیں کہ جب مادّہ کے اجزاء ذرّات یا بخارات میں اتنی کثافت موجود تھی کہ ان سے زمین تیار ہو سکتی تھی یا اتنی لطافت تھی کہ ان سے ہوا وجود پذیر ہو سکتی تھی یا اتنی مائیت تھی کہ ان سے پانی بن سکتا تھا یا اتنی حرارت تھی کہ ان سے آگ پیدا ہو سکتی تھی۔ تو وہ پھر مدّت دراز تک بیکار کیوں پڑے رہے اور باہم متصادم ہو کر اجسام کو پیدا کیوں نہیں کیا؟ واقعہ یہ ہے کہ یہ ذرّات یا بخارات خود کوئی چیز نہ تھے۔ اور نہ ازل میں ان کا وجود تھا۔ خدا نے جب دُنیا کو پیدا کرنا چاہا ان ذرّات یا بخارات کو پیدا کیا، ان سے عناصر

Marfat.com

بنائے اور پھر دنیا کو شرفِ وجود عطا کیا۔

اس میں جس قدر چیزیں پائی جاتی ہیں وہ یا تو اجسام ہیں یا ارواح ہیں۔ ان کے سوا تیسری اور کوئی چیز نہیں ہے پھر اجسام کی دو قسمیں ہیں۔ ایک بسیط یعنی وُہ اجسام جو کسی چیز سے مرکّب نہ ہوں مثلاً آب و خاک وغیرہ اور دوسرے مُرکّب یعنی وہ اجسام جو کئی بسیط اجسام سے مُرکّب ہوں موالیدِ ثلاثہ یعنی نباتات جمادات اور حیوانات مُرکّبات میں داخل ہیں۔ اور چونکہ یہ بذاتِ خود قائم ہیں، اس لئے جواہر ہیں اور جو چیزیں ان موالید ثلاثہ بالذّات کے تابع ہیں وہ تمام کی تمام اعراض یعنی غیر قائم بالذّات ہیں۔ مثلاً رنگ اور حروف کے اجسام قائم بالذّات کپڑے اور کاغذ کے وسیلہ سے وجود پذیر ہوتے ہیں یا حرکت و سکون کہ ذی رُوح جسم سے وابستہ ہیں۔ مذکورۂ بالا تشریح سے یہ ثابت ہُوا کہ دنیا میں جس قدر چیزیں پائی جاتی ہیں۔ وُہ دو قسم کی ہیں۔ ایک جواہر یعنی اشیاء قائم بالذّات اور دوسری اعراض یعنی اشیاء غیر قائم بالذّات۔

حکماء نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ کوئی قائم بالذّات چیز یعنی جوہر عرض سے خالی نہیں ہوتا اور یہ مسئلہ بھی مسلّمہ ہے کہ اعراض حادث ہوتے ہیں۔ یعنی ان کا وجود قدیم نہیں ہے حادث ہے۔ مثلاً اعراضِ حرکت و سکون جن کا تعلق اجسام ذی روح سے ہے کہ وُہ نہ تو ایک ساتھ جمع ہو سکتے ہیں۔ اور نہ کسی جسم سے بیک وقت جُدا ہو سکتے ہیں یعنی ذی روح جسم یا تو متحرک ہوگا، یا ساکن۔ یہ امر محال اور ناممکن ہے کہ متحرک بھی نہ ہو اور ساکن بھی نہ ہو اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ ایک ہی وقت میں متحرک بھی ہو اور ساکن بھی ہو اس لئے

Marfat.com

کہ حرکت سکون کے خلاف ہے اور سکون حرکت کے خلاف اور دو مخالف چیزوں کا ایک جگہ جمع ہونا محال ہے۔ اس سے یہ ثابت ہُوا کہ جسم متحرک ہوگا تو ساکن نہ ہوگا اور ساکن ہوگا تو متحرک نہ ہوگا متحرک کے بعد سکون ہوگا یا سکون کے بعد متحرک ہوگا تو یعنی ایک عرض کے معدوم ہونے پر دوسرا عرض پیدا ہوگا کوئی مقدم ہوگا اور کوئی مؤخر اور یہ سلسلہ برابر جاری رہے گا یعنی کبھی جسم متحرک ہوگا اور کبھی ساکن ہر حرکت، کے بعد سکون اور ہر سکون کے بعد حرکت۔

اس تشریح کے بعد حکمت کے اس مسلّمہ قاعدہ پر نظر ڈالو کہ" ہر معدوم ہونے والی چیز حادث ہے۔ اور اعراض معدوم ہوتے ہیں اس لئے اعراض حادث ہیں"۔ پھر اس قاعدہ پر نظر ڈالو کہ" اعراض حادث ہیں۔ جواہر اعراض سے خالی نہیں ہوتے اس لئے جواہر بھی حادث ہیں"۔ اس کے بعد یہ دیکھو کہ" جواہر حادث ہیں۔ تمام اجسام و ارواح جواہر ہیں اس لئے تمام اجسام و ارواح حادث ہیں۔ پھر آخری قاعدہ یہ دیکھو کہ قدیم کا معدوم ہونا محال ہے۔ حادث چیزیں معدوم ہوتی ہیں۔ اس لئے اجسام و ارواح حادث ہیں"۔ اس تمام بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ" اجسام و ارواح قدیم نہیں ہیں۔ صرف ذات باری جو جواہر و اعراض کو پیدا کرتی ہے قدیم اور ازلی ہے۔

۳۔ مادہ پرست اشخاص کا خیال ہے کہ" مادہ جس سے دُنیا بنی ہے ضائع اور معدوم نہیں ہوتا"۔ جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ" مادہ کے اندر جس قدر قوت اس وقت پائی جاتی ہے وُہ قوت ہر حال میں اس کے اندر باقی رہتی ہے کبھی فنا نہیں ہوتی اگر یہ قوت فنا ہو جائے تو پھر دُنیا میں کسی علم و عمل کا اعتبار باقی نہ رہے مادہ البتہ صورت بدل لیتا ہے وزن نہیں بدلتا۔ اور اس کے اجزا میں کمی بیشی نہیں

Marfat.com

ہوتی پھر اس تشریح سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ "جو مادہ اس وقت موجود ہے نہ تو اس کی قوت میں کمی ہوتی ہے اور نہ کوئی قوت اس کو فنا کر سکتی ہے یعنی وہ ہمیشہ رہے گا تو ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ سے موجود بھی ہو اور کسی قوت نے اس کو پیدا نہ کیا ہو"

قدامتِ عالم یا قدامت مادہ کے اس دعوے کو تسلیم کرنے سے ہم کو چند باتیں اور تسلیم کرنی پڑیں گی یعنی یہ کہ

۱:۔ انسان کی قوت سے بالاتر کوئی اور قوت دُنیا میں موجود نہیں ہے۔

۲:۔ انسان کا علم یقینی اور قابلِ وثوق ہے۔

۳:۔ مادہ کی اصلی ہیئت اور ترکیب ہم کو معلوم ہے۔

ان باتوں کو قدامت مادہ کے دعوے میں ہم کو اس لئے تسلیم کرنے کی ضرورت ہے کہ اگر انسانی قوت سے بڑھ کر کوئی اور قوت موجود ہو گی تو ہم مادہ کے فنا پذیر ہونے کا قطعی حکم نہیں لگا سکتے۔ جب تک کہ اس اعلیٰ قوت کو حاصل کر کے ہم اس کا تجربہ نہ کر لیں یا ہمارا یہ کہنا کہ مادہ کے ذرات نہ گھٹتے ہیں اور نہ بڑھتے ہیں۔ صرف انسانی طاقت کے تجربہ پر موقوف ہے۔ یعنی ہم نے یہ بات صرف اس طاقت کا تجربہ کرنے سے تسلیم کی ہے جو ہمارے اندر پائی جاتی ہے اور پھر جب یہ مان لیا گیا ہے کہ ہماری قوت سے بڑھ کر اور کوئی قوت موجود نہیں ہے اور ہمارا علم مادہ کے مقابلہ میں قطعی اور یقینی ہے تو یہ بھی ماننا پڑے گا۔ کہ ہمارا علم درجہ کمال کو پہنچ گیا ہے اور ہم مادہ کی اصلیت سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ مادہ کے ضائع یا معدوم ہونے کے کیا معنی ہیں۔

قدامت مادہ کے دعوے کے ساتھ ہم نے جن باتوں کو تسلیم کیا ہے۔ اور

Marfat.com

جن کے تسلیم کئے بغیر مادہ کی قدامت ثابت نہیں ہوتی ہے۔ ان کی نسبت اب ہم تشریح کے ساتھ یہ بتاتے ہیں کہ یہ تینوں باتیں قابلِ تسلیم نہیں ہیں۔

پہلی بات یعنی اس بات کو تسلیم کرنا کہ انسان کی قوت سے بالاتر کوئی قوت دُنیا میں موجود نہیں ہے اس لئے قابل تسلیم نہیں ہے کہ انسان کا علم ہمیشہ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے اور قوت کا تعلق علم سے ہے پس جس طرح انسان کا علم حدِ کمال کو نہیں پہنچا ہے اسی طرح اس کی قوت بھی ناقص ہے پھر اگر تھوڑی دیر کے لئے اس بات کو مان بھی لیا جائے کہ انسان سے بالاتر کوئی چیز نہیں ہے اور دُنیا میں انسانی قوت سب سے زیادہ ہے تب بھی یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ انسانی قوت اب بھی ناقص ہے۔ اس لئے کہ زمانۂ گذشتہ میں سائنس کے ذریعہ انسان نے کبھی اس بات کو قرینِ قیاس نہ سمجھا تھا کہ پانچ ہزار میل کے فاصلہ پر پانچ منٹ میں خبر پہونچائی جا سکتی ہے۔ یا آواز کو ہزاروں میل کے فاصلہ پر پہنچایا جا سکتا ہے۔ مگر آج یہ قوت انسان میں موجود ہے اور آج بھی انسان اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ سیارہ مریخ تک پیغام رسانی کر سکے۔ لیکن بہت ممکن ہے آئندہ یہ بات ممکن ہو جائے اس بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انسان کا علم کامل نہیں ہے اور انسانی قوت اب بھی ناقص ہے اور ایسی حالت میں مادہ کی نسبت انسان کا کوئی فیصلہ قطعی فیصلہ نہیں ہو سکتا۔

دُوسری بات یعنی یہ کہ انسان کا علم یقینی اور قابل وثوق ہے۔ اس لئے قابلِ تسلیم نہیں ہے کہ علم حواسِ خمسہ کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ اگر ان حواسِ خمسہ کی جگہ صرف تین حواس رہ جائیں یا حواسِ خمسہ بڑھ کر تین حواس ہو جائیں

Marfat.com

نوعلمی احکام میں انقلاب عظیم پیدا ہو جائے گا اور حواس کی کمی اور زیادتی کے مالک اشخاص ہمارے معتقدات اور تجربات کو واہیات اور دراز عقل و قیاس خیال کریں گے۔

حواس خمسہ کے اندر ہزاروں پردے اس قسم کے ہیں کہ لائق سے لائق آدمی بھی اپنے علمی دعوے کو بیسیوں شرائط اور تامل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ خود حکیم اسپنسر نے جو مادہ کو قدیم بتاتا ہے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ انسان کا علم یقینی اور قابلِ وثوق نہیں ہے اور انسانی علم کی رو سے کسی بات کا قطعی فیصلہ کرنا محال ہے۔

تیسری بات یعنی یہ کہ ہم کو مادہ کی اصلی ماہیت اور ترکیب معلوم ہے اس لئے قابلِ تسلیم نہیں ہے کہ جب مذکورہ بالا دلائل سے یہ ثابت ہو گیا کہ ہمارا علم محدود اور اپنی قوت کے بقدر ہے یعنی ہماری قوت بہت کم ہے اور اسی اعتبار سے ہمارا علم بھی بہت کم ہے تو انسانی قوت مادہ کی نسبت کوئی قطعی فیصلہ نہیں کر سکتی۔ اس بنا پر یہ کہنا بالکل درست ہے کہ جہاں تک اہل سائنس نے انسانی قوت کا تجربہ کیا ہے وہاں تک باعتبار اشیاء محسوس کے دو مادہ کی مقدار میں کمی یا زیادتی محسوس نہیں کر سکتی اور جب انسانی علم و قوت کی یہ کیفیت ہے۔ تو انسان کا یہ کہنا کہ مادہ کی بابت ہم کو سب کچھ معلوم ہے بالکل غلط اور لغو ہے۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مادہ میں کمی بیشی نہ ہونے کا دعویٰ کر کے اس کو قدیم ماننا بالکل غلط ہے۔ اس لئے کہ اس صورت میں یہ ماننا پڑیگا کہ انسان عقل کل کا مالک ہے اور علم قطعی رکھتا ہے اور یہ بات کسی طرح قابلِ تسلیم نہیں ہے۔ ہاں یوں کہہ سکتے ہیں کہ جہاں تک انسانی قوت اور علم کا تجربہ کیا

Marfat.com

گیا ہے وہاں تک مادہ بلا شبہ انسانی طاقت سے فنا نہیں ہوتا اور نہ تصادم سے فنا کو قبول کرتا ہے۔ بلکہ ایک اور قوت ہے۔ جو مادہ کو پیدا کرنے۔ ترکیب و ترتیب دینے اور فنا کرنے پر قادر ہے اور وہی واجب الوجود ہستی ہے جس کو اللہ کہا جاتا ہے۔ (ماخوذ از رسالہ حدوث مادہ)

۴۔ اُوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ حکماء قدیم مادہ کو ذرّات سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور حکماء جدید بخارات کو مادہ کہتے ہیں پھر بعض حکماء کا خیال یہ ہے کہ جو چیزیں ہم کو نظر آتی ہیں یا جن کو ہم حواس خمسہ کے ذریعہ معلوم کرتے ہیں وہ چیزیں مادی ہیں۔

غرض مادہ ایک ایسی چیز ہے جس کا صحیح مفہوم متعین نہیں ہے جو لوگ ذرّات کو مادہ کہتے ہیں ان کے خیال کی غلطی کا بیان آگے کیا جائے گا۔ اس موقع پر صرف ان لوگوں کے خیال کی تردید کی جاتی ہے جو محسوس و مدرک چیزوں کو مادہ یا مادی کہتے ہیں۔

جن چیزوں کا علم احساس یا ادراک ہم کو حواس خمسہ کے ذریعہ ہوتا ہے ان کی اصلی حقیقت ہم کو معلوم نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی پانچ مختلف کیفیتوں کا ادراک ہوتا ہے۔ مثلاً کسی سفید چیز کو دیکھنے سے آنکھ اس کی سفیدی کو محسوس کرتی ہے۔ کسی چیز کو چھونے سے اس کی نرمی سختی اور صاف و کھُردری وغیرہ کا احساس ہوتا ہے۔ ناک کے ذریعہ ایک خاص حس کا علم ہوتا ہے۔ کان کے ذریعہ ذہن میں ایک خاص اثر یا ادراک پیدا ہوتا ہے اور زبان کے ذریعہ ذہن ذائقہ کا ادراک کرتا ہے۔ غرض ان احساسات یا ادراکات سے مادہ میں دو چیزیں نظر آتی ہیں۔ ایک مستقل اور دوسری غیر مستقل چیز وہی مادہ ہے اور عارضی چیزیں رنگ، بُو، ذائقہ،

Marfat.com

نرمی، سختی اور آواز وغیرہ ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ مادہ ایک ایسی چیز ہے جو حواس سے دُور اور بہت دُور ہے جس کو اصطلاح میں ہیُولا کہتے ہیں۔ اور وہ ایک بالکل فرضی چیز ہے۔ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

۵۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مادہ اس چیز کا نام ہے جو نہایت چھوٹے اجزاء سے مُرکب ہے، اور ان اجزاء کو اصطلاح میں اجزائے لا تتجزے کہتے ہیں۔ یعنی ایسے اجزاء جن کو اور اجزاء میں تقسیم نہ کیا جا سکے یا جن کے اور چھوٹے اجزاء نہ ہو سکیں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مادہ میں بیشمار اجزاء ہو سکتے ہیں یا نہیں کیونکہ صرف دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں ایک تو یہ کہ بیشمار اجزاء موجود ہوں۔ تیسری اور کوئی صورت ممکن نہیں ہے۔

اگر یہ مانا جائے کہ مادہ میں بے شمار اجزاء موجود ہیں تو یہ بات عقل صحیح کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ بیشمار اجزاء کی تقسیم کے لئے غیر محدود زمانہ کی ضرورت ہوتی ہے اور غیر محدود زمانہ کا ادراک محال و ناممکن ہے بھلا یہ کیونکر ممکن ہے کہ مادہ کے اجزاء کو برابر تقسیم کرتے چلے جاؤ اور کوئی چیز ناقابل تقسیم سامنے نہ آئے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ مادہ کی تقسیم لا متناہی نہیں ہو سکتی بلکہ مادہ کے اجزاء کو چھوٹے حصّوں میں تقسیم کرتے وقت ایسے اجزاء آجاتے ہیں۔ جن کی تقسیم کسی قوّت سے ممکن نہیں ہے۔ تو یہ بات بھی خلافِ قیاس ہے۔ اس لئے کہ جتنے اجزاء بنائے جائیں گے وُہ دو حال سے خالی نہ ہوں گے یا تو اُن اجزاء کی دونوں سطحیں یعنی سطح بالا اور سطح زیریں ہوں گی یا سطحیں نہ ہوں گی۔ اجزاء کے اندر سطحوں کا پایا جانا ضروری ہے اس لئے کہ اگر سطحیں نہ ہوں گی تو وہ اجزاء نہ ہوں گے۔ کیونکہ

Marfat.com

متعدد اجزاء کے درمیان امتیاز و فرق کے لئے سطحوں کا وجود ضروری ہے۔ اور سطحیں موجود نہ ہوں گی تو پھر وُہ اجزاء نہ ہونگے کیونکہ اجزاء کے درمیان فاصلہ کی ضرورت ہے۔

اس بحث سے یہ نتیجہ نکلا کہ مادہ کے اندر اجزاء لاتنجزے نہیں پائے جا سکتے۔ اور ایسے اجزاء سے مادہ مُرکّب نہیں ہو سکتا اور جب ایسے اجزاء موجود نہیں ہو سکتے تو مادہ کا وجود کیونکر ممکن ہو سکتا ہے اور کیونکر اس کو قدیم کہا جا سکتا ہے۔

۶۔ وہ اجسام جن کو ہم کسی جگہ میں موجود پاتے ہیں اور جو متحرک یا ساکن حالت میں ہوتے ہیں۔ ان کی نسبت یہ امر دریافت طلب ہے کہ کیا ان کو ہم چھوٹے چھوٹے اجزاء میں تقسیم کر سکتے ہیں یا ان میں چھوٹے چھوٹے اجزأ بنانے کی صلاحیت موجود ہے اور پھر یہ امر دریافت طلب ہے کہ اجزاء یا اجسام کے جو چھوٹے چھوٹے حصے ہم نے بنائے ہیں ان میں سے ہر ایک جز علیحدہ علیحدہ بھی اس کی صلاحیت رکھتا ہے کہ اس کے اور چھوٹے اجزا بنائے جا سکیں یا نہیں اگر وہ تجزیہ کی صلاحیت رکھتے ہیں تو پھر اسی طرح ان اجزا کی تقسیم کا سِلسلہ جاری رہے گا اور ہر جز کو اجزاء میں تقسیم کیا جا سکے گا۔ اور نتیجہ یہ ہو گا کہ عقل یا تو کسی حد پر جا کر ان اجزاء کے تجزیہ سے عاجز ہو جائے گی یا برابر تجزیہ کرتی رہے گی۔ اگر تجزیہ اور تقسیم کا سِلسلہ برابر جاری رہا تو اس امر کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ کہ ہر وہ چھوٹے سے چھوٹا جز و یا جسم جس کو ہم اپنے ہاتھوں یا انگلیوں کی گرفت میں لا سکیں بے انتہا اجزاء سے مرکّب ہے اور یہ اجزاء خواہ کتنے ہی چھوٹے کیوں نہ ہوں چونکہ اپنے اندر بے انتہا اجزاء

Marfat.com

رکھتے ہیں اس لئے ان کا حصر و شمار نہیں کیا جا سکتا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ حس و نظر میں یہ اجزاء محدود و محصور ہیں اور اس صورت میں ان کا غیر محدود و غیر محصور تسلیم کرنا باطل ہے۔

اب رہی یہ بات کہ عقل کسی حد پر جا کر ان اجزاء کی تقسیم سے عاجز ہو جائے یعنی مزید چھوٹے چھوٹے اجزاء نہ بنا سکے اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوگا۔ کہ جس حد پر اجزا کی تقسیم رُک گئی ہے۔ وہ حد یعنی اجزا یا جسم کا وہ حصّہ امتداد کے قابل ہے یا نہیں۔ یعنی ان اجزاء یا اجسام میں وُسعت دینے بڑھانے اور کھینچنے کی صلاحیت وگنجائش ہے یا نہیں؟ اگر وُہ اجزاء یا اجسام امتداد کے قابل ہیں تو عقل کے نزدیک ان میں تقسیم کی صلاحیّت موجُود ہے اور تقسیم کی صلاحیّت موجود ہونے پر پھر تقسیم کا وہی سلسلہ جاری ہو جائے گا۔ جس کا ذکر اُوپر ہُوا ہے یعنی اجزاء یا اجسام میں غیر محدود و غیر محصور اجزاء کا پایا جانا۔ حالانکہ ہم اس کو باطل کر چکے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ جن اجزاء یا اجسام کی تقسیم ناممکن ہو گئی ہے۔ ان کے اندر امتداد نہ ہوگا۔ یعنی وہ بڑھانے اور وسعت دینے کے قابل نہ ہوں گے۔

اس ساری بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمام اجسام ایسے اجزاء سے مُرکّب ہیں جن میں مطلقاً کسی قسم کا امتداد نہیں ہے۔ لیکن ان کی ایک خاص وضع ہے جیسا کہ ہندسی نقطہ ہوتا ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ ہندسی نقطہ وہمی چیز ہے اور یہ اجسام موجود اشیاء ہیں۔ اجسام کے یہی وہ اجزا ہیں جن کا نام ہم نے جواہر فردہ رکھا ہے۔ یعنی وُہ اجزاء جن کی تقسیم کسی صورت سے ممکن نہیں ہے اور انہیں اجزاء کے مجمُوعہ کو مادہ پرست مادہ یا جوہر کہتے ہیں۔ اور یہ خیال ظاہر کرتے ہیں۔ کہ انہیں

Marfat.com

اجزاء میں سے بعض۔ بعض دوسرے اجزاء سے مختلف صورتوں اور مختلف طریقوں سے پیوستہ و متصل ہو کر اصلی عناصر پیدا ہوئے ہیں۔

اس بناء پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اوکسیجن کا ہر ذرّہ مثلاً دو جوہروں سے مرکّب ہے اور ایک اور ذرّہ عنصر تین یا چار جوہروں سے مُرکّب ہے اور ان مختلف عناصر کے باہم ملنے سے مرکّبات پیدا ہوتے ہیں۔

اس بحث سے یہ ثابت ہُوا کہ جواہر فردہ یا بقول مادہ پرست مادہ جس چیز کا نام ہے اس میں غیر محدود اجزاء نہیں پائے جا سکتے۔ اور نہ اس میں امتداد پایا جاتا ہے۔ وہ ایک وجودی شے ہے۔ اور ایک خاص وضع رکھتی ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا تو اب آسانی کے ساتھ یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ مادہ قدیم و ازلی شئے نہیں بلکہ حادث چیز ہے۔ اس لئے کہ ہر وہ چیز جو وضع معین رکھتی ہو عقل کے نزدیک اس کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا جائز و ممکن ہے۔ اور اس انتقال ہی کا نام حرکت ہے پس اگر ہم یہ بات فرض کر لیں کہ جوہر فرد یا مادہ قدیم ہے تو ہم کو یہ بات بھی تسلیم کرنی پڑے گی۔ کہ جوہر فرد یا مادہ کا ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف حرکت کرنا ممکن ہے اور جب ایسا ہونا ممکن ہے۔ تو پھر ازل میں جس کی کوئی ابتدا نہیں۔ ہے حرکات کا وجود لازم آئے گا۔ اور ازل میں حرکات کا وجود محال و ناممکن ہے۔ اس لئے کہ اس صورت میں جوہر فرد کا ایسی حالت میں غیر محدود حرکات کرنا تسلیم کرنا پڑیگا۔ جبکہ کسی قسم کی حرکات کا وجود نہ تھا۔ اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ اوّل میں جوہر فرد کا وجود ناممکن ہے۔ یعنی جوہر فرد قدیم نہیں۔ بلکہ عدم سے وجود میں آیا ہے۔ اور حادث ہے اور صرف وہی واجب الوجود ہستی قدیم و ازلی ہے تمام صفات کی

۲۰۴۹۲

Marfat.com

جامع اور کائنات کی موجد و خالق ہے۔

ان مختصر مباحث سے یہ ثابت ہو گیا کہ دُنیا نہ تو خود بخود بن گئی ہے اور نہ مادہ کے اجزاء نے باہم ٹکرا کر دُنیا کے سامان کو پیدا کیا ہے بلکہ کائنات کی تمام چیزیں حادث ہیں جن کو ایک واجب الوجود ہستی نے پیدا کیا ہے اور اپنے ارادہ اور نیت سے اس کارخانہ عالم کو چلا رہی ہے۔

خُدا کا وجود واجب الوجود ہے

اُوپر ہم نے بیان کیا ہے کہ خدا کی ہستی واجب الوجود ہے۔ یعنی وجود اس کی ذات سے وابستہ ہے۔ اس کی ذات سے علیٰحدہ نہیں ہے۔ اس مسئلہ پر بھی چند الفاظ لکھنا ضروری ہیں تاکہ واجب الوجود کی حقیقت ذہن نشین ہو جائے۔

واضح ہو کہ شئے معلوم کو حکماء نے دو قسموں میں منقسم کیا ہے ایک واجب بالذات اور دوسری غیر واجب بالذات۔ واجب بالذات وہ چیز ہے جس کا وجود اس کی ذات سے وابستہ ہو اور کبھی کسی حالت میں اس سے جُدا نہ ہو۔ اور غیر واجب بالذات وُہ ہے جس کا وجود اس کی ذات سے وابستہ نہ ہو بلکہ ذات سے علیٰحدہ ہو۔

غیر واجب بالذات کی دو قسمیں ہیں ایک موجودہ بالفعل۔ ان میں سے غیر موجود بالفعل کی بھی دو قسمیں ہیں ایک جائز الوجود اور دوسری محال الوجود۔ محال الوجود وہ ہے جس کا وجود ممکن نہ ہو۔ پس ہر موجود چیز کا وجود یا تو واجب ہو گا، یا جائز۔ تیسری کوئی صورت نہ ہو گی۔ واجب کی تعریف اُوپر گذر چکی ہے۔ جائز

Marfat.com

الوجود وُہ شئے ہے جس کا وجود اور عدم دونوں برابر ہوں ۔ اور بغیر کسی مرجح کے وجود و عدم میں سے کسی کو ترجیح نہ دی جائے ۔

اس تمہید کے بعد ہم کہتے ہیں کہ جو ہر فرد موجود ہے اب اس کا وجود یا تو واجب ہوگا ۔ یا جائز اس کا واجب الوجود ہونا تو ممکن نہیں ۔ اس لئے کہ اُوپر یہ ثابت کیا جا چُکا ہے ۔ کہ وُہ ازل میں موجود نہ تھا ۔ اور واجب کا وجود سے جُدا ہونا نہ تو ازل میں ممکن ہے اور نہ ابد میں ۔ پس اب صرف یہ بات رہ گئی کہ جو ہر فرد کا وجود جائز ہے ۔ اور جائز الوجود کو عدم پر اس وقت تک ترجیح نہیں دی جا سکتی جب تک کوئی مُرجح موجود نہ ہو اور مُرجح اب سوائے واجب کے اور کسی چیز کا ہونا ممکن نہیں ہے کیونکہ بجز محال کے اب کوئی دوسری چیز باقی نہیں رہی ہے ۔ پس واجب یقیناً موجود ہے اور وہ خداوند بزرگ و برتر کی ذات ہے جس نے ہر فرد کے جائز الوجود کو عدم سے وجود بخشا اور اس سے کائنات کا نظام قائم کیا ۔

واجب الوجود کے احکام

اُوپر بتایا گیا ہے کہ واجب کا وجود، وجود واجب سے جُدا نہیں ہوتا ۔ یعنی واجب الوجود شئے قدیم اور باقی ہے نہ تو اس کے وجود کی کوئی ابتدا ہے اور نہ انتہا ۔ اس واجب کے احکام یہ ہیں کہ نہ تو اس کی کوئی وضع معین ہے ۔ اور نہ اس کی کوئی سمت اور جہت ہے جس کی طرف اشارہ کیا جا سکے اس لئے اگر اس کی کوئی جہت و سمت ہوتی تو عقل اس کو متحرک مان لیتی ۔ اور متحرک تعلیم کر لینے میں اس کا حدوث لازم آتا اور حادث چیز واجب نہیں

Marfat.com

ہوتی۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ واجب کی نہ تو کوئی وضع معین ہے اور نہ جہت اور یہ بھی ثابت ہوا کہ واجب میں امتداد بھی نہیں ہے۔ اگر امتداد ہوتا تو وہ کسی جگہ میں عظیم و مشغول ہوتا اور اس کے لئے جگہ اور جہت ہوتی۔

اس تمہید کے بعد معلوم ہونا چاہیئے کہ واجب شئے میں نہ تو حلول ہوتا ہے۔ یعنی کسی چیز کا اُس کی ذات میں داخل ہو جانا یا اس کا کسی شئے میں داخل ہو جاتا نہ اتحاد اور نہ تجسم اس لئے کہ ان تمام باتوں میں تحرک لازم آتا ہے اور ذاتِ واجب کے لئے حرکت ناممکن ہے۔

پھر واجب کے احکام میں واجب کا اپنے وجود میں تنہا اور منفرد ہونا بھی لازمی ہے اس لئے کہ اگر دو یا دو سے زیادہ واجب الوجود ہوں گے۔ تو مثلاً اگر ایک دن میں سے کسی ایسی چیز کو اپنے ارادہ سے پیدا کرے گا۔ جس کا وجود میں آنا جائز ہے تو دوسرا واجب بھی بعینہٖ اس چیز کو پیدا کرنے پر قادر ہوگا یا قادر نہ ہوگا۔ اگر قادر ہوگا تو تحصیل لازم آئے گی یعنی پیدا کی ہوئی چیز کو پیدا کرنا اور یہ محال ہے اس لئے کہ ایسی صورت میں ایک ہی چیز کے کئی وجود ماننے پڑیں گے۔ اور اگر وہ قادر نہ ہوگا۔ تو اس کی قدیم قدرت بعض چیزوں سے زائل ہو جائے گی اور قدیم قدرت کبھی اور کسی حال میں زائل نہیں ہوتی۔

مذہب ضروری چیز ہے

اوپر مختصر دلائل و شواہد سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ دہریت اور لامذہبیت

Marfat.com

کوئی چیز نہیں ہے اور انسان فطری طور پر یہ ماننے کے لئے مجبور ہے۔ کہ ایک واجب الوجود ہستی موجود ہے جو قدیم ہے ازلی ہے ابدی ہے، اپنے وجود میں تنہا و یکتا ہے اور اس کے مثل اور کوئی چیز نہیں ہے۔

اسی عقیدہ کا نام مذہب ہے۔ اور اسی خیال کی پابندی ایک طریقہ کہلاتا ہے۔ لیکن ہر مذہب اور ہر طریقہ حق و صداقت پر مبنی نہیں ہوتا۔ اور پھر ہر مذہب حق و صادق اور کامل نہیں ہوتا۔

اس اعتبار سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ مذہب کی دو قسمیں ہیں ایک مذہب حق اور دوسرا مذہب باطل۔ پھر مذہب حق کی بھی دو قسمیں ہیں۔ مذہب کامل اور مذہب ناقص۔

مذہب باطل میں وُہ تمام مذاہب شامل و داخل ہیں۔ جن کو انسانوں نے وضع کیا ہے۔ اور جن کی بنیاد اکثر انسانی اوہام و خیالات پر ہے۔ ان میں سے بعض مذاہب اگرچہ ایسے بھی ہیں جن میں خدا کی ذات کو خالق اور مختارِ کل مانا جاتا ہے۔ لیکن خدا کی ذات اور صفات میں ان مذاہب نے ایسی لغو باتوں کو شریک کر لیا ہے جو اس کی ذات و صفات کے شایاں نہیں ہیں۔ اس لئے ان کو مذہب، حق و صادق سے دُور کا بھی واسطہ نہیں رہا ہے۔ کیونکہ اُنہوں نے بنیادی شے میں مذہب حق و صادق کی مخالفت کی ہے۔

مذہب حق میں مذہب ناقص وہ مذاہب ہیں جن کی تعلیم ناکافی اور غیر مکمل ہے۔ انبیاء سابق کے مذاہب اگرچہ حق ہیں۔ لیکن اوّل تو ان کی تعلیم اس قدر ناکافی اور غیر مکمل ہے کہ وُہ ساری دُنیا کے لئے اور پھر ہمیشہ کے لئے

Marfat.com

موزون ومناسب نہیں ہیں۔ اور دوسرے ان مذاہب کے علماء نے ان میں اس قدر تبدیلیاں اور تحریف کردی ہے کہ ان کی اصلیت معدوم ہوگئی ہے اور اب وہ ہرگز اس قابل نہیں ہیں کہ ان کا اتباع کیا جائے۔

اب صرف وہ مذہب حق صرف رہ جاتا ہے جو کامل بھی ہے اور دُنیا کے تمام انسانوں کے لئے ہر زمانہ میں قابلِ عمل بھی۔ اور وہ مذہب اِسلام ہے۔ اور آج دُنیا کی تمام قوموں کے لئے اس سے زیادہ بہتر کامل اور جامع کوئی مذہب نہیں اس لئے مذہبی دُنیا کا فرض ہے کہ وُہ اسلام کے طریقہ کو اختیار کرے اور دُوسرے تمام مذاہب اور طریقوں سے کنارہ کش ہوکر صرف اس طریقہ کا اتباع کرے جو آج صحیح معنوں میں اور حقیقی مذہب الٰہی ہے کہ اس کی موجودگی میں انسانوں کو کسی اور طریقہ کے اختیار یا قبول کرنے کی نہ تو ضرورت ہے اور نہ وُہ غیر الٰہی طریقوں کو قبول کرنے پر مجبور رہیں۔ نہ وُہ اُن کے مرنے کے بعد کام آسکتا ہے

مذہب اِسلام کی حقیقت

اُوپر ہم نے یہ بتایا ہے کہ مذہب اسلام ہی مذہب حق وکامل ہے اور انسان صرف اسی مذہب کے اندر رہ کر بہترین زندگی بسر کرسکتا ہے۔ اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ مذہب اِسلام کیا چیز ہے؟۔

مذہب اسلام ایک ایسا حق وکامل مذہب ہے جس نے نوع انسانی کو علمی اور عملی، کمال کی حد تک پہنچا دیا ہے اور ان اسرار مخفی سے آگاہ کیا ہے جن سے عقولِ انسانی آگاہ نہ تھیں۔ اور جس کے سایہ میں آج دُنیا کی ایک بڑی

Marfat.com

قوم عافیت وسکون کی زندگی بسر کر رہی ہے اسی مذہب نے انسان کو حقیقی طور پر صحیح تہذیب اخلاق۔ تدبیر منزل اور سیاست سے آگاہ کیا ہے اور اسی نے اُخروی نجات کا وُہ صحیح طریقہ بتایا ہے جو آجتک کسی مذہب نے نہیں بتایا۔ یعنی اسلام نے اُن لوگوں کو جو خدا کی حقیقت اور زندگی بسر کرنے کے صحیح اور جامع اصول سے واقف نہ تھے یا بیگانہ بن گئے تھے یہ بتایا ہے کہ

۱۔ کائنات کو ایک واجب الوجود ہستی (خدا) نے پیدا کیا ہے اور وہ ہستی قدیم ازلی ابدی اور تمام صفاتِ کمال کی جامع ہے۔ نہ کوئی اس کا مثل ہے اور نہ سہیم و شریک، اس کی تمام صفات خواہ ذاتی ہوں یا فعلی اس کی ذات میں موجود ہیں۔ وہ تمام نقائص اور صفات ناقص سے پاک وصاف ہے۔ کائنات کی تمام چیزیں صرف اس کے ارادہ سے وجود پذیر ہوئی ہیں اور اس کا ارادہ تمام چیزوں پر غالب ہے۔

۲۔ خدا ہی ہے جس نے تمام ارواح واجسام کو پیدا کیا ہے۔ عرش وکرسی، آسمان وزمین، دوزخ وجنت، ملائکہ وحیوانات اور انسان سب اسی کے ارادہ سے وجود میں آئے ہیں۔

۳۔ خدا ہی ہے جس نے انسانی ضروریات کے موافق انسانوں کو فتنہ وفساد اور بداخلاقی وجرائم سے بچانے کے لئے اصلاحی واخلاقی قوانین بنائے ہیں اور خاص وبرگزیدہ اشخاص کے ذریعہ ان قوانین کو انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل فرمایا ہے۔

۴۔ خدا نے جو قانون (دین الٰہی کے قوانین کی کتاب) اپنے خاص بندوں

Marfat.com

(انبیاء) کے ذریعہ نازل کیا ہے وہ دین الٰہی کے عقائد کا مجموعہ ہے اور اس پر ایمان و اعتقاد موجبِ فلاح و نجات ہے۔

۵۔ دنیا کی زندگی عمل کی زندگی ہے اس کے بعد ایک اور زندگی ہے جس میں اعمال کی جزا و سزا ملے گی، دُنیا کی زندگی کو حکم الٰہی سے موت ختم کر دے گی۔ اور پھر خدا ہی کے حکم سے وقفہ برزخ کے بعد دوسری زندگی عطا ہو گی۔ اور تمام مُردہ جسموں میں اسی طرح رُوح پیدا ہو جائے گی۔ جس طرح خشک زمین پر بارش ہونے سے روئیدگی اور بعض حشرات الارض پیدا ہو جاتے ہیں۔

۶۔ آخرت میں جزا و سزا کا حکم سُنانے کے بعد مجرموں کو سزا کے لئے دوزخ میں بھیجا جائیگا۔ جو آخرت کی سزا کا بدترین اور ہولناک مقام ہے۔ اور نیکوں، خدا پرستوں کو جنّت کے مکانات ملیں گے۔ جو اُخروی زندگی کے لئے تیار کئے گئے ہیں۔

۷۔ دُنیاوی زندگی میں اسلام جن اعمال کا حکم دیتا ہے ان کی مختصر کیفیت یہ ہے۔

۱۔ فرائض خمسہ

یعنی کلمۂ توحید کا اقرار۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور حج ان میں سے کلمۂ توحید کا زبانی اقرار۔ عمر بھر میں صرف ایک مرتبہ کافی ہے۔ اگر زبانی اقرار کے ساتھ دل کی تصدیق بھی شامل ہے یعنی سچّے دل سے خدا کی توحید کا اقرار کیا ہے تو وہ مومن کامل ہے۔ نماز دن میں پانچ مرتبہ ادا کی جاتی ہے۔ روزے سال بھر میں صرف ایک مہینے رکھے جاتے ہیں۔ زکوٰۃ مالداروں پر فرض ہے اور حج کا کوئی وقت معین

Marfat.com

نہیں ہے اور وہ صرف ان اشخاص پر فرض ہے۔ جو حج کی قدرت رکھتے ہوں۔

۲۔ قربانی

صرف مالداروں پر اور سال کے صرف تین دنوں میں واجب ہے غریب اور مسافر اس سے مستثنیٰ ہیں۔

۳۔ جہاد

عام حالات میں جہاد فرض کفایہ ہے اور ایک خاص حالت میں فرض عین۔ یعنی جب امامِ اسلام کی طرف سے جہاد کی عام دعوت کا حکم پہنچے جہاد فرض ہے اور جب عام حکم نہ ہو فرض کفایہ ہے۔ لڑکے، غلام، عورت، اندھے، لُولے، لنگڑے جہاد سے مستثنیٰ ہیں۔ لیکن ایک خاص موقع پر جہاد ان لوگوں پر بھی فرض ہو جاتا ہے یعنی اس وقت جبکہ کسی اسلامی آبادی پر دشمنان اسلام چڑھ آئیں۔

۴۔ جرائم کی روک تھام

اسلام نے جرائم کی روک تھام کے لئے خاص قوانین بنائے ہیں۔ یعنی بعض جرائم کی سزا مقرر کر دی ہے۔ بعض کی مقرر نہیں کی۔ حاکم شرع کی رائے پر چھوڑی ہے۔ اصطلاح میں اس قسم کی سزاؤں کو حد اور تعزیر کہتے ہیں، اور بعض موقع پر سزا کی صورت قصاص مقرر کی ہے۔

۵۔ دعوت و تبلیغ دین۔

انفرادی و اجتماعی دونوں صورتوں میں اسلام کی دعوت و تبلیغ ہر مسلمان پر واجب ہے۔

۶۔ شرعی حاکم کا تقرر

Marfat.com

عدل وانصاف کے لئے اسلام میں شرعی حاکم کا مقرر کرنا ضروری ہے۔

۷۔ مالی و فوجی قوّت

اسلام کی حفاظت ترقّی واستحکام کے لئے مالی اور فوجی قوتوں کا فراہم رکھنا ضروری ہے۔

یہ چند باتیں ہیں اسی قسم کے بہت سے قوانین ہیں جو اسلام نے مسلمانوں کے لئے قرار دیئے ہیں۔ ان میں سے بعض عقاید ہیں۔ بعض اعمال ہیں اور بعض معاملات اور پھر تکمیل اخلاق رفاہ عام اور باہمی تعلّقات کو استوار رکھنے کے قوانین جدا ہیں۔ جن کا ذکر کتبِ فقہ واحادیث میں تفصیل سے کیا گیا ہے۔

نبوّت

اسلام کی تعلیم کے چند خاص قوانین بتاتے ہوئے ہم نے یہ بیان کیا ہے۔ کہ واجب الوجود ہستی یعنی خداوند تعالیٰ اپنے بندوں یا مخلوق کی ہدایت واصلاح کے لئے اپنے خاص بندوں کو مامور کر کے بھیجتا ہے اور ان کے ذریعہ اپنے احکام اپنے بندوں پر نازل کرتا ہے۔ اسلامی اصطلاح میں اس برگزیدہ بندہ کو "نبی" کہتے ہیں۔

نبوّت کے معنی

نبوّت حقیقت میں اس اصلاح کا نام ہے جو زمین پر خدا کی جانب سے ایک ایسے شخص کے ہاتھوں عمل میں آئے۔ جس کو خدا نے اپنی مخلوقات میں سے

Marfat.com

خاص اسی کام کے لئے منتخب کیا ہو۔ دُوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ نبوّت صرف اس اصلاح کا نام ہے جو خدا کی جانب سے ایک خاص شخص کے ذریعہ زمین پر عمل میں آئے۔ اس لئے نبوّت کے لئے نیک و برگزیدہ اشخاص کی وُہ معلومات کافی نہیں ہیں جو اس کو ہمسایہ اقوام سے حاصل ہوں۔ بلکہ نبوّت اس سے زیادہ اور بہت زیادہ ترقّی یافتہ چیز ہے اور اقوام و اشخاص کی معلومات و تجربات سے بہت زیادہ بلند و برتر شئے ہے۔

نبوّت کا فائدہ!

نبی کو چونکہ علم و تائید الٰہی کی قوّت سے خاص قوت عطا کی جاتی ہے۔ اور وہ فطرتاً معصوم ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے ذریعہ اصلاح کی خدمت خوبی کے ساتھ انجام پاتی ہے اور نبی اپنی اس خاص روح سے جو اس کو خدا کی جانب سے عطا ہوتی ہے اور اس خاص قوت سے جو اس کو خدا کی طرف سے ملتی ہے۔ دُنیا کو تیزی کے ساتھ آگے بڑھاتا ہے۔ بندگانِ خدا کے قلوب کی اصلاح کرتا اور ان وسوسوں کو دُور کرتا ہے جو روزِ آخرت پر ایمان لانے اور آخرت کے عذاب و ثواب کو تسلیم کرنے کے بارہ میں قلب انسانی کے اندر پیدا ہوتے ہیں تاکہ انسانی مخلوق کے تمام اعمال و اقوال کا ظاہر و باطن یکساں ہو جائے اور وُہ انسانِ کامل بن جائیں۔

نبوّت کے درجات

نبوّت کے تین درجے ہیں ایک، تو نبی محض یعنی وہ نبی جس پر خدا کی جانب سے وحی تو آتی ہے مگر وُہ صاحبِ شریعت نہیں ہوتا ہے۔ یعنی مذہب کے

Marfat.com

خاص احکام اس پر نازل نہیں ہوتے۔ پہلے انبیاء کا مذہب اس کے لئے کافی ہوتا ہے۔ البتہ وہ ان نقائص کی اصلاح وحی کے ذریعہ کرتا ہے جو مذہب میں پیدا ہو گئی ہیں۔

دُوسرا رسول یعنی وُہ نبی جس پر وحی بھی آتی ہے اور صاحبِ شریعت بھی ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ رسول ایک خاص شریعت لے کر آتا ہے اور وہ خدا کے جدید احکام پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھتا ہے۔ قدیم مذہب کا مطلق پیرو نہیں ہوتا۔

تیسرا رسول ذوالعزم یعنی وہ نبی جو صاحبِ شریعت ہوتا ہے اور اس سے بڑے بڑے اعمال وجود میں آتے ہیں یعنی اس کی خدمات میں وُہ اعمال عظیمہ بھی ہوتے ہیں۔ جو دنیا کی صورت کو یکسر بدل دیتے ہیں۔

اس تشریح کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک نبیٔ مستقل اور دوسرا نبیٔ تابع، نبیٔ مستقل شریعت و ہدایت کا مالک ہوتا ہے اور ان میں سے جو نبی اعمالِ عظیمہ کو انجام دیتا ہے وہ نبیٔ مستقل ذوالعزم کہلاتا ہے۔ نبیٔ تابع صرف شریعت الٰہی موجود کا مفسّر و مبلّغ ہوتا ہے۔ مگر وُہ یہ کام اپنی ذاتی رائے اور خواہش سے نہیں کرتا بلکہ وحی اور امرِ الٰہی سے کرتا ہے۔

انبیاء کی ضرورت

اُوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور اس کی ہدایت کے لئے برگزیدہ اشخاص کو بھیجا ہے۔ اس کی صورت یہ ہُوئی ہے کہ چونکہ عقل اور مذہب انسان کی فطرت میں داخل ہیں اس لئے ابتداءً انسان نے عقل سے جتنا کام لیا ہوگا اتنا ہی مذہب سے وُہ آشنا ہوں گے یعنی مثلاً عقل سے انہوں نے بھوک کی سوزش معدہ میں پیدا ہونے پر ایسی چیزوں کو تلاش کیا ہوگا جو اس

Marfat.com

سوزش کو دور کر دیں - اور پھر بعض ایسی چیزوں کے مل جانے پر انہوں نے خوش ذائقہ و بہترین اغذیہ کے حصول کی کوشش کی ہوگی - اسی طرح گرد و پیش کی چیزوں کو مافوق العادت پاکر انہوں نے اس کا یقین بھی حاصل کیا ہوگا - کہ ان چیزوں کا کوئی پیدا کرنے والا ہے - جو اگرچہ ہماری نظروں سے مخفی ہے - لیکن کائنات کے نظام کو استواری کے ساتھ قائم کئے ہوئے ہے پھر ان میں یہ خواہش پیدا ہوئی ہوگی کہ آخر ان چیزوں کو کون پیدا کرتا ہے اور اس خواہش نے ان کے قلب میں خدا کی تلاش کا جذبہ پیدا کر دیا ہوگا اور خدا نے ان کی رہنمائی کے لئے مذہبی رہنما پیدا کئے ہوں گے - جنہوں نے ان کی رہنمائی کی ہوگی - اور خدا کی ذات و صفات سے ان کو آگاہ کیا ہوگا - پھر کچھ عرصہ گذر جانے پر انسانی خیالات میں خدا کی ذات و صفات کے متعلق کچھ اختلافات پیدا ہوئے ہوں گے - اور اس اختلافات نے انسانی جماعت میں مختلف گروہ پیدا کر دیئے ہوں اور ان کے اختلافات کو رفع کرنے اور راہِ راست پر ان کو قائم کرنے کے لئے خدا نے اور پیغمبروں کو بھیجا ہوگا - اسی کیفیت کا ذکر خداوند تعالیٰ نے ان الفاظ میں کیا ہے -

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ط

ترجمہ :- پہلے لوگ ایک فرقہ تھے پھر خدا نے خوش خبری دینے اور ڈرانے والے پیغمبر بھیجے اور ان کے ساتھ کلام الٰہی نازل کئے تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان کے اختلافات کا فیصلہ کریں -

Marfat.com

مختصر یہ کہ جب باہمی اختلافات اور عقول کی حاشیہ آرائی نے لوگوں میں فرقہ بندی پیدا کی ہوگی خدا نے گمراہی سے ان کو بچانے اور نظامِ کائنات میں ابتری پیدا نہ ہونے دینے کے خیال سے انبیاء کو بھیجا ہوگا۔ اور اُنہوں نے اپنے فرض کو ادا کر کے کائنات کے نظام کو برقرار رکھنے کے لئے انسانوں کو گمراہی سے بچایا اور وقت کے مناسب الٰہی احکام کی راہ پر چلایا ہوگا۔

ہر زمانہ میں اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اور ہر علاقہ میں انبیاء کی حاجت ہوئی ہے۔ اس لئے اللہ نے ہر جگہ اور ہر زمانے میں انبیاء بھیجے ہیں اور اپنی مخلوق کو گمراہی سے بچایا ہے۔

دُنیا کا آخری نبی اور دین الٰہی کی تکمیل

اُوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ ہر زمانہ اور ہر ملک میں بندگانِ خدا کی ہدایت و رہنمائی کے لئے انبیاء آتے رہے ہیں۔ جن میں سے بعض مستقل یعنی صاحبِ شریعت ہوئے ہیں اور بعض غیر مستقل یعنی پچھلی شریعت کے تابع اور شریعت سابق کے مبلغ و مفسر یہ سلسلہ دنیا کی ترقی اور عقول انسانی کی تکمیل برابر جاری رہا ہے۔ پھر جب انسانی عقول نے کمال حاصل کر لیا اور خدا شناسی کے تمام مراحل طے ہو چکے تو خداوند تعالیٰ نے سلسلۂ نبوت کو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا۔ اور تکمیل دین کا اعلان کر دیا گیا۔

ختمِ نبوت

ختمِ نبوت کا مسئلہ چونکہ نہایت اہم اور دین اسلام کا بنیادی مسئلہ ہے اس

Marfat.com

لئے ضرورت ہے کہ ہم اس موضوع پر ضروری مختصر و دل نشین بحث کریں۔

۱۔ دُنیا میں دو قاعدے جاری ہیں۔ جن میں سے ایک کا نام موزون ارتقاء ہے۔ اور دوسرے کا نام قانونِ توارث۔ قانونِ ارتقاء کا منشاء یہ ہے کہ ہر چیز بتدریج ترقّی رتی یعنی برابر ترقّی کے مدارج کو طے کرتی رہتی ہے۔ یہانتک کہ وُہ ترقّی کی انتہائی منزل پر پہنچ جاتی ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھنی چاہیئے کہ اہلِ سائنس یا ماہرین علم طبقات الارض کا خیال یہ ہے کہ زمین کے وجود میں آنے پر سب سے پہلے اس میں یہ ترقّی ہوئی ہوگی۔ کہ نباتات پیدا ہونے کی صلاحیت اس میں پیدا ہوئی ہوگی۔ پھر آبی، خاکی، بادی اور آتشی عناصر کی ترکیب سے حیوان وجود میں آیا ہوگا جس نے نباتات سے غذا حاصل کی ہوگی۔ پھر حیوانات میں سے ایسے حیوانات پیدا ہوئے ہوں گے جو گوشت خور ہوں گے۔ اور اس کے بعد انسان پیدا ہوا ہوگا۔ گویا انسان کی پیدائش کائنات کی انتہائی ترقّی ہے۔ اور اس کے بعد مادہ میں اس سے زیادہ ترقّی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسی تدریجی حیوانی ترقّی کو قانونِ ارتقاء کہا جاتا ہے۔ اور انسان کے وجود میں آنے کے بعد چونکہ ترقی انتہائی درجہ تک پہنچ گئی ہے۔ اس لئے قانون ارتقاء کا دَور ختم ہوگیا ہے۔ اور اب قانونِ توارث کا دَور دَورہ ہے یعنی حیوانات کے انتہائی درجے پر پہنچ جانے کے بعد، اب مثلاً کبوتر سے کبوتر ہی پیدا ہوتے ہیں۔ ہرن سے ہرن ہی وجود میں آتے ہیں۔ اور انسان سے انسان ہی پیدا ہوتے ہیں۔ کوئی نئی جنس ان کے اختلاط سے ایسی پیدا نہیں ہوئی۔ جس کو زیادہ ترقّی یافتہ کہا جاسکے۔ یہی دستور انبیاء کی بعثت میں رہا ہے یعنی ابتداء میں انبیاء کو سادہ احکام

Marfat.com

اور خُدا شناسی کے سادہ اصول دے کر بندگانِ خدا کی طرف بھیجا گیا تھا اور پھر عقول انسانی کی ترقی پر اس سے زیادہ ترقی یافتہ قوانین بھیجے گئے تھے۔ یہاں تک کہ مستقل انبیاء کی بعثت کا موقع آیا اور پھر ان انبیاء کو بھیجا گیا۔ جن کو خدا نے صرف ایک ہی قوم یا ایک ہی ملک کے لئے نہیں بلکہ متعدد اقوام اور متعدد ممالک کے لئے منتخب کیا تھا۔ اور جب انسانی عقول انتہائی درجہ پر پہنچ گئیں اور انسانیت نے کمال حاصل کر لیا تو ان میں ایک ذوالعزم نبی کو بھیجا گیا۔ جس نے دین کی تکمیل کر کے نبوت کے سلسلہ کو ختم کر دیا۔ اور قانون ارتقاء کے سلسلہ کو بند کر کے قانون توارث کو جاری کیا۔ یعنی اپنے بعد ایک مکمل قانون کو دُنیا کی ہدایت کے لئے چھوڑ دیا۔ کہ اب ایک انسان اس قانون کو دوسرے انسان تک پہنچاتا ہے اور ہمیشہ پہنچاتا رہے گا۔

۲۔ مذہب کا سب سے بڑا مقصد خدا شناسی ہے۔ حضرت محمد مصطفےٰ ؐ نے وحی الٰہی کے ذریعہ ذاتِ الٰہی کی جو صفاتِ جلال و کمال ہم تک پہنچائی ہیں اور جس قدر بہترین طریقہ سے تقدیس و تنزیہ باری کی ہے وُہ واقعہ یہ ہے کہ ہمارے موجودہ ادراک اور قوائے عقلی سے بدرجہا بڑھ کر ہے۔ اور ذاتِ الٰہی، صفات الٰہی کا اتنا انکشاف بغیر وحی الٰہی کے انسانی عقل کے ذریعہ ناممکن تھا اور نہ آج تک کسی نبی سے ممکن ہُوا۔ یہ فرض چونکہ نبوت کا آخری فرض اور آخری درجہ ہے اس لئے ضرورت تھی کہ اس کو ایک ایسا ہی نبی بیان کرتا جو نبوت کے درجہ کو ختم کرنے والا ہو کیونکہ خدا شناسی کی انتہائی تعلیم کے بعد نبوت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

Marfat.com

۳۔ انبیاء سابقین کے زمانوں میں دُنیا کی حالت مختلف رہی ہے۔ اور موجودہ حالت کے مناسب احکام الٰہی کا نزول ہوتا رہا ہے۔ مثلاً ایک زمانہ تھا جس میں امراء کے ظلم اور عیش پسندی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ رعایا مواشی کی مانند سمجھی جاتی تھی اور حکمران طبقہ محکوم کی ہر چیز پر کامل اختیار رکھتا تھا یہاں تک کہ ان کی جان اور مال اور عزت آبرو تمام چیزیں حکمرانوں کے ہاتھوں میں تھیں۔ اس زمانہ میں جو احکام نازل ہوئے ہیں ردِّ عمل کے طور پر ان میں یہ ہدایت کی گئی تھی کہ اخلاقی حالت کو درست کیا جائے۔ دُنیا سے بے تعلق ہو کر فقیرانہ زندگی بسر کی جائے۔ اور دُنیاداروں سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھا جائے۔ چنانچہ انبیاؑ نے اسی قسم کی زندگی کو اختیار کیا۔ اور اپنے پیروؤں کو بھی ایسی ہی زندگی بسر کرنے کی تعلیم دی۔ اور اسی قسم کی زندگی اختیار کرنے کی عام تبلیغ کی تاکہ لوگوں کو امراء کی صحبت اور عیش پرستی سے نفرت ہو جائے اور بتدریج علم کوشی و عیش پسندی کا خاتمہ ہو جائے۔

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں الحاد۔ شرک اور بُت پرستی کا زور تھا۔ یہاں تک کہ جب حضورؐ نے لوگوں کو توحید الٰہی کی دعوت دی اور شرک و بُت پرستی سے منع کیا۔ تو مخالفوں نے پوری قوت سے حضورؐ کا مقابلہ کیا اور توحید کی دعوت اور عبادت الٰہی سے روکا گیا۔ اور جب آپ مضبوطی سے اس پر قائم رہے تو کفار نے آپ کو ترکِ وطن پر مجبور کر دیا۔ ترکِ وطن کے بعد بھی کفار نے تعاقب کیا۔ اور تعلیم الٰہی کا خاتمہ کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ ان تمام باتوں کا ردِّ عمل ضروری تھا۔ حضورؐ نے خدا کے حکم سے اپنی قوت کو مضبوط کیا۔ فوج فراہم کی اور کفار سے مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ منکرینِ توحید کا خاتمہ کر دیا۔ اس سلسلہ

Marfat.com

میں حضورؐ کو ابتداء میں اخلاق کی تعلیم دینا پڑی۔ پھر صلح و آشتی کا پیام دیا گیا اور اس کے بعد فوجی قوت سے کام لینے کی ہدایت کی گئی۔ اور آخر میں حکمرانی اور جہانبانی کے ملکی فوجی اور اخلاقی وغیرہ قوانین بنانے پڑے۔ جن کی انسان کو مہذب طریقے پر اعلیٰ قسم کی زندگی دُنیا میں بسر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ قوانین ایسے جامع اور ہر زمانے کے لئے کافی ہیں کہ نہ تو ان میں اِصلاح کی ضرورت ہے نہ تبدیلی کی اور نہ ان پر کچھ زیادتی کی۔ ایسی حالت میں دُنیا کو نہ تو اب کسی نبی کی ضرورت تھی اور نہ کسی نئے قانون کی۔ اس لئے نبوت اور وحی دونوں کے سلسلہ کو ختم کر دیا گیا۔

دُنیا کا آخری الہام یا وحی

اُوپر بیان ہُوا ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰؐ دنیا کے آخری نبی ہیں اور جو احکام و ہدایات خدا کی جانب سے بندوں کے لئے آپ پر نازل ہُوئے ہیں وُہ اس قدر جامع اور کامل ہیں کہ ان کی موجودگی میں نہ اب کسی قانون کی ضرورت ہے اور نہ مزید تشریحی اصول کی۔

اس سِلسلہ میں ہم کو یہ بتانا ہے کہ دُنیا کی آخری وحی صرف قرآن مجید ہے۔ یعنی قرآن مجید خدا کا کلام ہے۔ اور ایک ایسا قانون ہے جس کو ہر زمانہ اور ہر ملک کے لئے ہر طرح کا مکمل قانون تسلیم کیا گیا ہے۔

وحی کی تعریف اور اقسام!

کسی ایسے شخص سے جس کے دعویٰ نبوت میں تکذیب کی صحیح علامت نہ

Marfat.com

پائی جائے۔ خدا کا خطاب کرنا وحی کہلاتا ہے۔ دُوسرے الفاظ میں وحی کی تعریف یُوں بھی کی جاتی ہے کہ جو چیز استدلال کے طریقہ پر حاصل نہ کی گئی ہو، بلکہ خداوند تعالیٰ کی جانب سے کسی برگزیدہ بندے کے قلب پر کامل یقین کے ساتھ وارد ہوئی اس کو وحی کہتے ہیں۔

وحی حقیقت میں خدا کا کلام ہوتا ہے جو عالم غیب سے عالم شہادت کی جانب ایک مقرب فرشتہ یعنی جبرئیل علیہ السّلام کے ذریعہ انبیاء کے پاس پہنچایا جاتا ہے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَاۗئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَاۗءُ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝

ترجمہ:۔ کسی بشر کی یہ طاقت نہیں ہے کہ اللہ بالمشافہ اس سے کلام کرے بجز اس طریقہ کے۔ کہ وحی کے ذریعہ پر یا پردہ کی آڑ سے باتیں کرے یا کوئی رسول بھیجے جو اس کے حکم سے اس کی مشیّت کے مطابق باتیں کرے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں سے براہِ راست یا بالمشافہ گفتگو نہیں کیا کرتا۔ بلکہ پیغمبر پر وحی بھیج کر یا پردہ کے پیچھے سے یا کسی فرشتہ کے بجانب انسان کے دل میں القا کر کے باتیں کیا کرتا ہے۔

اس آیت میں تین چیزیں بتائی گئی ہیں۔ وحی گفتگو وراء حجاب اور القاء اور تینوں چیزوں کو اگرچہ لغوی معنیٰ کے اعتبار سے ہم معنی قرار دیا ہے۔ لیکن اتنی

Marfat.com

تفریق مہدی میں رکھی ہے کہ القاء یعنی دل میں کسی بات کا ڈالنا نبی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ ہر بندہ کے دل میں خدا کوئی بات ڈال سکتا ہے یا یہ کہ القاء نبی کی ابتدائی حالت ہوتی ہے اور الہام و وحی یعنی مکالمت آخری حالت اور بعض علماء کا خیال یہ ہے۔ کہ القاء ہر سالکِ راہ حق یا نیک بندہ پر ہو سکتا ہے۔ الہام اولیاء اللہ کے لئے مخصوص ہے اور وحی انبیاء پر نازل ہوتی ہے۔ خواہ وہ فرشتہ کے ذریعہ ہو یا بلا واسطہ دل میں القا ہو۔

اس تشریح سے یہ ثابت ہوا کہ القاء والہام کسی فرشتہ کی وساطت کے بغیر خدا کی جانب سے فائز ہوتا ہے اور وحی اس گفتگو کا نام ہے جو خداوند تعالیٰ کسی فرشتہ کی وساطت سے یا براہِ راست پردہ کے پیچھے سے نبی سے فرماتا ہے۔ یعنی وحی نبوت کے ساتھ مخصوص ہے اور تبلیغ کے ساتھ مشروط اور القاء والہام ولایت کے ساتھ مخصوص ہیں نبوت و تبلیغ کے ساتھ نہیں۔

خداوند تعالیٰ جب کسی نبی سے براہ راست گفتگو فرماتا ہے تو مذکورہ بالا بیان کے مطابق اس کی دو ہی صورتیں ہوتی ہیں۔ یعنی یا تو کسی فرشتہ کو نبی کے پاس بھیجتا ہے اور اس کو اپنا کلام پہنچا دیتا ہے اور یا پردہ کے پیچھے اس سے گفتگو کرتا ہے۔ حیرت کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خداوند تعالیٰ نے گفتگو کی تھی۔

القاء الہام اور وحی اگرچہ ہم معنی الفاظ ہیں لیکن ان کے مراتب میں بڑا فرق ہے۔ القاء والہام کے لئے ضرورت ہے کہ انسان اپنے آپ کو اعمال نیک سے اس کا اہل بنائے اور وحی کے لئے اس کی ضرورت نہیں ہے یعنی اعمال نیک اور کسب کے ذریعہ وحی کا نزول نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ دولت صرف اس بندہ کو نصیب

Marfat.com

ہوتی ہے جس کو خداوند تعالیٰ نبوّت کے لئے منتخب فرماتا ہے۔

وحی کی دو قسمیں ہیں ایک وحی متلو اور دوسری وحی غیر متلو۔ جو وحی فرشتہ کی وساطت سے نازل ہو اور نبی اس کو بلفظہٖ محفوظ کر لے اور پھر بلفظہٖ اس کو دُوسروں تک پہنچا دے۔ اس کو وحی متلو کہتے ہیں اور جو وحی بلاواسطہ نازل ہو یعنی جس کا مضمون نبی کے قلب میں القاء کیا جائے اور نبی اس مضمون کو اپنے الفاظ میں دوسروں کو پہنچائے اس کو وحی غیر متلو کہتے ہیں۔ وحی متلو اور غیر متلو اگرچہ نبی اور افرادِ اُمّت دونوں کے لئے اعتراف و یقین کے ایک درجہ میں ہیں۔ لیکن شرعی اعتبار سے وحی متلو قطعی الیقین اور اصل دین ہے اور اس کا منکر متردد کافر ہے اور وحی غیر متلو قطعی الیقین اور اصل دین نہیں ہے۔ اور اس کا انکار یا تردد کفر نہیں ہے۔

علماء نے تشریح کی ہے کہ وحی متلو قرآن مجید ہے اور وحی غیر متلو حدیث اس بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حدیث اگرچہ قرآن کے مقابلہ میں قطعی الیقین اور اصل دین نہیں ہے۔ لیکن وحی الٰہی ہونے کے سبب اور صحت و ثوق کے اعتبار سے اس پر بھی یقین رکھنا ضروری ہے۔ جس سے آج بعض نام کے مسلمان انکار کی جرأت کر رہے ہیں۔

وحی متلو اور غیر متلو کے درمیان یہ بھی فرق ہے کہ وحی متلو کے اخذ کے دو درجے ہیں۔ یعنی فرشتہ ذات الٰہی سے اخذ کرتا ہے اور پھر نبی فرشتہ سے اخذ کرتا ہے اور وحی غیر متلو کا صرف ایک ہی درجہ ہے۔ یعنی نبی اس کو بلاواسطہ ذات الٰہی سے اخذ کرتا ہے۔

Marfat.com

وحی کی عظمت

اُوپر بیان ہُوا ہے کہ وحی کلام الٰہی ہے۔ اِس سِلسلہ میں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ علم کے جتنے ذرائع دُنیا میں پائے جاتے ہیں ان میں وحی کا درجہ سب سے بلند ہے اور اس کے مقابلہ میں کسی ذریعہ یا علم کو کوئی حیثیت و وقعت حاصل نہیں ہے۔ اور وحی کی یہ عظمت صرف اس بناء پر نہیں ہے کہ دنیا اس کو کلام الٰہی کہتی ہے۔ اور کلام الٰہی کے مقابلہ میں اور کسی کا کلام حقیقت میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا ہے۔ بلکہ خود کلام اپنی عظمت کا مظہر ہے۔ یعنی کلام الٰہی یا وحی الٰہی اس قدر جامع، فصیح و بلیغ اور معجز ہے کہ کوئی کلام اس کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتا۔ کلام الٰہی کی فصاحت اور بلاغت اور اعجاز کے مسئلہ پر ہم کسی آئندہ صفحات پر بحث کریں گے جس سے وحی الٰہی کی حقیقی عظمت کا اظہار ہوگا۔

وحی اَور صاحبِ وحی!

اس موقع پر یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ جو چیز خدا کی جانب سے نبی پر فرشتہ کی وساطت سے نازل ہوتی ہے درمیانی واسطے کے سبب اس میں کوئی شک و شبہ تو پیدا نہیں ہو جاتا درمیانی واسطہ اپنے فرض کو انجام دینے میں کوتاہی تو نہیں کرتا یا یہ کہ جس پر وحی نازل ہوتی ہے وُہ وحی کے الفاظ میں تو کوئی ردّ و بدل نہیں کر دیتا۔

مذہبی نقطۂ نظر سے وحی لانے والے فرشتے یعنی حضرت جبریلؑ کی ذات پر اور پھر اس نبی کی ذات پر جس پر وحی نازل ہوتی ہے اس قسم کے شکوک و شبہات کرنا

Marfat.com

انتہائی جرأت و دلیری اور بدعقیدتی کی مظہر ہے۔ لیکن علمی حیثیت سے اس قسم کے شبہات کا پیدا ہونا ناگزیر ہے۔ اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ وحی اور صاحبِ وحی کی صداقت پر چند الفاظ پیش کریں۔

حضرت جبریلؑ

فن عقائد کا مسئلہ ہے کہ خدا نے جتنے عالم بنائے ہیں ان میں دو عالم نہایت اہمیت رکھتے ہیں یعنی علویات اور سفلیات۔ علویات میں عرش، کرسی۔ سدرۃ المنتہیٰ۔ آسمان۔ جنت اور فرشتے شامل ہیں اور سفلیات میں عناصر اور عناصر سے مرکب چیزیں اور ان مرکب چیزوں میں سے جن اور انسان خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

علویات کی مخلوق میں فرشتے اگرچہ مادی اجسام ہیں۔ لیکن ان کا مادہ اس قدر لطیف ہے کہ آنکھ ان کو دیکھ نہیں سکتی اور اس اعتبار سے ان کو روحیں کہا جا سکتا ہے۔ یہ فرشتے اتنی قوی روحیں رکھتے ہیں کہ اپنے تصرف سے ہر قسم کی جسمانی پوشاک زیبِ تن کر سکتے ہیں۔ یعنی جس قسم کی جسمیت کو وہ اختیار کرنا چاہیں اپنے تصرف سے اختیار کر سکتے ہیں۔ پھر خدا نے ان کو معصوم محض اور خیر محض بنایا ہے۔ یعنی ان میں نافرمانی خلاف ورزی اور بدکاری و ارتکاب جرائم کا مادہ ہی نہیں رکھا ہے یعنی ان کی پیدائش میں وہ مادہ رکھا گیا ہے جس میں سرکشی تمردی، نافرمانی اور خلاف ورزی کی آمیزش نہیں ہے۔ پھر ان میں کسی قسم کی خواہشات بھی نہیں رکھی گئیں ہیں اور نہ ان کو نر و مادہ بنایا گیا ہے۔

مختصر یہ کہ فرشتے عالم علوی کی اہم مخلوق ہیں اور ان کو عالم سفلی کا مدبر

Marfat.com

اور منتظم قرار دیا گیا ہے۔ ان کی تعداد اگرچہ حدود شمار سے زائد ہے۔ لیکن اصولی طور پر ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ملائکہ تربیت اور دوسرے ملائکہ ہلاکت قسم اوّل کی جماعت کے سردار میکائیل و جبرئیل ہیں۔ اور قسم دوم کی جماعت کے افسر عزرائیل اور اسرافیل ہیں۔ میکائیل جسمی تربیت کے کارکن ہیں۔ اور جبرئیل رُوحانی تربیت کے۔ اسی طرح اسرافیل ہلاکت کلّی کے کارندہ ہیں۔ اور عزرائیل ہلاکت جزئی کے۔

ان تمام افسروں میں جبرئیل کی ذات سب سے افضل ہے اور یُوں تو وُہ ہر کام کر سکتے ہیں۔ لیکن ان کی اہم و خاص خدمت خدا کا کلام اس کے خاص بندوں تک پہنچانا ہے۔ اور اس اعتبار سے ان کو رُوح القدس اور رُوح الامین بھی کہا جاتا ہے۔ یہ اعزاز کسی دُوسرے فرشتہ کو نہیں مِلا۔

اُوپر کی تشریح سے معلوم ہُوا کہ فرشتوں کو اُس مادہ سے پیدا کیا گیا ہے جس میں صرف وفاداری اور اطاعت شعاری ہے اور یہ کہ فرشتے صرف مشین کی طرح کام کرتے ہیں۔ خدا کی مرضی کے بغیر ایک ذرّہ بھر اِدھر اُدھر نہیں جا سکتے اس بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ جس مخلوق میں صرف اطاعتِ حکم کا مادہ ہے وُہ حکم الٰہی کی خلاف ورزی کر کے وحی الٰہی میں کیونکر کمی بیشی یا ردوبدل کر سکتی ہے؟ یا یہ کہ وحی کو کسی غیر شخص تک پہنچا سکتی ہے۔ یہ امر نہ تو ممکن ہے اور نہ اس معاملہ میں حکمِ الٰہی کی خلاف ورزی ہو سکتی ہے۔

صاحبِ وحی!

انبیاء سابق جن پر خدا کی جانب سے ایک خاص رُوح یعنی روحِ قدسی عطا

Marfat.com

ہُوئی تھی۔ اور وُہ فطرتاً معصوم ہوتے تھے۔ اس لئے ان سے کسی غلطی۔ فروگذاشت یا گناہ کا صدور ناممکن تھا۔ دوسرے الفاظ میں اس کی تشریح یوں کی جا سکتی ہے۔ کہ نبی کی ذات میں دو قسم کی قوتیں ہوتی ہیں۔ یعنی نبی اپنی ذات میں دو حیثیتیں رکھتا ہے۔ ایک بشری قوت یا حیثیت اور دوسری ملکی قوت یا حیثیت۔ بشریت کی حیثیت سے نبی پورا البشر ہوتا ہے اور بشریت کی تمام خاصیتیں دوسرے انسانوں کی طرح اس میں پائی جاتی ہیں۔ اور ملکیت کی حیثیت میں وُہ پورا فرشتہ ہے۔ اور فرشتہ کے تمام خواص اور قوتیں اس کو حاصل ہوتے ہیں۔ گویا نبی ان دونوں حیثیتوں کے سبب انسانوں اور فرشتوں کے درمیان یا انسانوں اور خدا کے درمیان برزخ ہوتا ہے اور انسانوں فرشتوں اور خدا کے تینوں عالموں کو نبی ایک خاص مرکز پر جمع کر دیتا ہے۔

اس تشریح سے یہ ظاہر ہُوا کہ نبی انسانی قوتوں کا مالک ہونے کے سبب پُورا البشر ہوتا ہے اور نبوت کی رُوح قدسی اور صفات ملکوتی کا مالک ہونے کے سبب پُورا فرشتہ ہوتا ہے۔ اس بناء پر جس طرح فرشتے سے وحی پہنچانے میں کسی غلطی کا امکان نہیں ہے۔ نبی سے بھی بحیثیت سکوتی صفات کا جامع ہونے کے کسی غلطی، فروگذاشت اور گناہ کا امکان نہیں ہے۔ نبی سے بھی بحیثیت ملکوتی صفات کا جامع ہونے کے کسی غلطی۔ فروگذاشت اور گناہ کا امکان نہیں ہے۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وحی متلو قطعی الیقین اور اصل دین ہے اور اس میں کسی قسم کا شک و شُبہ کرنا کفر ہے۔

کلام الٰہی پرکھنے کا معیار!

Marfat.com

خدا کے کلام کو پرکھنے اور اس امر کا یقینِ کامل حاصل کرنے کے لئے کہ نبی جس کلام کو خدا کا کلام بتاتا ہے وُہ حقیقت میں خدا کا کلام ہے یا نہیں؟ مختلف طریقے ہیں اس موقع پر سلسلہ بیان میں ہم چند طریقوں کا ذکر کرتے ہیں۔

۱:۔ جس شخص نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہے اور خدا کے کلام کا اپنے تک وحی کے ذریعہ پہنچنے کا ذکر کرتا ہے اس کی حالت کو تحقیق کرنا اور مختلف ذرائع سے یہ معلوم کرنا کہ اس کا دعویٰ سچا ہے یا جھوٹا۔ اور اس کی تعلیم کیسی اور کس درجے کی ہے؟

۲:۔ پھر یہ دیکھنا کہ جس کلام کو مدعی نبوّت خدا کا کلام کہہ کر پیش کرتا ہے۔ وُہ کلام کس پایہ کا ہے۔ یعنی مدعی نبوت اس قسم کا کلام بول سکتا ہے یا نہیں؟ یا جو مضامین اس کلام میں جس کو وُہ خدا کا کلام کہتا ہے پائے جاتے ہیں؟ اس جیسے مضامین اس کے دل و دماغ میں پیدا ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ یا گردوپیش کے سامان سے اس قسم کے مضامین کا مواد فراہم ہو سکتا ہے یا نہیں؟

ان دونوں حالتوں پر غور کرنے کے لئے ہم کو انبیاء کی حالت پر نظر ڈالنی پڑے گی۔ جہاں تک تاریخی واقعات و حالات کا تعلّق ہے اگرچہ انبیائے سابق کے صحیح حالات ہم کو نہیں ملتے۔ لیکن مذہبی کتابوں اور خصوصاً قرآن مجید میں جو حالات ملتے ہیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ انبیائے سابق نہ تو علمی حیثیت سے کوئی ممتاز درجہ رکھتے تھے اور نہ دولت و ثروت کے مالک تھے اور نہ وہ مضامین ان کے دل و دماغ میں پیدا ہو سکتے تھے جو اس کلام الٰہی میں پائے جاتے تھے جس کو وُہ خدا کا کلام کہہ کر پیش کیا کرتے تھے۔

اس سلسلہ میں ہم اس نبی کے ذاتی حالات اور علمی استعداد پر البتہ کافی روشنی

Marfat.com

ڈال سکتے ہیں۔ جو دنیا کا آخری نبی تھا اور جس پر خدا کی آخری وحی اور مخلوق الٰہی کے لئے آخری جامع قانون نازل ہوا تھا۔

آخری نبیؐ کی حیاتِ مقدّس پر ایک نظر

حضرت محمد مصطفےٰؐ کی حیاتِ مقدّس پر کچھ لکھنے سے پہلے اس امر کی ضرورت ہے کہ ہم اس زمانہ کی حالت بھی دکھائیں۔ جس زمانہ میں حضورؐ کو نبوّت عطا ہوئی ہے تاکہ حضور کی ذات پر پُوری روشنی پڑ سکے اور ہر شخص آسانی کے ساتھ یہ معلوم کر لے کہ آخری نبی حقیقت میں عام نبی تھا۔ اور جو قانون اس پر نازل ہوا وہ ساری دُنیا کے لئے اور قیامت تک کے لئے جامع قانون ہے۔

جس زمانہ میں آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوّت عطا ہوئی ہے اس زمانہ میں دنیا کے اندر مذہب میں فِتنہ تباہی اور خصومت و نزاع پھیلی ہوئی تھی۔ نورِ حق مضمحل بلکہ نابود ہو گیا تھا۔ معمُولی معمُولی باتوں پر خیالات و آراء میں اختلاف تھا۔ مختلف قسم کے خیالات اور لغو و بیہودہ معتقدات کی گرم بازاری تھی۔ بے شمار خواہشات اور اغراض انسانوں کے دلوں میں بھری ہُوئی تھیں۔ شیطان کی پیروی میں لوگ جھوٹی اور بیہودہ خواہشات کے غلام بنے ہُوئے تھے۔ پتھروں کو تراش کر معبود بنائے جاتے تھے اور عام طور پر ان کو سجدہ کیا جاتا تھا۔ تصاویر کی پرستش ہوتی تھی۔ پتھروں کے مجسّموں اور تصاویر میں الوہیت کا اعتقاد شامل تھا۔ خدا کے معاملہ میں عجیب عجیب خیالات پھیلے ہُوئے تھے۔ بعض کا اعتقاد تو یہ تھا کہ خدا ناسوت میں ظاہر ہوتا ہے یعنی مادی اجسام میں خدا کا ظہور

Marfat.com

ہوتا ہے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ بشر بھی خدا ہیں۔ بعض کہتے تھے کہ سعادت و شقاوت کی قوتیں بعض انسانوں میں موجود ہیں اور اس اعتقاد کا نتیجہ یہ تھا کہ لوگ ایسے فرضی اشخاص سے خوف زدہ رہتے تھے اور جن لوگوں کو ایسی قوتوں کا مالک سمجھا جاتا تھا وہ بے دریغ عوام پر ظلم و ستم کرتے اور حلال اشیاء کو حرام اور حرام اشیاء کو حلال اپنی خواہش و مرضی سے کر لیا کرتے تھے۔

اس زمانہ میں عوام کی حالت یہ تھی کہ امراء اور فرضی قوتوں کے مالک اشخاص کی نظر میں وہ مواشی کی مانند ذلیل و خوار اور جہالت کی تاریکی میں گرے ہوئے تھے رؤسا شخصی مطامع میں مبتلا اور بہیمی لذات کے حصول میں سرگرداں رہتے تھے۔ مذہب کے اہم مسائل میں امراء کے اندر اختلافات بلکہ مخالفت رہا کرتی تھی اور اس چیز کو انہوں نے منازعت کا ذریعہ بنا رکھا تھا۔ اور اس کا نتیجہ یہ تھا کہ نئی نئی باتیں دنیا میں پھیلی ہوئی تھیں۔ ہزاروں قسم کے فرقے بن گئے تھے۔ ہر چیز جائز و حلال سمجھنے والوں اور منکرین مذہب کی تعداد بڑھ رہی تھی۔ ہر فرقہ کا سردار اپنی جماعت کو بھڑکاتا رہتا۔ اور دوسرے فرقوں سے لڑاتا رہتا تھا۔ اور انسانی خون بے دریغ بہایا جاتا تھا۔

یہ مختصر خاکہ ہے اس زمانہ کی حالت کا جس میں آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کا ظہور ہوا۔ اور یوں تو دنیا کا ہر خطہ اس مصیبت میں مبتلا تھا لیکن بلاد عرب کی حالت سب سے زیادہ نازک اور دردناک تھی۔

غرض دنیا میں عام طور پر فتنہ و فساد پھیلا ہوا تھا۔ عناد و خصومت کی زیادتی تھی علم و اخلاق کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ جہالت نے علم کی جگہ لے لی تھی۔ کمزور اشخاص طاقتوروں

Marfat.com

کے غلام تھے۔ اور انسانیت کا خاتمہ ہو چکا تھا کہ کائنات کے خالق کا دریائے رحمت جوش میں آیا۔ اور اس نے مکہ کے ایک بے سروسامان خاندان میں سے ایک ایسے شخص کو اپنا نبی منتخب کیا جو قطعی اُمّی (ناخواندہ) اور یتیم و فقیر تھا۔

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یتیمی اور فقر کی حالت دُنیا پر روشن ہے۔ اور کسی متعصب سے متعصب مؤرخ کو بھی اس سے انکار نہیں ہے۔ اس لئے اِس موضوع پر بحث کرنا اور شواہد و دلائل پیش کرنا بالکل غیر ضروری ہے البتہ آپ کی اُمّیت پر بحث کرنا ضروری اور موضوع کے لحاظ سے نہایت ضروری ہے۔

۱۔ کسی مؤرخ کو اس سے انکار نہیں ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی قوم (قریش) کی زیادہ تعداد اُمّی اور جاہل تھی۔ صرف چند لوگ جن کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے ایسے تھے جن کو معمولی پڑھنا لکھنا آتا تھا۔ البتہ قوم کے افراد میں عیش و عشرت سے زندگی بسر کرنے اور مخالف و مزاحم کا استیصال کر دینے کا شوق عام طور پر تھا۔ ایسی حالت میں کون کہہ سکتا ہے کہ ایسے بچّہ کو جو یتیم و فقیر اور دادا یا چچا کی نگرانی میں تھا تعلیم دلائی گئی ہوگی اور اپنے بچّوں کو اُنہوں نے تعلیم سے محروم رکھا ہوگا۔ البتہ یہ امر قرینِ قیاس ہے کہ تعلیم کے بجائے آپ کو عیش و عشرت سے زندگی بسر کرنے کے طریقوں کو بتایا ہوگا اور ایک ایسی چیز یعنی تعلیم کی جانب آپ نے بھی رغبت نہ کی ہوگی۔ جو آپ کی قوم میں بہت کم پائی جاتی تھی۔

۲۔ لکھنا پڑھنا سیکھنے کے لئے کافی وقت کی ضرورت ہے اور خصوصاً ایسے مُلکوں اور شہروں میں جہاں نہ تو تعلیمی درسگاہیں ہوں۔ نہ کتب خانے اور نہ معلّم نہ مدرّس۔ ایسی حالت میں اگر آپ تعلیم حاصل کرنے کی کوشش فرماتے تو یقیناً آپ کو غیر معمولی

Marfat.com

دشواریوں کا مقابلہ کرنا پڑتا۔ اور پھر تعلیم کا اخفاء بھی ممکن نہ ہوتا۔ یقیناً قوم اور شہر کے لوگ آپ کو لکھتا پڑھتا دیکھتے۔ زیادہ نہ سہی ایک آدھ مرتبہ تو ضرور دیکھنے کا موقع ملتا۔ لیکن نہ تو اس کا کوئی ثبوت ہے کہ آپ نے لکھنے پڑھنے کی کوشش کی اور نہ کوئی شہادت اس بات کی ہے کہ کسی نے آپ کو لکھتے دیکھا۔ آپ نے ہوش سنبھالنے اور پھر نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد ہمیشہ اپنے اُمّی ہونے کا اعلان کیا اور قوم کے سربرآوردہ اشخاص کے اجتماع میں ہمیشہ اپنے اَن پڑھ ہونے کا دعویٰ کیا۔ لیکن کبھی کسی نے آپ کے اس اظہار و اعتراف پر اعتراض نہیں کیا۔ اسی حقیقت کا اظہار خداوند تعالیٰ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ اے محمدؐ! تم قرآن کے پہلے نہ تو کوئی کتاب پڑھ سکتے تھے اور نہ آپ ہاتھ سے کچھ لکھ سکتے تھے ایسا ہوتا تو جھٹلانے والوں کو شک کا موقع ہوتا۔

۳۔ نبوت سے پہلے کسی شخص نے آپ کو کسی ایسے شخص کے پاس آتے جاتے نہیں دیکھا جو لکھا پڑھا مشہور ہو اور نہ کبھی حضورؐ کی آخری زندگی تک کسی نے اس کی شہادت دی کہ اس نے حضورؐ کو کسی ایسے شخص کے پاس آتے جاتے دیکھا ہے۔

۴۔ کسی نے نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد آپ کو گھر کے اندر اور گھر سے باہر کتاب، کاغذ، قلم اور دوات وغیرہ کو استعمال کرتے نہیں دیکھا۔ اور نہ کبھی کسی چیز کو تصنیف کرتے یا تالیف و مدوّن کرتے پایا۔

Marfat.com

۵۔ نبوّت سے پہلے اگر آپ کسی شخص سے لکھنا پڑھنا سیکھتے تو اپنے دوستوں سے اس کا ذکر ضرور فرماتے اور اپنے اُستاد کا غیر معمولی احترام بھی کرتے اور اُستاد بھی لوگوں سے آپ کے لکھنے پڑھنے کا ذکر کرتا۔ حالانکہ ان میں سے ایک بات بھی وقوع میں نہیں آئی۔

ان مختصر دلائل سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ حضورؐ نے کسی قسم کی تعلیم حاصل نہیں کی آپ قطعی ناخواندہ تھے۔ اس کے بعد اب حضورؐ کی زندگی پر ایک سرسری نظر ڈالنی ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوگا کہ آپ نے نبوّت کا دعویٰ کر کے کسی خاص غرض کو حاصل کرنا نہیں چاہا تھا۔

حضورؐ شکمِ مادر ہی میں تھے۔ کہ آپ کے والد نے انتقال کیا۔ اور پیدائش کے بعد آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کی کفالت کی پھر آپ کی والدہ اور دادا نے بھی آپ کی صغر سنی ہی میں انتقال کیا۔ اور آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کو اپنی نگرانی میں لے لیا۔

پیدائش سے سنِ شعور کو پہنچنے تک آپ کے حالات میں ایسی کوئی بات نہیں ملتی جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ آپ نے دُنیا کا نامور انسان بننے کی کوئی کوشش کی۔ یا کوئی حیلہ اختیار کیا تھا۔ یا آپ کا میلان کسی نامناسب عمل کی طرف ہوا تھا۔ آپ نے شرفائے عرب کے بچوں کی طرح بکریاں چرائیں اور سنِ شعور کو پہنچ کر تجارتی کاموں میں حصّہ لیا۔

ملک میں اوہام فاسدہ اور بُت پرستی کی حکومت تھی۔ بداخلاقی معیارِ شرافت تھا۔ پتھر کے معبودوں کے سامنے بیٹھ کر شراب نوشی عبادت کی حد تک پہنچ گئی

Marfat.com

تھی، فسق و فجور اور شہوانی خواہشات کا بھوت اُمراء سے لے کر فقراء تک کے سروں پر چڑھا ہوا تھا۔ فضول باتوں پر لڑائیاں چھیڑ دی جاتی تھیں۔ اور شعر و شاعری کا یہ عالم تھا کہ ملک کی فضا میں شعری ترنم گونجا کرتا تھا۔ بایں ہمہ حضورؐ نے ان باتوں میں سے کسی ایک کو بھی اختیار نہیں کیا۔ بلکہ یُوں کہنا چاہیئے کہ اختیار کرنے کا خیال بھی دل میں پیدا نہ ہونے دیا۔

بالغ ہو جانے کے بعد بتقاضائے فطرت آپ نے شادی کی۔ لیکن کس سے؟ ایک بیوہ عورت سے جس کی عمر زیادہ تھی۔ کیا یہ ممکن نہ تھا کہ آپ ایک حسین جمیل و نوجوان لڑکی سے شادی کرتے اور زندگی کی حقیقی مسرتوں کا لطف اُٹھاتے؟ ممکن تھا۔ لیکن چونکہ قدرت آپ کو "نبیٔ عام" بنانے والی تھی۔ اس لئے کوئی ایسی خواہش جو نبی کے منافی ہوتی تھی آپ کے دل ہی میں پیدا نہ ہوتی تھی۔

چالیس سال کی عمر ہو جانے پر حضورؐ کے قلب میں خالقِ حقیقی سے ربط قائم کرنے کا خیال پیدا ہُوا۔ اور آپ غارِ حرا میں جا کر خلوت و تنہائی میں خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے اور دُعا و مناجات میں مشغول رہنے لگے۔ یہاں تک کہ درگاہ ربُّ العزت سے آپ کو نبوّت کا جلیل القدر منصب عطا ہُوا۔ اور آپ نے مخلوق کو خالق کی عبادت کی دعوت دی اور یہ قرار دیا کہ دُنیا کا ایک اور صرف ایک ہی خدا ہے جو ان تمام باتوں سے پاک و صاف ہے جو اس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں اور پھر مضبوط دلائل و شواہد سے آپ نے اپنے اس دعوے کو ثابت کیا۔

نبوّت کے منصب پر فائز ہوتے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے لوگوں کو عقل و فکر سے کام لینے کا حکم دیا اور تقلید آباؤ اجداد کی ممانعت فرمائی۔ موجودات پر

Marfat.com

غور وخوض کا شوق دلایا۔ اور پروردگارِ عالم کے سوا کسی دُوسرے کے سامنے سر جھکانے یا اظہار خضوع وخشوع کو حرام قرار دیا۔ زہد میں مبالغہ اور رہبانیت سے منع فرمایا۔ پاک چیزوں کو جائز ومباح کیا۔ حیثیت وناپاک اشیاء کو حرام قرار دیا عدل ومساوات اور غیر مذاہب کے لوگوں سے آشتی ومسالمت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا حکم دیا۔ مذہب میں اکراد کی ممانعت کی اور امن کے خواہشمندوں کی خواہش پر نظر رکھنے کو واجب قرار دیا۔

مختصر یہ کہ اسی قسم کی ہدایات احکام اور اصلاحات تھیں۔ جن سے حضورؐ نے لوگوں کے قلوب کو روشن کیا تھا۔ اور یہ وہ اصلاحات وہدایات تھیں جن سے دنیا خصوصاً یورپ اس وقت تک آشنا نہیں ہُوا تھا مشرق کے خطۂ حجاز سے نورِ اسلام کی یہ شعاعیں نکلیں اور مغرب کی زمینوں تک پہنچ گئیں۔ اس زمانہ میں یعنی لوتیر کی مذہبی اصلاح اور فرانسیسی انقلاب سے قبل کے زمانہ میں یورپ کی حالت کیا تھی۔ اور آفتابِ اسلام کی ضیاء پاریوں کے بعد اس میں کس قدر حیرت انگیز انقلاب ہُوا تھا۔ تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ یورپ اور ساری دُنیا نے اِسلام ہی کی روشنی میں کس قدر ترقی کی۔ اور اسلام ہی کے زریں اُصول دنیا کی اصلاح کا مبداء قرار پائے ہیں۔

غرض یہ کہ آخری نبی کی حالت ہرگز اس قابل نہ تھی کہ ان پر تہمت تراشی کا کوئی الزام لگایا جا سکے ان کا دعویٰ نبوت سچا تھا اور ان کی تعلیم ساری دُنیا کی اصلاح کا سبب بنی تھی۔

اب رہا یہ کہ جس کلام کو حضورؐ نے خدا کا کلام بتا کر لوگوں کے سامنے پیش کیا

Marfat.com

تھا، اس کی حقیقت کیا تھی ؟۔ یا جو مضامین اس کلام میں پائے جاتے تھے۔ وُہ کس پایہ کے تھے۔ اس پر بھی مختصر سی بحث کی ضرورت ہے۔

۱۔ اُوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ عرب میں شعر و شاعری کا شغل اور ادبی ذوق اتنا بڑھا ہوُا تھا کہ عرب کی فضا اشعار کی ترنم سے معمور رہا کرتی تھی۔ بایں ہمہ حضورؐ نے عرب کے اس عام مذاق میں نہ تو کوئی حصّہ لیا اور نہ نثر و خطابت وغیرہ سے کوئی دلچسپی ظاہر کی بلکہ یُوں کہنا چاہیئے کہ حضورؐ نے نہ تو نبوّت سے پہلے ادبی مشاغل میں کوئی حصّہ لیا تھا اور نہ منصب نبوّت پر فائز ہونے کے بعد آپ کو ان مشاغل سے کوئی دلچسپی ہُوئی تھی اور نبوّت سے پہلے تو کسی ایک موقع پر بھی آپ کی زبان سے چند جملے بھی ایسے نہیں سُنے گئے۔ جن کو فصاحت و بلاغت کی ترازو میں تولا جا سکے بایں ہمہ آپ نے لوگوں کے سامنے جو کلام پیش کیا تھا وہ اس قدر فصیح و بلیغ اور معجز تھا کہ سارا عرب اس کی فصاحت و بلاغت کے سامنے سرنگوں تھا۔ اس کے مثل ایک جملہ پیش کرنے سے عاجز تھا اور یہ کہنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ یہ انسانی کلام نہیں بلکہ سحر و جادو ہے۔ یہی وہ وحی الٰہی تھی جس نے اہلِ زبان کو گونگا کر دیا تھا۔ اور یہی وُہ کلام الٰہی تھا جس کے عجائبات اور مضامین نے لوگوں کو غور و فکر میں ڈال دیا تھا۔ یہ کلام معجز آپ کو کبھی کبھی نازل ہوتا تھا۔ عام طور پر آپ گفتگو وغیرہ میں جو الفاظ استعمال کیا کرتے تھے وُہ اس پایہ کے نہ ہوتے تھے اور نہ ان میں اس قدر زور دانی اور اسلوبِ بیان میں شستگی ہوتی تھی۔

۲۔ حضورؐ نے جو کلام۔ کلامِ الٰہی کے نام سے فصاحت و بلاغت کے مجتموں

Marfat.com

یعنی فصحائے عرب کے سامنے پیش کیا تھا۔ انسانی کلام عموماً یکساں نہیں ہوتا۔ انسان کتنا ہی بڑا ادیب و شاعر اور فصیح و بلیغ کیوں نہ ہو اس کی زندگی کا تمام کلام یکساں نہیں ہو سکتا۔ ابتدائی کلام یقیناً کمزور ہوتا ہے۔ درمیانی کلام پختگی عقل و کمال علم کے سبب انتہا درجہ کا فصیح و بلیغ ہوتا ہے اور آخری کلام میں ضعفِ عقل اور ذہول و نسیان کے سبب بعض ایسے نقائص اور کمزوریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جن پر اس زمانہ کے فصحا ہنستے ہیں لیکن حضورؐ نے جو کلام الٰہی کلام کے نام سے پیش کیا تھا۔ وہ شروع سے آخر تک انتہا درجہ کا فصیح و بلیغ اور معجز تھا۔ اور فصحائے عرب کو اس میں ایک شوشہ کی کمزوری بھی نظر نہ آتی تھی۔ کیا کوئی انسان ایسا کلام پیش کر سکتا ہے۔ کیا کسی انسان میں اتنی قوت قابلیت اور اہلیت ہے کہ ساری عمر میں اس کے کلام کے اندر کمزوری پیدا نہ ہو۔ اور آخر عمر تک کلام کا زور وہی باقی رہے جو ابتداء میں تھا یا کوئی ایسا انسان ہے جس نے اپنی عمر میں کبھی اپنی گفتگو یا تقریر و تحریر میں کوئی غلطی نہ کی ہو۔ یقیناً یہ بات انسان کی قدرت سے باہر ہے۔ صرف کلام الٰہی ہی ایسا کلام ہے جو ان تمام نقائص سے پاک ہو سکتا ہے اور کوئی انسانی کلام اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

۳۔ کسی دعوے کے دلائل میں سب سے بڑی دلیل وہ ہو سکتی ہے جو مخالفوں کو عاجز کر دے اور وہ اس کے مقابلہ میں کوئی ایسی چیز پیش نہ کر سکیں جو اس کی قاطع ہو۔ حضورؐ نے جب احکام و ہدایات الٰہی کو اپنی قوم اور اپنے شہر کے لوگوں کے سامنے پیش کیا اور یہ بتایا کہ یہ محیط کل یعنی خالق کائنات اللہ کے احکام ہیں تو لوگوں نے حضورؐ کی تکذیب کی اور یہ ظاہر کیا کہ اس قسم کی ہدایات کو الٰہی ہدایات بتانا خدا پر

Marfat.com

انہام لگانا ہے جس کا واضح مطلب یہ تھا کہ کلام الٰہی، کلام الٰہی نہیں ہے۔ محمدؐ نے جو گھڑ لیا ہے۔ اس کے جواب میں حضورؐ نے عرب کے فصحاء کو دعوت دی کہ اگر تم اس کلام میں جس کو میں خدا کا کلام بتاتا ہوں کچھ شک و شبہ رکھتے ہو یا اس کو خدا کا کلام نہیں، میرا کلام سمجھتے ہو۔ تو تم بھی مجھ ہی جیسے انسان ہو اور اسی قوم سے تعلق رکھتے ہو جس سے میرا تعلق ہے اور اسی ملک کے باشندے ہو جہاں میں رہتا ہوں اور اتنی ہی قابلیت کے تم مالک ہو جتنی میں رکھتا ہوں تو تم کیوں ایسا کلام بنا کر پیش نہیں کر دیتے یعنی اگر تم اس کو میرا کلام بتاتے ہو تو تم بھی ایسا ہی کلام بنا لاؤ خواہ فرداً فرداً یا سب کے سب جمع ہو کر۔ حضورؐ کے اس چیلنج نے فصحائے عرب کو دم بخود کر دیا۔ اور وُہ عاجز و درماندہ لوگوں کی طرح نظریں نیچی کر کے اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ کسی کو حضورؐ کا چیلنج قبول کرنے کی جرأت ہُوئی۔

یہ واقعہ آیات تحدی کے نزول سے پہلے کا ہے۔ یعنی آیات تحدی کے نزول سے پہلے حضورؐ نے اپنے الہام کو خدائی کلام یقین کر کے فصحائے عرب کو چیلنج دے دیا تھا کہ اگر تم کو اس کلام میں کچھ شک ہو تو تم بھی اس جیسا بنا لاؤ اور میرے سامنے پیش کرو اس چیلنج کے کچھ دنوں بعد یہ آیت نازل ہُوئی۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝

Marfat.com

ترجمہ :- جو قرآن ہم نے اپنے بندے (محمد صلعم) پر نازل کیا ہے اگر اے کافرو تم کو اس میں شک ہی (یعنی تم یہ خیال رکھتے ہو کہ یہ قرآن خدا کا کلام نہیں محمدؐ کا کلام ہے) اور اپنے اس خیال میں تم سچے ہو تو اس جیسی ایک سورت تم بھی بنا لاؤ۔ اور اللہ کے سوا اپنے حمائتیوں کو بھی اس کام میں شریک کرنے کے لئے بلا لو۔ اس پر بھی تم ایسا نہ کر سکو، اور ہرگز تم نہ کر سکو گے۔ تو تم کو اس آگ سے ڈرنا چاہیئے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور جو منکرین کے لئے تیار کی گئی ہے۔

فصحائے عرب نے اس تحدّی کا جواب دینے کی ضرور کوشش کی ہو گی فرداً فرداً اور مجتمع ہو کر ضرور اس جیسا کلام بنانے میں پوری قوت صرف کی ہو گی لیکن انسان عاجز و کمزور انسان خدا کا مقابلہ کیونکر کر سکتا ہے؟ سب کے سب اوندھے گر پڑے ہوں گے اور پھر اُن کی زبان سے عجز و درماندگی کے اظہار میں یہ الفاظ بے ساختہ نکل گئے ہوں۔ "اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ" یہ قرآن تو بس ایک قسم کا جادو ہے۔ جو اگلے لوگوں سے چلا آتا ہے۔

۴۔ قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کے بے شمار دلائل ہیں جن میں سے بعض کا ذکر اُوپر کیا گیا ہے۔ ایک اور دلیل وہ غیبی خبریں اور پیشین گوئیاں ہیں۔ جو قرآن نے بتائی ہیں۔ اور جن کو نہ تو حضور صلعم جانتے تھے نہ آپ کی قوم ان سے آگاہ تھی اور نہ کوئی اُن کی تردید کر سکا تھا۔

قرآنی پیشین گوئیاں

۱ :- خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح مکہ سے ایک سال پہلے یہ بشارت دی

Marfat.com

تھی۔ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْشَآءَ اللّٰہُ اٰمِنِیْنَ ○

ترجمہ:۔ تم ضرور مسجد حرام (مکہ) میں امن کے ساتھ داخل ہوگے انشاء اللہ۔" چنانچہ ایک سال کے بعد مکہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔

۲:۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ○ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ۔

ترجمہ:۔ قریب کی سرزمین میں رُومی مغلوب ہوگئے اور مغلوب ہونے کے چند سال بعد وُہ غالب آجائیں گے۔

حضور صلعم مکہ میں تشریف فرما تھے کہ ایرانیوں اور رومیوں کے درمیان جنگ ہوئی جس میں ایرانیوں نے فتح حاصل کی۔ ایرانی چونکہ بُت پرست تھے اور رومی اہلِ کتاب۔ اس لئے کفّارِ مکہ ایرانیوں کی فتح سے بہت خوش ہُوئے اور اہلِ کتاب پر جن میں مسلمان بھی تھے طعن کرنے لگے۔ حضورؐ نے کفار کے طعن کو سُن کر حکمِ الٰہی سے یہ فرمادیا کہ ایرانی کامیاب ہوگئے ہیں۔ تو کیا بات ہے عنقریب رومی ان پر فتح حاصل کرلیں گے۔ حالات اگرچہ قطعاً خلاف تھے۔ لیکن جو کچھ قرآن نے کہا تھا وہی ہُوا۔ اور نو سال بعد رومیوں نے ایرانیوں پر فتح حاصل کرلی۔

۳:۔ یہود کی نسبت قرآن مجید نے یہ پیشین گوئی کی تھی۔

ضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الذِّلَّۃُ اَیْنَمَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰہِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ ضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الْمَسْکَنَۃُ ط

ترجمہ:۔ بجز اللہ کے پیمان اور انسانوں کے عہد کے جہاں وُہ (یعنی یہود)

Marfat.com

پائے جائیں گے ان کے اُوپر ذلّت سوار ہوگی۔ وُہ اللہ کے غضب میں پڑ گئے اور کمزوری اُن کے اُوپر لازم کر دی گئی۔

(اس آیت کے نزول کے بعد آج تک یہود کو زمین کے ایک چپّہ پر بھی حکومت نصیب نہیں ہوئی غرض اس قسم کی متعدد پیشین گوئیاں ہیں۔ جو قرآن مجید نے کیں اور حرف بحرف پُوری ہوئیں۔ پھر انبیاء علیہم السّلام کے متعدد وُہ قصّے ہیں۔ جن کا علم اس زمانہ میں کسی کو نہ تھا۔ اور یہ تمام پیشین گوئیاں اور غیبی خبریں خدا ہی نے اپنے نبی کو دیں۔ ـــا

ان تمام شواہد و دلائل سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ

"قرآن مجید کلام الٰہی ہے"

Marfat.com

باب دوم

حقائقِ قرآنِ حکیم

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	قرآن مجید کی خصوصیات	۶۳
۲	نبوت محمدی صلعم کا معجزہ قرآن مجید ہے	۶۴
۳	قرآن حکیم کا اثر سننے والوں پر	۷۸
۴	تکمیلِ دین	۸۷
۵	قرآن مجید کی عظمت	۹۰
۶	قرآن مجید دینی و دُنیاوی اور رُوحانی ترقیات کا ضامن ہے	۱۰۰
۷	قرآن مجید کے تعلیمی خصائص	۱۰۷
۸	قرآن مجید کا طرزِ استدلال	۱۱۸
۹	قرآن مجید کی فصاحت اور بلاغت	۱۲۳
۱۰	مفردات کا اِستعمال	۱۲۶
۱۱	جُملوں کا اِستعمال	۱۲۷
۱۲	خصوصیات قرآنی پر مستشرقین یورپ کی رائیں	۱۲۸

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دُوسرا باب

قرآن مجید کی خصوصیّات

یوں تو تمام صُحف الٰہیہ کی تعلیم تقریباً یکساں رہی ہے۔ لیکن زمانہ کی ضروریات گرد و پیش کے حالات اور اقوام کی ذہنی کیفیات کے اعتبار سے احکام میں تغیّر ہوتی رہی ہیں۔ یعنی اقوام دنیا پر جو صحائف الٰہی نازل ہُوئے ہیں ان میں ضروریات زمانہ کے موافق احکام میں ترقّی ہوتی رہی ہے اور علم و عقل کی قوّت اور ذاتی استعداد کے موافق احکام نازل ہوتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ جب انسانی عقول انتہائی ترقی پر پہنچ چکی ہیں اور علوم و فنون کے اصول و مبادی سے متمتع ہونے کی استعداد انسانوں میں کامل ہو گئی ہے۔ تو خدا نے ترسیل انبیاء و تنزیلِ کتب کے سلسلہ کو ختم کرنے کے لئے اپنے آخری نبی حضرت محمّد مصطفےٰ صلعم کو پیدا کیا ہے اور ان پر اپنی آخری جامع کتاب نازل کی ہے جس کا نام قرآن ہے۔

صحف الٰہیہ میں چونکہ قرآن مجید آخری کتاب ہدایت ہے اس لئے ضروری تھا کہ اس میں ایسی خصوصیات اور امتیازات ہوں جو کسی صحیفہ الٰہی میں نہ پائے گئے ہوں تا کہ وہ اپنی خصوصیات اور اپنی امتیازات کے سبب تمام صحف الٰہیہ میں برتری کا

Marfat.com

دعویٰ کر سکے۔

قرآن مجید واقعہ یہ ہے کہ بہت سی ایسی خصوصیات اور امتیازات رکھتا ہے۔ جو آجتک کسی الٰہی صحیفہ کو نصیب نہیں ہوئیں۔ اس موقع پر ہم صرف چند ان خصوصیات کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ جو نہایت واضح اور روشن ہیں۔ اور جن سے مسلمانوں کا واقف ہونا ضروری اور نہایت ضروری ہے۔

نبوّت محمّدی صلعم کا معجزہ قرآن مجید ہے

معجزہ کی تعریف اور اقسام

معجزہ اس خارق عادت امر کو کہتے ہیں جس کے ساتھ تحدّی بھی کی گئی ہو اور وُہ خارقِ عادت امر معاوضہ سے سالم و محفوظ رہا ہو۔ یعنی معجزہ یا امرِ خلافِ عادت مقابلہ اور معاوضہ سے محفوظ رہا ہو اور کسی نے اس کے مقابلہ کامیابی حاصل نہ کی ہو

معجزہ کی دو قسمیں ہیں ایک معجزہ حسّی یعنی وہ معجزہ جس کو حواس کے ذریعہ دریافت کر سکیں۔ اور دوسرا معجزہ عقلی یعنی وہ معجزہ جس کا ادراک صرف عقل کے ذریعہ ہو سکے۔

معجزہ کی ضرورت

معجزہ امرِ ممکن اور امر واقع ہے اور منجملہ دلائلِ نبوّت کے ایک دلیل ہے۔ معجزہ کی اصل غرض نبوّت کی تصدیق اور مخالفین نبی کا اسکات ہے۔

مذکورہ بالا الفاظ سے معجزہ کی حقیقت اور ضرورت معلوم ہو سکتی ہے مزید تفصیل کے لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ انسانی اقوام کی حالت اپنے آغاز و انجام میں

Marfat.com

افرادِ انسانی سے بہت مشابہ ہے یعنی جس طرح ایک بچّہ بے شعوری کی حالت سے ترقی کرتا ہُوا کامل عقل و شعور تک پہنچتا ہے۔ اسی طرح قومیں بھی ابتدائی وحشیانہ حالت سے بتدریج تہذیب تک پہنچتی ہیں۔ اور جس طرح بچہ ابتدا میں عجیب باتوں کا مشتاق ہوتا ہے اور ہر کام میں ان لوگوں کی تقلید کرتا ہے جو قوت میں اس سے برتر ہوں اور پھر جس قدر وہ عقل و تمیز میں بڑھتا جاتا ہے عجائب پرستی اور تقلید کو چھوڑ کر عقل کی رہنمائی کو قبول کرتا جاتا ہے۔ اسی طرح اقوامِ انسانی بھی ابتدائی تہذیب میں عقل و شعور سے خالی ہوتی ہیں اور گرد و پیش کے مناظرِ قدرت کو دیکھ کر نہ تو ان سے عاقلانہ علمی نتائج پیدا کر سکتی ہیں اور نہ عارفانہ روحانی تسکین پا سکتی ہیں ان کا منتہائے نظر صرف یہی ہوتا ہے کہ جس چیز کو عام اشیاء سے ممتاز اور عجیب پاتے ہیں۔ بچّوں کی طرح اس پر جھک جاتے ہیں۔ کسی درخت کو عام نباتات میں کسی صفت میں تمام پایا۔ اسی کی طرف جھک گئے۔ کسی جانور میں کوئی عجیب خاصیت دیکھی اسی کی خدمت کرنے لگے۔ یا کسی انسان میں اپنے سے زیادہ قدرت پائی اسی کا دامن پکڑ لیا۔ چنانچہ اس زمانہ کی عجائب پرستی اور تقلید کی وجہ سے معمولی جادوگروں اور فسوں سازوں کی وُہ پرستش ہوتی تھی۔ جس کی آج خدا کے لئے بھی توفیق نہیں کی جاتی۔ پس ایسے وقت اور ایسی قوم میں جو شخص وحی اور الہام کی دولت لے کر آتا تھا۔ اور وُہ لوگوں کو راہِ راست دکھانا چاہتا تھا۔ تو لوگ نہ تو اس کی عرفانی قدر و منزلت کو سمجھ سکتے تھے اور نہ عقل و شعور سے اس کی تعلیم کو پرکھ سکتے تھے۔ ایسے حالات میں ایسی قوم کو راہ راست پر لانے کا صرف وہی طریق ہو سکتا تھا جو بچّوں کو عقل و شعور سکھانے کے لئے برتا جاتا

Marfat.com

ہے۔ چنانچہ خدا کے پیغمبروں نے تاریک زمانہ میں اسی طریق سے کام لیا۔ اور اپنی رُوحانی طاقتوں کے کرشمے دکھا کر ان کو خدا کی طرف متوجہ کیا۔ اسی کا نام معجزہ ہے۔

(از دین و دانش)

مُعجزہ کی حقیقت

معجزہ کی نسبت عام علماء کی رائے یہ ہے کہ وُہ کسی خاص علّت و معلول کا نتیجہ نہیں بلکہ براہ راست قدرت خداوندی کا اثر ہے۔ چنانچہ ایک انگریز عالم کی رائے ہے کہ

"معجزہ کو ماننے والے خدا کو ایک کارکن ہستی مانتے ہیں۔ جس کا عمل ہر وقت جاری ہے اور اس کا ایک دم کے لئے غافل ہونا تمام دُنیا کی تباہی کا باعث ہے۔ پس اس کا دائمی عمل قانون قدرت ہے اور اس کا کبھی کبھی کا فعل معجزہ کہلاتا ہے۔ مثلاً آکسیجن اور اور ہیڈروجن کے ملنے سے اگر خدا کا ارادہ ہو تو پانی بن جاتا ہے اور یہ قانونِ قدرت ہے اور اگر خدا کا ارادہ شامل نہ ہو تو 'پانی' نہیں بنے گا اور یہ معجزہ ہے۔"

خدا کو ماننے کے تین طریق ہیں۔ جن میں سے ایک طریق ایمان بالخالق ہے۔ یعنی خدا کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا کہ مخلوق کسی وقت اپنے خالق سے بے نیاز نہیں ہے۔ دُوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا اپنی ذات اور قدرت میں غیر محدود ہے اور اس کی مثال یُوں سمجھنی چاہیئے کہ جس طرح اُوپر سے گرنے والے ایک ذرّہ کو ہم اپنے ہاتھ میں لے کر اس کو زمین پر گرنے

Marfat.com

سے روک سکتے ہیں۔ اس لئے کہ کشش ثقل کا جتنا حصہ اس ذرہ کو نیچے کی طرف لا رہا تھا۔ ہمارے ہاتھ کی قوت اس سے زیادہ ہے اور اس لئے اس وقت کشش ثقل کا عمل نہ کرنا اس کے قانون کا ٹوٹنا نہیں بلکہ اس سے ایک بڑی طاقت کا مزاحم ہوتا ہے۔ اسی طرح خدا چونکہ سب سے بڑی طاقت ہے۔ اس لئے اس کا دُنیا کی تمام طاقتوں سے مزاحم ہونا اور اپنے ارادہ سے اُن کے قوانین کو کسی خاص وقت تک کے لئے معطل کرنا خلافِ قانونِ قدرت نہیں ہو سکتا۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ مذہبی حیثیت سے خدا کو تدبر عالم جاننا اور ہر کام کو اسی کی قدرت اور ارادہ کا اثر سمجھنا فرض ہے۔

علماء کی ایک اور جماعت کا خیال یہ ہے کہ خدا نے چونکہ ہر چیز کے قاعدے مقرر کر دئے ہیں۔ اس لئے ان قواعد کے خلاف کسی امر کو وقوع میں لانا اس کی حکمت و خبرت کے خلاف ہے۔ یعنی ہوتا اگرچہ سب خدا ہی کی قدرت سے ہے مگر اس عالم اسباب میں اس کے ظہور کے لئے خاص قواعد اور علت و معلول کا ایک خاص سلسلہ مقرر ہے مثلاً آکسیجن اور ہیڈروجن کے ملنے سے پانی کا بننا خدا کے حکم اور ارادہ پر موقوف ہے۔ مگر اس کے پانی بننے کا حکم اسی وقت صادر ہوگا۔ جب کہ دونوں چیزیں اپنی مقدار پر اور مقررہ شرطوں کے ساتھ جمع ہوں، اور ان کے جمع ہونے پر اس کا پانی نہ بننے کا حکم اسی وقت نافذ ہوگا۔ جبکہ ان کی معینہ مقدار میں تفاوت ہو یا وہ شرطیں جو پانی بنانے کے لئے اس نے مقرر کی ہیں موجود نہ ہوں۔ اس تقریر کا حاصل یہ ہوا کہ مثلاً جسم کو آگ میں ڈال دینے پر اس کا نہ جلنا۔ یا بغیر جسمانی اسباب کے کسی جسم کا مقدار سے زیادہ بلند ہو جانا اگرچہ

Marfat.com

خدا ہی کی قدرت سے ہوتا ہے۔ لیکن ایک وقت میں ایسا ظاہر ہونا اور دُوسرے وقت میں ایسا نہ ہونا ضرور کوئی وجہ رکھتا ہے اور وہ وجہ یہی ہے کہ ایسا ظاہر ہونے کے وقت خدا کا کوئی ایسا صاف باطن بندہ موجود ہوتا ہے جس کی ان رُوحانی طاقتوں میں سے جن کے ادنیٰ کرشمے ہم دیکھ رہے ہیں۔ کوئی ایسی طاقت قوی ہو جاتی ہے کہ وُہ جسم پر حکومت کر سکتا ہے اور اس وقت وُہ صفائی جو اس کی روح میں پیدا ہُوئی ہے۔ یا وہ رُوح جو قدرت نے اس کو خاص طور پر عطا کی ہے آئینہ بن کر اور وہ نُور جو خدا کی قدرت کاملہ کی شکل میں ہر وقت تاباں ہے آفتاب بن کر دونوں باہم متصل ہو جاتے ہیں اور اس وصل سے اجسام پر اثر کرنے کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔

غرض اس اثر یا معجزہ کو خدا کی قدرت کا اثر کہو یا انسان کی روحانی طاقت کا کرشمہ مطلب وہی ہے کہ ہوتا سب کچھ خدا کی قدرت سے ہے، مگر اس کے ہونے کے واسطے انسان کی روحانی طاقت ایک طریقہ اور قانون ہے۔ جس میں تبدیلی نہیں ہوتی۔

(از دین و دانش بتصرف قلیل)

انبیاءِ سابقین کے معجزات

اُوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ انبیاء سابقین کو جو معجزات عطا ہُوئے تھے۔ وُہ اس زمانہ کی اقوام کی عقلی و روحانی طاقت کے موافق دیئے گئے تھے تاکہ وہ ان سے مرعوب ہو کر خدا کی طرف متوجہ ہو جائیں اور خدا کی قدرتوں کے قائل ہو جائیں۔ اس سلسلہ میں یہ بتلانا بھی ضروری ہے کہ ان معجزات کا تمام و کمال یا زیادہ

Marfat.com

حصہ حسّی تھا اور اس زمانہ کے حالات کے مناسب تھا جس زمانہ میں کہ پیغمبروں کا نزول ہُوا تھا۔ چنانچہ علماء سیر کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی بعثت کے وقت مصر میں سحر جادو کا زور تھا اور مصر کی قبطی قوم کا بادشاہ فرعون خود بہت بڑا جادوگر تھا۔ حضرت مُوسیٰؑ کو مصری قوم کی ہدایت کے لئے ایسا ہی معجزہ دیا گیا۔ جو سورۂ سحر کے موافق تھا۔ یعنی عصا اور یدِ بیضا اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے زمانہ میں چونکہ علمِ طب کا زور تھا اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو مُردوں کو زندہ کر دینے اور لُولے لنگڑے اور برصی آدمیوں کو ان امراض سے اچھا کر دینے کا معجزہ عطا فرمایا تھا۔ اسی طرح دوسرے انبیاء کو بھی زمانہ کے موافق معجزات دیئے گئے۔ اور یہ تمام معجزات حسّی تھے۔

آخری نبی کے معجزات

علماء اسلام کا اس بارے میں سخت اختلاف ہے کہ حضورؐ کو بھی دوسرے انبیاء کی طرح معجزات مرحمت ہُوئے تھے یا نہیں؟ متقدمین کا خیال تو یہ ہے کہ معجزہ چونکہ تصدیق نبوّت کے لئے ضروری چیز ہے۔ اس لئے حضورؐ کو بھی مختلف قسم کے معجزات مرحمت ہُوئے تھے۔ لیکن متاخرین میں محقق علماء کی رائے یہ ہے کہ حضورؐ کا عہدِ رسالت چونکہ علمی و عقلی کمال کا زمانہ تھا۔ اور پھر خدا کی آخری کتاب ابد تک کے لئے ساری دُنیا کی ہدایت و رہنمائی کے لئے ایک مکمّل قانون تھی اس لئے آخری نبیؐ کا معجزہ بھی ایسا ہی کامل اور دائمی معجزہ ہونا چاہیئے تھا۔ اور وہ دائمی معجزہ قرآن مجید ہے۔

قرآن مجید میں معجزہ کا لفظ کہیں نہیں آیا ہے۔ اس لئے معجزہ صرف اصطلاحی

Marfat.com

لفظ ہے۔ جو شروع میں مستعمل ہے۔ البتہ معجزہ کے مفہوم کو قرآن مجید کی آیات اور بیّنات سے تعبیر کیا گیا ہے۔ آیات آیت کی جمع ہے جس کے معنی نشانی کے ہیں اور بیّنات کے معنی ہیں دلائل اور کھلی ہُوئی نشانی۔

قرآن مجید میں خداوند تعالیٰ نے اپنی جو نشانیاں بیان کی ہیں وُہ دو قسم کی ہیں ایک تو وہ جو عادت کے موافق ہیں۔ مثلاً بارش ہونا بجلی کا کڑکنا۔ زلزلہ کا آنا۔ اور آسمان و زمین کے اندر مختلف قسم کی چیزوں کا ظاہر ہونا۔ اور دوسری نشانیاں وُہ ہیں جو معمولاً ظہور میں نہیں آئیں۔ یا عادت کے خلاف ہوتی ہیں۔ انہیں نشانیوں کو خدا نے قرآن مجید میں آیات کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور مفسرین نے اس کا ترجمہ معجزات سے کیا ہے۔

حضورؐ سے کفار مکہ وغیرہ نے بارہا معجزات کی خواہش ظاہر کی اور نبوّت کے ثبوت میں خارقِ عادات امور کے وقوع میں لانے کا مطالبہ کیا۔ لیکن حضورؐ نے اور پھر خود خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں کفار کے اس قسم کے مطالبات پر ان کو یہ جواب دیا کہ معجزات کو دیکھ کر پہلی اُمتیں کب ایمان لائی تھیں کہ تم ایمان لے آؤ گے، یعنی یہ کہ جب معجزات کو دیکھ کر پہلی اُمتوں نے ایمان لانے سے انکار کر دیا تھا تو تم سے کیونکر توقع کی جا سکتی ہے کہ تم ایمان لے آؤ گے۔

اس کے بعد حضورؐ نے کفّار کو بتایا کہ معجزات کا مطالبہ تو فضول ہے۔ میں تم کو خدا کی قدرت کے مظاہرہ دکھاتا ہوں اور گذشتہ اقوام کے واقعات یاد دِلا کر تم کو عبرت دلاتا ہوں تم ان چیزوں پر غور کرو اور خدا پر ایمان لے آؤ۔

قرآن مجید میں حضورؐ کی نبوّت کا سب سے بڑا معجزہ قرآن کو بتایا گیا ہے جو ایک

Marfat.com

بالکل عقلی معجزہ ہے البتہ ایک جگہ ایک حسّی معجزہ شق القمر کا ذکر بھی آیا ہے۔ جس کو ان علماء نے جو نبوت کی تصدیق کے لئے حسّی معجزہ کی ضرورت کے قائل ہیں حقیقی معجزہ قرار دیا ہے۔ اور وُہ علماء جو حضورؐ کے حسّی معجزہ سے انکار کرتے ہیں۔ شق قمر کو معجزہ قرار نہیں دیتے بلکہ قرب قیامت کی ایک علامت قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرب قیامت میں چاند شق ہو جائے گا جیسا کہ سورۃ کے ابتدائی الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔

حضورؐ کو حسّی معجزہ کیوں نہیں دیا گیا؟

جن علماء کا خیال یہ ہے کہ حضورؐ کو کوئی حسّی معجزہ نہیں دیا گیا۔ اور کفار کے بار بار مطالبہ پر خدا کی طرف سے ان کو یہی جواب دیا گیا کہ "ہم نے اے کفارِ مکہ، تم پر معجزات کو اس لئے نازل نہیں کیا کہ تم سے پہلے لوگ معجزات کی تکذیب کر چکے تھے"۔ وُہ یہ کہتے ہیں کہ چونکہ خداوند تعالیٰ کا قانونِ قدرت یہ ہے کہ حسّی معجزہ کی تکذیب پر عذاب الٰہی نازل ہو جاتا ہے۔ اس لئے خداوند تعالیٰ نے حضورؐ کی اُمّت کو اپنے عذاب سے بچانے کے لئے حسّی معجزات مرحمت نہیں فرمائے۔

قرآن مجید میں بہت سی ایسی قوموں کا ذکر ہُوا ہے جنہوں نے معجزات طلب کئے تھے اور خدا نے ان کی خواہش کے مطابق معجزات مرحمت فرمائے تھے لیکن جب انہوں نے معجزات کی تکذیب کی اور خدا کے بھیجے ہُوئے نبی کی نبوّت کو تسلیم نہیں کیا تو خُدا نے اپنا عذاب اُن پر نازل کر دیا۔ اور وہ قومیں تقریباً ہمیشہ کے لئے برباد ہو گئیں۔

مختصر یہ کہ چونکہ حسّی معجزہ کی تکذیب پر عذاب الٰہی لازم ہو جاتا ہے اس لئے خداوند تعالیٰ نے حضورؐ کی اُمّت کو اپنے عذاب سے بچانے کے لئے حسّی معجزہ اپنے آخری نبیؐ کو مرحمت نہیں فرمایا اور حضورؐ کو رحمت اللعالمین کا شرفِ رحمت فرما

Marfat.com

کر اُمّتِ محمدی صلعم کو اپنے حفظ و امان میں رکھا۔

قرآن مجید سب سے بڑا عقلی معجزہ ہے

وُہ دین جس کو خدا نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید کے ذریعہ نازل کیا ہے، وہ مذہب جو ناقص اور غیر کامل حالت میں آفرینشِ دُنیا سے نبوّتِ محمدی صلعم تک چلا آیا تھا۔ اور قرآن مجید نے اس کو مکمل کر دیا تھا۔ چونکہ ہمیشہ کے لئے اور ساری دُنیا کی ہدایت کے لئے تھا اس لئے اس کو کسی حسّی معجزہ پر منحصر کرنا یا حسّی دلیل سے اس کی تکمیل کو ثابت کرنا مناسب نہ تھا۔ کیونکہ اس قسم کے حسّی معجزے اور حسّی دلائل عرصہ دراز سے ظہور پذیر ہوتے چلے آتے تھے اور ان کا اثر مستقل اور پائیدار نہ ہوتا تھا۔ یعنی یہ حسّی معجزے یا حسّی دلائل انبیاء کے ساتھ ختم ہو جاتے تھے یا ان دلائل و معجزات کا اثر ان کے نابود ہوتے ہی ختم ہو جاتا تھا۔

مذکورہ بالا الفاظ کی تشریح یوں کی جا سکتی ہے کہ گذشتہ تمام انبیاء کے معجزات ان کے عہدِ نبوّت کے ختم ہوتے ہی مٹ گئے تھے۔ اور ان معجزات کو صرف انہیں لوگوں نے دیکھا تھا۔ جو اس عہد میں موجود تھے۔ اس لئے ان معجزات کا اثر دیر تک قائم نہ رہا۔ دین اسلام چونکہ ہمیشہ کے لئے نازل ہُوا ہے اور ساری دُنیا کے لئے آیا ہے اس لئے ضرورت تھی کہ اس کا معجزہ بھی ایسا ہی ہو جو قیامت تک قائم رہے اور ہر زمانہ کے لوگ اس سے فائدہ اُٹھائیں۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ نے حضور کو حسّی معجزہ کی بجائے ایسا عقلی معجزہ دیا جو دائمی ہے یعنی قرآن مجید۔

پھر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ گذشتہ انبیاء کے تمام معجزات حسّی تھے۔ یعنی ان آنکھوں سے ان کو دیکھا گیا تھا۔ مثلاً حضرت موسیٰؑ اور صالحؑ وغیرہ

Marfat.com

علیہم السلام کے معجزات اور یہ امر ظاہر ہے کہ جو چیز آنکھوں سے دیکھی جاتی ہے وہ اپنے دیکھنے والوں کے فنا ہوتے ہی خود بھی فنا ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس مذہب کو جو ہمارے لئے آیا ہے اور ساری دُنیا کے لئے ہے ایسے معجزہ کی ضرورت نہ تھی وُہ مذہب ہے بلکہ ایسے معجزہ کی ضرورت تھی۔ جو ہمیشہ قائم رہے۔ چنانچہ حضورؐ کو ایسا ہی معجزہ دیا گیا۔ اور وہ قرآن مجید ہے۔ جس کا اعجاز عقل و ادراک کے ذریعہ مشاہدہ میں آتا ہے اور ظاہر ہے کہ جو چیز عقل کی آنکھوں سے دکھائی دیتی ہے وہ دائمی ہوتی ہے اور ہر زمانہ میں ہر شخص اس کو دیکھتا رہتا ہے۔

معجزہ کے ضمن میں ہم نے جو بحث اُوپر کی ہے اس سے ہمارا مقصد پیغمبروں کے معجزات کا انکار نہیں ہے کیونکہ انبیاء کے معجزات سے کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا۔ مقصود صرف یہ ہے کہ معجزہ زمانہ کی حالت اور عقلی و ذہنی قابلیت کے موافق عطا کیا جاتا ہے۔

اِعجازِ قرآنِ حکیم کے دلائل!

قرآن مجید جس زمانہ میں نازل ہُوا ہے اس وقت عرب میں فصاحت و بلاغت کا بڑا چرچا تھا۔ اشعار کے ترنم اور قصائد کے وجد آفریں نغموں سے سارے عرب کی فضا گونجا کرتی تھی۔ ملک کے مرکزی مقامات پر مشاعرے منعقد ہوتے اور اس سلسلہ میں بڑے بڑے میلے لگا کرتے تھے۔ یہانتک کہ عرب کے عوام و خواص بہترین کلام کے سامنے جھک جاتے اور سجدے کیا کرتے تھے۔ چنانچہ مؤرخین کا بیان ہے کہ فصاحت و بلاغت کے چوبیس مثل سات قصیدے خانۂ کعبہ پر آویزاں تھے۔ ڈیڑھ سو برس تک عرب ان کو سجدہ کرتے رہے تھے۔

Marfat.com

فصاحت وبلاغت کے اس دور میں ظاہر تھا کہ حضورؐ کو ایسا ہی معجزہ دیا جاتا۔ جو عرب کو اس فن میں عاجز بنا دیتا۔ اور وُہ اس معجزے کے سامنے سر جھکا دیتے اور اس کے اعجاز سے متاثر ہو کر آخری نبی کی نبوت اور خدا کی وحدانیت پر ایمان لے آتے چنانچہ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کو قرآن مجید کا معجزہ عطا کیا گیا۔ اور جب حضورؐ نے قرآن مجید کو عرب کے سامنے پڑھا تو وہ مبہوت رہ گئے۔ اور ایک اُمّی شخص کی زبان سے فصاحت و بلاغت کے اس بے مثل اور معجز کلام کو سُن کر گویا اوندھے منہ گر پڑے اور وُہ اپنے عجز و درماندگی کو چھپانے اور اپنے دلوں کو تسکین دینے کے لئے ان کو یہ کہنا پڑا کہ ان ھذا ا لا سحر یؤثر یہ کلام تو بس ایک قسم کا جادو ہے۔ جس کا واضح مطلب ہے۔ یہ کلام دیوانگی ہے یا حضورؐ کاہن ہیں۔ اور کلام الٰہی میں کہانت کی باتیں ہیں۔

چند روز گزرنے کے بعد جب قرآن مجید کے نزول کا سلسلہ شروع ہو گیا اور فصحاء شعراء عرب نے کلام الٰہی کی فصاحت و بلاغت اسلوب بیان اور الفاظ کی بندش پر غور کیا تو اُن کی دو جماعتیں بن گئیں۔ ایک نے تو علانیہ اس کا اعتراف کر لیا کہ محمدؐ نے جو کلام، کلام الٰہی کے نام سے پیش کیا ہے وہ نہ تو سحر ہے نہ شعر ہے اور نہ مجنونانہ بڑ ہے۔ یقیناً یہ کلام بہت بڑی چیز ہے اس جماعت میں سے اس فیصلہ کے بعد چند لوگ تو اس پر ایمان لے آئے۔ اور زیادہ تعداد پھر بھی ایمان سے محروم رہی۔ دوسری جماعت وہ تھی جو کلام الٰہی کی فصاحت و بلاغت کی قائل تھی۔ لیکن کلام کے اعجاز کو تسلیم نہ کرتی تھی اور لو نشاؤ لقلنا مثل ھٰذا (یعنی اگر ہم چاہیں یا ہم چاہتے تو اس جیسا کلام کہہ دیتے) کہہ کر بات

Marfat.com

کو ٹال دیتے تھے۔

قرآن مجید برابر نازل ہوتا رہا اور فصحاء و شعراءِ عرب ایک اُمّی شخص یعنی حضورؐ کی زبان سے اس کو سن سن کر پیچ و تاب کھاتے رہے کبھی کہتے کہ ہم بھی ایسا کلام کہہ سکتے یا بنا سکتے ہیں۔ اور کبھی کہتے کوئی شخص محمدؐ کو یہ کلام بنا کر دے دیتا ہے۔ یا ایک جماعت اس کو تیار کرتی ہے اور محمدؐ کو دے دیتی ہے۔ خداوند تعالیٰ نے ان تمام خیالات کی تردید کر دی اور عرب کو بتا دیا کہ فقد جاؤا ظلمًا وزورًا یعنی ایسی باتیں کہنے والے لوگ ظلم و بہتان باندھتے ہیں۔ لسان الذی یلحدون الیہ اعجمی وھذا لسانٌ عربی مبین ۝ یعنی عرب کے لوگ جس شخص کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ وہ محمدؐ کو کلام بنا کر دیدیتا ہے وہ شخص تو عجمی یعنی غیر عرب ہے اور یہ قرآن فصیح عربی زبان میں ہے کہ وہ ایسا نہیں بنا سکتا۔

اس کے بعد خداوند تعالیٰ نے کفارِ مکہ کو مخاطب کر کے تحدی کے طور پر کہا کہ

ام یقولون افتراہ قل فاتوا بعشر سور مثلہٖ مفتریات وادعوا من استطعتم من دون اللہ اِن کنتم صٰدِقین فان لم یستجیبوا لکم فاعلموا انما انزل بعلم اللہ ۝

ترجمہ:۔ اے محمدؐ! کیا تمہاری بابت یہ کہتے ہیں کہ اس نے قرآن دل سے گھڑ لیا ہے تم اس کے جواب میں یہ کہو کہ ایسی دس ہی سورتیں تم بھی گھڑ لاؤ۔ اور اگر سچے ہو تو اللہ کے سوا جسے مدد کے لئے بُلا سکو

Marfat.com

بلا لاؤ۔ اگر تمہارے مددگار تمہارا کہا نہ کر سکیں تو جان لو کہ قرآن اللہ ہی کے علم سے اُتارا گیا ہے۔

اس تحدی نے فصحاء شعراء عرب کو خاموش کر دیا۔ اور وُہ گونگے بن گئے یعنی اس کے بعد کلام الٰہی کا مقابلہ کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی اور اس جیسا کلام بنانے کے متعلق ایک حرف بھی نہیں کہا۔ اس کے بعد خداوند تعالیٰ نے دوسری تحدی یہ فرمائی کہ اگر دس سورتیں یا دس آیات نہیں بنا سکتے تو پھر ایک ہی سورۃ یا آیت بنا کر پیش کرو۔ اگر تم اپنی باتوں میں سچے ہو۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

وان کنتم فی ریب ممّا نزلنا علیٰ عبدنا فأتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھدآءکم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النّار الّتی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت لِلکٰفرین ؕ

ترجمہ:- اور یہ قرآن جو ہم نے اپنے بندے (محمدؐ) پر اُتارا ہے اگر تمہیں اس میں کچھ شبہ ہے (یعنی تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ خدا کا کلام نہیں ہے آدمی کا بنایا ہوا کلام ہے اور تم (اپنے اس دعوے میں) سچے ہو تو ایسی ہی ایک سورت (تم بھی) بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جسے چاہو۔ اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو۔ پھر اگر تم اتنی بات بھی نہ کر سکو اور یقیناً ہرگز نہ کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہونگے اور جو منکرین کے لئے تیار ہے۔

Marfat.com

اس کے بعد خداوند تعالیٰ نے تحدی کے سلسلہ میں یہ بھی فرمایا۔

قلئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھٰذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا ہ

ترجمہ:۔ اے محمدؐ! تم منکروں سے کہدو کہ اگر کل آدمی اور جن جمع ہو کر ایسا قرآن بنانا چاہیں اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں تب بھی وہ ایسا نہ بنا سکیں گے۔

خداوند تعالیٰ کی اس تحدّی نے عرب پر موت کی سی غشی طاری کر دی گویا فصحاء و شعراء عرب کو سانپ سونگھ گیا اور کسی کو ایک جملہ بنانے کی بھی ہمّت نہ ہوئی۔

مختصر یہ کہ نزول قرآن کے بعد ۲۳ برس تک قرآن مجید اہل زبان عرب کو قرآن کا مثل بنانے کی دعوت دیتا رہا۔ لیکن باوجود سعی پیہم اور انتہائی کوشش کے بھی کسی کو ایک فقرہ بنانے کی جرأت و ہمّت نہیں ہوئی اور آج تک کہ تیرہ سو برس اس دعوے کو گذر چکے ہیں نہ کوئی عرب اور نہ غیر عرب اس کا مثل بنا سکا ہے۔ اور یہ سب سے بڑی دلیل ہے اس بات کی کہ قرآن مجید خدا کا کلام اور ایک اعلیٰ معجزہ ہے جس کے مثل آج تک کسی اور پیغمبر کو نہیں دیا گیا۔

قرآنی اعجاز کے وجوہ

اُوپر جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے یہ معلوم ہُوا کہ قرآن ایک عقلی معجزہ ہے اور اس جیسا کلام نہ کبھی زمین پر نازل ہُوا اور نہ کسی انسان سے اس کے مثل بن سکا اور نہ بن سکتا ہے۔ اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کے اعجاز

Marfat.com

کے وجوہ کیا ہیں۔

اعجاز قرآنی کے وجوہ پر تفصیل سے بحث کرنے کا یہ موقع نہیں ہے صرف دو چار باتیں مناسب مقام بیان کی جاتی ہیں۔

اعجاز قرآن کی وجہ وہ نظم و تالیف اور توصیف ہے جو قرآن کے اندر پائی جاتی ہے اور عرب کی زبان کی نظم و تالیف سے بالکل جداگانہ چیز ہے۔

(قاضی ابوبکرؒ)

اعجاز قرآن کی وجہ قرآن کی فصاحت اسلوب بیان کی غرابت اور تمام عیوب کلام سے اس کا محفوظ ہونا ہے۔ (حضرت امام فخر الدین رازیؒ)

قرآن اپنی نظم عبارت۔ صحت معانی اور پے در پے الفاظ کی فصاحت کے باعث معجزہ ہے۔ (از حضرت ابن عطیہؒ)

قرآن کے اعجاز کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ہر طرح اور ہر مقام میں یکساں طور پر بلاغت کا استمرار ہے کہیں بھی اس کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا اور یہ بات انسان کی قدرت سے خارج ہے۔ (حضرت عازمؒ)

قرآن کے اعجاز کا علم ادراک میں تو آتا ہے۔ لیکن زبان سے اس کا بیان ایسا ہی غیر ممکن ہے جیسا کہ نمکینی اور خوش آوازی کا ادراک تو ہو جاتا ہے لیکن زبان سے اس کی کیفیت اور حالت کا اظہار محال ہے۔ (سکاکی)

قرآن حکیم کا اثر سننے والوں پر

۱۔ حضور تاجدار انبیاء صلعم پر قرآن مجید کی تلاوت کا یہ اثر ہوتا تھا کہ آپ پر

Marfat.com

گریہ بوقتِ تلاوت اور سماعت طاری ہو جاتا تھا۔ کبھی بار بار ایک آیت کو تلاوت کرتے اور کبھی پوری پوری رات جبکہ مخلوقِ خدا نرم بستروں میں آرام کرتی ہوتی آپ تلاوتِ قرآن مجید میں صرف کر دیتے، حتیٰ کہ آپ کے پائے مبارک پر ورم آجاتا۔

ایک روز حضورؐ تلاوتِ قرآن مجید میں مصروف تھے کہ سورۂ مائدہ کی اس آیت پر پہنچے۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

ترجمہ:۔ اگر تو ان کو عذاب دے تو تجھے اختیار ہے کیونکہ یہ تیرے بندے ہیں اگر تو ان کو معاف کر دے تو بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

بار بار اس آیت کی تلاوت فرماتے جاتے اور انسانیت کی ہمدردی میں روتے جاتے تھے۔

۲۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مکہ میں تلاوت کلام اللہ کا یہ اثر تھا کہ کفار کی عورتیں اور بچے اس سے متاثر ہوتے تھے۔ بالآخر کفار کو آپ سے درخواست کرنی پڑی کہ آپ آواز سے تلاوت نہ کریں۔ لیکن آپ نے ہر قسم کے مصائب و آلام کو دعوت دی اور کفار کی اس خواہش کی تکمیل سے صاف انکار کر دیا۔

۳۔ تلاوت کلام الٰہی کے وقت سردارانِ قریش محض اس لئے شور و غل مچاتے تھے کہ بلاغتِ قرآنی کے اثر سے دوسرے کفار مسلمان نہ ہو جائیں۔

Marfat.com

لیکن عرب کی تاریخ گواہ ہے کہ اس میں ان کو ناکامی ہوئی۔

۴۔ حضرت فاروق اعظمؓ اسلام لانے سے قبل حضور تاجدار دو عالمؐ کی ایذا رسانی کی نیت سے گھر سے نکلے مکہ معظمہ میں آئے۔ حضورؐ نماز میں سورۂ فاتحہ تلاوت فرما رہے تھے۔ تو فاروق اعظم ایذا پہنچانے کی بجائے دل میں کہتے ہیں "خدا کی قسم یہ شاعر ہے" مگر تاجدارِ انبیاء کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلتے ہیں۔

اِنہ لقول رسولٍ کریم وما ھو بقول شاعر

ترجمہ:- یہ ایک معزز قاصد کا لایا ہوا کلام ہے۔ کسی شاعر کا کلام نہیں۔ مگر تم بہت کم یقین رکھتے ہو۔

پھر حضرت فاروق اعظمؓ نے دل میں خیال کیا کہ یہ تو میرے دل کی بات جان گئے اس لئے یہ ضرور کاہن ہیں۔ لیکن جوں ہی میرے دل میں یہ خیال آیا۔ آپ نے آیت تلاوت فرمائی۔

ولا بقول کاھن قلیلا ما تذکرون تتنزیل من رب العٰلمین او تقول علینا بعض الا تاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین ۵

ترجمہ:- نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے۔ مگر تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔ یہ تو پروردگار عالم کا کلام ہے۔ اگر پیغمبر اپنی طرف سے کوئی بات گھڑ کر ہماری طرف منسوب کرے۔ تو ہم تے ان کا داہنا ہاتھ کاٹ کر ان کی رگِ دل کاٹ دی ہوتی۔

یہ سُن کر حضرت فاروق اعظمؓ کا برا حال ہوا۔ اور اسلام نے آپ کے دل میں

Marfat.com

گھر کر لیا لیکن فرماتے ہیں کہ اسلام کی سخت عداوت کے جوش نے مجھے قبولِ اسلام سے باز رکھا۔

ایک مرتبہ تلوار لے کر اسی مجرم وارادہ سے گھر سے نکلے کہ آج حضور صلعم کو قتل کروں گا۔ راستہ میں سُنا کہ بہن بہنوئی مسلمان ہو گئے ہیں۔ ان کو مارتے مارتے لہو لہان کر دیا۔ مگر جب کلام الٰہی کی یہ آیت اپنے بہن بہنوئی سے سُنی کہ:۔

انّنی انا اللّٰہ لا الٰہ انا فاعبدنی واقم الصّلوٰۃ للذکری۔

ترجمہ:۔ میں خدا ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی عبادت کرو اور میری ہی یاد کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

فاروق اعظمؓ پر تلاوت کلام الٰہی کا ایسا اثر ہوا کہ آپ نے بہن بہنوئی سے خواہش کی کہ مجھے دربار نبوی میں لے چلو اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔

۵۔ ایک روز حضرت فاروق اعظمؓ مسجد نبوی میں آرام فرما رہے تھے آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ایک عیسائی قبولِ اسلام کی درخواست کر رہا ہے۔ آپ نے قبولِ اسلام کی حقیقت معلوم کی۔ تو اس نے کہا میں روم کا پادری ہوں۔ عربی بخوبی جانتا ہوں۔ میں نے ایک مسلمان قیدی سے قرآن شریف کی یہ آیت سُنی۔

ومن یطیع اللّٰہ ورسولہ۔

ترجمہ:۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔

میں نے جب غور کیا تو اندازہ ہوا کہ دُنیا و آخرت کے تمام احوال جو حضرت

Marfat.com

عیسیٰؑ پر نازل ہوئے۔ وہ سب اس ایک آیت میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ یہی غور و فکر میرے قبولِ اسلام کی وجہ ہے۔

۶۔ نجاشی بادشاہ حبش نے اپنے پسند کردہ اسی آدمیوں کا ڈیپوٹیشن حضور صلعم کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے ان کے سامنے کلام اللہ کی آیت تلاوت فرمائی جس کو سن کر رونے لگے۔ اور انہوں نے کہا۔ قسم ہے خدا کی ہم پہچانتے ہیں کہ حق جل مجدہ نے آپ ہی کے بارے میں ان آیات کو نازل فرمایا ہے۔

۷۔ مدینہ منورہ میں حضور تاجدارِ انبیاءؐ مقامِ عقبہ پر قبیلہ خزرج کے ایک گروہ سے ملاقات ہوئی۔ حضورؐ نے کلام اللہ کی چند آیتیں تلاوت فرمائیں سب کے سب مسلمان ہو گئے۔

۸۔ بنی عبدالاشہل کے بڑے بڑے صاحبِ اقتدار لوگوں نے تلاوت کلام اللہ کو سن کر اسلام قبول کیا۔

۹۔ طفیل بن عمرو عرب کا مشہور شاعر کانوں میں روئی ٹھونس کر آپ کی خدمت میں بھیجا گیا۔ کیونکہ آپ کے متعلق کفارِ مکہ نے یہ یقین دلا دیا تھا کہ نعوذ باللہ حضورؐ ساحر اور شاعر ہیں۔ طفیل نے حضورؐ کی صورت دیکھتے ہی روئی کانوں سے نکال دی۔ اور دیکھا کہ حضورؐ نماز میں مصروف ہیں۔ اور کلام الٰہی کی تلاوت فرما رہے ہیں۔ اُدھر حضورؐ نے نماز ختم کی اور اس نے دربارِ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ

"خدا کی قسم میں نے اس سے بہتر کلام نہیں سُنا۔ اور نہ اس سے اچھا کسی کا کلام پایا۔ آپ مجھے مسلمان کر لیجئے"

۱۰۔ جنات کی ایک جماعت ہوا میں پرواز کر رہی تھی۔ سرکارِ رسالت مآب صلعم

Marfat.com

تلاوت کلام الٰہی میں مصروف تھے۔ تاجدارِ دوعالم کی آواز کان میں پہنچی آسمان سے نیچے اُترے اور ایمان لے آئے ارشاد خداوندی ہے کہ

قل اوحی الی انه استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرانا عجبًا یهدی الی الرشد فآمنا به ومن نشرك بربنا احد۔

ترجمہ:۔ کہدو تم (محمد صلعم) کہ مجھ کو وحی کے ذریعہ اطلاع دی گئی ہے کہ جنّات کی ایک جماعت نے میری قرأت کو کان لگا کر سُنا اور جاکر اپنی قوم سے بیان کیا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سُنا۔ جو کہ ہدایت کی طرف لے جاتا ہے۔ ہم اس پر ایمان لے آئے اور کبھی ہم کسی کو اپنے رب کا شریک نہ بنائیں۔

۱۱۔ حضرت جبیر بن مطعم جنگ بدر کے قیدی نے جب حضور صلعم کو یہ آیت تلاوت فرماتے ہوئے سنا کہ۔

ام خلقوا من غیر شیئٍ امهم الخالقون ام خلقوا السّمٰوٰت والارض ط بل لا یوقنون ام عندهم خزائن ربك ام هم المصیطرون ؕ

ترجمہ:۔ کیا وہ خود بخود پیدا ہوگئے یا وہ خود پیدا کرنے والے ہیں۔ یا اُنہوں نے آسمانوں اور زمینوں کو بنایا ہے۔ نہیں وہ یقین نہیں کرتے کیا اُن کے پاس خزانے تیرے ربّ کے ہیں یا وہی داروغہ ہیں۔

Marfat.com

جو قلب تلوار کے زخم سے متاثر نہ ہوا اور قبولِ اسلام کی بجائے مرنے کے لئے تیار ہو کر میدانِ جنگ میں آیا۔ وہ کلام الٰہی کی ایک آیت سے موم کی طرح پگھل گیا۔

۱۲۔ حضرت عثمان بن مطعونؓ فرماتے ہیں جب میں نے یہ آیت سُنی کہ

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ خدا عدل، احسان اور رشتہ داروں کے ساتھ حُسنِ سلوک کا حکم دیتا ہے۔ اور بُرائی اور ظلم سے روکتا ہے اور وہ اس لئے نصیحت کرتا ہے کہ شاید تم قبول کرو۔

تو میں نے فوراً اسلام قبول کیا۔

۱۳۔ حضرت عمرِ فاروق اعظمؓ یہ فرماتے ہیں کہ حضور تاجدارِ انبیاءؐ نے جب اس دُنیا سے پردہ فرمایا۔ اور میں شدّتِ اضطراب سے مسجدِ نبوی میں تلوار کھینچ کر بیٹھ گیا کہ جو یہ کہے گا کہ حضور تاجدارِ انبیاءؐ نے رحلت فرمائی تو اس کی گردن اُتار لونگا۔ مگر جُوں ہی صدیق اکبرؓ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ

تو میرے پاؤں کانپنے لگے اور میں زمین پر گر پڑا۔ اور مجھے یقین ہو گیا کہ حضورؐ نے اس دنیا سے پردہ فرمایا۔ اور میری بحرانی کیفیت دُور ہو گئی۔

۱۴۔ حضرت فاروق اعظمؓ مدینہ منورہ میں کہیں سے گذر رہے تھے۔ ایک مکان سے تلاوت کلام الٰہی کی آواز آئی۔ آپ رُکے تو۔

Marfat.com

ان عذاب ربك لواقع

ترجمہ:۔ تیرے پروردگار کا عذاب ضرور واقع ہوگا۔

یہ سنتے ہی آپ بیہوش ہوکر گر پڑے۔

۱۵۔ محرم راز نبوت حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ حضرت صدیقِ اکبر رضؓ کی تلاوت کلام الٰہی کے متعلق ارشاد فرماتی ہیں کہ۔

اجل رقیق القلب ضعیف الصوت کثیر البکاء اذا قرئ القرآن۔

ترجمہ:۔ وہ ایک نرم دل پست آواز آدمی ہیں جب قرآن پڑھتے ہیں رونے لگتے ہیں۔

۱۶۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمر نماز میں مشغول تھے جب اس آیت پر پہنچے۔

فکیف اذا جئنا من کل اُمّۃ بشھید وجئنا بك علیٰ ھٰؤلاء شھیدا ٥

ترجمہ:۔ اس دن کیا حال ہوگا۔ جب ہر اُمت سے ایک گواہ پیغمبر لائیں گے۔ اور ان سب پر آپ کو گواہ لائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ پر اس قدر گریہ طاری ہوا کہ ڈاڑھی اور گریبان تر ہوگیا۔

۱۷۔ ایک روز حضرت صدیقِ اکبر رضؓ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے کہ انما اشکو بثی وحزنی کہ اتنا روئے کہ پچھلی صف کے آدمیوں نے آپ کے رونے کی آواز سُنی۔

Marfat.com

۱۸ - عتبہ بن ربیعؓ سردار قریش منکر نبوت کو مکہ کے دارالندوہ سے حضور صلعم کی خدمت میں بھیجا گیا۔ اور بارگاہ نبوی میں کفار کی شرائط صلح پیش کیں۔ حضورؐ تاجدار انبیاء نے اس کے جواب میں سورۂ فصلت کی تلاوت شروع کی۔ دو چار آیتیں سُننے کے بعد عتبہ بن ربیعہ نے گھبرا کر آپ کے دہن مبارک پر ہاتھ رکھا اور قرابت کا واسطہ دے کر حضورؐ کو خاموش کیا۔ دربار نبوت سے واپسی پر گھر گیا کئی روز تک باہر نہ نکلا۔ ابوجہل نے کہا۔ "عتبہ تم بھی پھسل گئے؟" عتبہ نے کہا "تم جانتے ہو کہ میں تم سب سے زیادہ دولتمند ہوں۔ اس لئے مجھ پر دولت کا اثر نہیں ہو سکتا۔ لیکن محمدؐ نے میرے پیغام صلح کے برابر میں جو کلام سُنایا۔ اس میں عذاب الٰہی کی دھمکی تھی۔ میں نے ان کو قرابت کا واسطہ دے کر چپ کیا۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ عذاب الٰہی تم پر نہ آجائے۔

۱۹ - ولید بن مغیرہ جو قصاید میں اپنی مثل کسی کو نہیں سمجھتا تھا۔ جب قریش نے اس کو لالچ دیا اور دوسرا کلام قرآن حکیم کے مقابلہ میں پیش کرنے کے لئے کہا تو اس نے شہادت دی "اے قریش اپنی حالت پر غور کرو، واللہ یہ کوئی امر عظیم ہے۔ جو تمہارے لئے نازل ہوا ہے"۔

۲۰ - عتبہ جو عرب کا زبردست شاعر تھا۔ وہ کہتا ہے کہ "خدا کی قسم میں نے آج تک ایسا کلام سُنا ہی نہیں" "واللہ یہ جادو یا شعر نہیں ہے"۔

۲۱ - سویہ بن صامت جو قبیلۂ اوس کا بڑا نامور سردار اور فصحائے عرب میں تھا۔ اس نے حضور سرورِ کائناتؐ سے قرآن حکیم سُن کر اقرار کیا کہ واقعی قرآن شریف نور ہدایت ہے اور حکمت لقمان سے افضل ہے۔ اس کے بعد اس نے اسلام قبول کیا۔

Marfat.com

تکمیلِ دین

قرآن مجید کی سب سے بڑی خصوصیت اس کا اعجاز ہے جس کا ذکر تفصیل سے اُوپر کیا جا چکا ہے۔ دُوسری اہم خصوصیت یہ ہے کہ صحف الٰہیہ میں صرف قرآن مجید ہی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس نے دین الٰہی کو مکمل کیا ہے۔ یعنی واضح الفاظ میں قرآن نے اس امر کا اعلان کیا ہے کہ

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینًا ؕ۔

ترجمہ:۔ آج کے دن میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا اور تمہارے اُوپر اپنی نعمت پُوری کر دی اور دین اسلام کو تمہارے لئے پسند کیا۔

اس آیت سے ثابت ہُوا کہ دین کا کامل اور مکمل مجموعہ جس میں کوئی شائبہ آمیزش کا نہیں ہے صرف قرآن مجید ہے۔

ادیان سابقہ

دین الٰہی کی ابتداء اور نبوّت و رسالت کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہُوا ہے۔ اور اس وقت سے حضرت محمد مصطفےٰ صلعم آخری نبی کے تشریف لانے تک جتنے انبیاء دُنیا میں آئے ہیں ان تمام کا دین، دین اسلام ہی تھا لیکن احکام نہایت سادہ اور تعلیم و ہدایت کے اصول اس زمانہ کے انسانی عقول کے موافق تھے۔ یعنی مثلاً ابتدا میں صرف مظاہرِ قدرت کو دیکھ کر خدا شناسی کی

Marfat.com

ہدایت کی گئی تھی۔ نبوت ورسالت کے منصب اور فرائض سے آگاہ کیا گیا تھا۔ پھر زمانہ کی ضرورت کے موافق تبلیغ دین الٰہی کے احکام نازل ہوئے تھے غرض اسی طرح بتدریج دین اسلام الٰہی احکام۔ تعلیمات اور ہدایات کے خزانہ سے مالا مال ہوتا چلا آتا تھا۔ پھر جب انسانی عقول ترقی کی انتہائی منزل پر پہنچ گئیں۔ تمدن۔ معاشرت اور باہمی تعلقات کے اصول ایک ایک کر کے بتا دیئے گئے۔ موجودہ اور آئندہ پیش آنے والی ضروریات کی ہدایات مکمل کر دی گئیں اور کسی ایسے اہم و ضروری مقصد کی تعلیم و ہدایت کو باقی نہیں چھوڑا گیا۔ جس کی ضرورت زمانہ حال کے لوگوں کو تھی یا آئندہ زمانوں میں ابد تک لوگوں کو پیش آنے والی تھی۔ تو خدا نے اس دین اسلام کو مکمل کر دیا جو حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت ختمی مرتبت محمد مصطفےٰ اصلعم کی بعثت تک غیر مکمل حالت میں چلا آتا تھا۔

تکمیل دین کا مطلب

قرآن مجید میں دین اسلام کی تکمیل کے جو الفاظ مستعمل ہوئے ہیں اُن کا واضح مطلب یہ ہے کہ نبوت ورسالت کا وہ سلسلہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا۔ اور زمانہ کی ضرورت کے موافق مستقل و غیر مستقل یعنی صاحب شریعت اور دوسرے انبیاء کے تابع رسول آتے رہے تھے اور دین اسلام کی تبلیغ واشاعت اور احکام الٰہی کی ترویج میں مشغول رہے تھے۔ آج اس کا سلسلہ حضرت محمد مصطفےٰ اصلعم کی ذات بابرکات پر ختم ہوگیا۔ اور انسانی مخلوق کی ہدایت و فلاح کے لئے خدا نے ازل میں جو دستور العمل مرتب کیا تھا وہ قرآن مجید کی صورت

Marfat.com

ں انسانی مخلوق کو عطا کر دیا گیا۔ اب نہ تو قیامت تک کوئی رسول آئے گا اور
جدید احکام الٰہی نازل ہوں گے۔ یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلعم دنیا کے آخری نبی
ں اور قرآن مجید دنیا میں خدا کا آخری و جامع و مکمل قانون ہے۔

نزول قرآن سے پہلے دین اسلام کے جتنے احکام انبیاء سابقین پر نازل
ئے ہیں یا جس قدر آسمانی کتب پیغمبروں پر اُتری ہیں ان میں کہیں یہ دعویٰ
یں کیا گیا کہ ہدایت و فلاح حاصل کرنے کا قانون مکمل ہو گیا۔ اور دین الٰہی
تکمیل ہو گئی۔ یہ خصوصیت صرف اسلام کے آخری قانون قرآن مجید ہی کو
اصل ہے کہ اس نے نجات اُخروی اور دُنیاوی فلاح کے قانون کی تکمیل کا
عویٰ کیا ہے اور ایسی کامل ہدایات احکام اور تعلیمات پیش کی ہیں۔ جن
کی موجودگی میں کسی جدید تعلیم۔ ہدایت اور علم کی ضرورت نہیں ہے۔

اس وقت دُنیا میں جن کتابوں کو صحفِ آسمانی کہا جاتا ہے ان کی تعلیمات
پر غور کرو۔ یقیناً ایک صاحب بصیرت انسان ان کو پڑھ کر یہ فیصلہ کریگا کہ
ان میں کاملیت اور جامعیت مطلقاً نہیں پائی جاتی۔ مثلاً بعض کتب میں صرف
اصول اخلاق اور اصلاح نفس کے طریقوں کو بتایا گیا ہے۔ بعض میں فلسفہ اور
منطق یعنی غور و فکر پر زور دیا گیا ہے۔ صرف قرآن مجید ہی ایک ایسا مکمل قانون
ہے جس میں ہر قسم کے ان اصول کو بتلایا گیا ہے جن کی ضرورت انسان کو اپنی
مذہبی اور اجتماعی زندگی میں پیدائش سے لے کر وفات تک پیش آتی ہے۔

قرآن کامل صورت میں موجود ہے

خداوند تعالیٰ نے اپنی انسانی مخلوق کی ہدایت و فلاح کے لئے بہت سے

Marfat.com

پیغمبر اور بہت سی کتابیں نازل کی ہیں۔ لیکن وہ کتابیں جن کی تصدیق قرآن مجید نے کی ہے صرف پانچ ہیں۔ یعنی (۱) صحیفہ ابراہیمی (۲) تورات (۳) (۴) انجیل اور (۵) قرآن۔ ان میں سے صحیفہ ابراہیمی مستقل صورت میں گم ہے یعنی دنیا میں اب اس کا وجود مستقل صورت میں نہیں ہے۔ البتہ ضمنی صورت میں قرآن کے اندر موجود ہے۔ تورات، انجیل اور زبور اگرچہ مستقل صورت میں موجود ہیں۔ لیکن تحریف و نسخ ان میں اسقدر پایا جاتا ہے کہ ان کو بھی گم شدہ ہی سمجھنا چاہیئے۔ اب صرف ایک کتاب الٰہی قرآن مجید رہ جاتی ہے۔ جو دنیا کے اندر کامل اور کامل صورت میں محفوظ اور موجود ہے۔ اور قیامت تک موجود رہے گی۔

مذکورہ بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ دین قرآن۔ دین کامل ہے اور ابد تک کے لئے صرف یہی دینِ کامل و مکمل رہے گا۔ یعنی کوئی اور دین یا قانونِ ہدایت دنیا میں نہ آئے گا اور یہ کہ قرآن مجید معلوم و نامعلوم تمام کتب الٰہیہ کا جامع ہے اور ساتھ ہی سب کا ناسخ بھی اس لئے اب قرآن حکیم کے سوا کوئی کتاب مستقل صورت میں جائز العمل نہیں ہے۔

قرآن مجید کی عظمت

اُوپر کی بحث سے یہ ثابت ہُوا کہ دین قرآن دین کامل ہے۔ اور قرآن مجید ایک معجز کتاب ہے۔ صرف انہیں دونوں باتوں سے قرآن کی عظمت کا کافی اندازہ ہو جاتا ہے۔ لیکن ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس سلسلہ میں کچھ اور لکھیں اور عظمت

Marfat.com

قرآن کے چند اور نکات پیش کریں۔ عظمت قرآن کے دو پہلو ہیں۔ ایک تو وہ جس کو قرآن نے خود پیش کیا ہے۔ اور دوسرا وہ جو انسانوں کی اہلِ علم جماعت نے انتہائی غور و فکر کے بعد پیش کیا ہے۔ ہم دونوں پہلوؤں کو جُدا جُدا لکھتے ہیں۔

عظمت قرآنی کا بیان قرآن میں

قرآن مجید کی عظمت کا بیان قرآن مجید میں متعدد مواقع پر ہُوا ہے چند آیات یہاں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ واِذا سمعوا ما انزل الی الرّسول تری اعینھم تفیض من الدمع ممّا عرفوا من الحق یقولون ربنا اٰمنّا فاکتبنا مع الشٰھدین ○

ترجمہ:۔ اور جب انہوں نے وہ قرآن سُنا جو رسول پر اُتارا گیا ہے۔ تو۔ تو (اے محمد) دیکھتا ہے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اُنہوں نے حق کو پہچان لیا وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ ہم ایمان لے آئے تو ہم کو گواہوں میں لکھ لے۔

اس آیت کے نزول کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمرِ فاروق رضؓ گھر سے حضورؐ کو قتل کرنے کے ارادہ سے تلوار لے کر نکلے اور جب اپنی بہن کے گھر میں پہنچ کر سورۂ طٰہٰ کی آیات کو سُنا تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور ان کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے۔ خدا کی قسم یہ کیسا عمدہ کلام ہے! اور اس کے بعد بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

۲۔ قل اٰمنوا بہ ولا تؤمنوا ان الذین اوتوا العلم من

Marfat.com

قبله اذا یتلیٰ علیهم یخرون لِلاذقان سجّدًا ویقولون سبحان ربنا ان کان وعد ربنا لمفعولا ویخرّون للاذقان یبکون ویزیدهم خشوعا۔

ترجمہ:۔ اے محمدؐ! لوگوں سے تم یہ کہہ دو کہ تم قرآن کو مانو یا نہ مانو لیکن جن کے پاس پہلے سے علم ہے جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ ٹھڈیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں کہ پاک ہے ہمارا پروردگار۔ بے شک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہوا وہ ٹھڈیوں کے بل گر کر روتے ہیں۔ اور ان کی عاجزی بڑھتی جاتی ہے۔

اس آیت میں اہل کتاب لوگوں کا ذکر ہے مطلب یہ ہے کہ جب اہلِ کتاب قرآن کو سنتے ہیں تو اس کی عظمت کے آگے سرنگوں ہو جاتے اور سجدہ میں گر پڑتے اور رونے لگتے ہیں۔

۳۔ اللہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابها مثانی تقشعرمنه جلود الّذین یخشون ربهم ثم تلین جلودهم وقلوبهم اِلیٰ ذکر اللہ ○

ترجمہ:۔ اللہ نے بہترین کلام یعنی قرآن مجید (کتاب) نازل کیا۔ جس کی آیتیں ملتی جلتی ہیں۔ اور بار بار دہرائی گئی ہیں۔ اس سے ان لوگوں کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر نرم ہو جاتی ہیں۔ اُن کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کی یاد پر لگ جاتے ہیں۔

Marfat.com

عظمتِ قرآنی کے اعترافات

۱۔ بُت پرستی کے مٹانے، جنّات اور مادیات کے شرک کی عوض اللہ کی عبادت قائم کرنے، اطفال کشی کی رسم کو تیست و نابود کرنے، بہت سے توہمات کو دُور کرنے، ازواج کی تعداد کو گھٹا کر اس کی حد معین کرنے میں قرآن بے شک عربوں کے لئے برکت اور قدوم حق تھا۔ گو عیسائی مذاق پر وحی نہ ہو۔

(ایورنیڈ ایم اوڈیل مترجم قرآن)

۲۔ یہ بات مسلّمہ ہے کہ قرآن شریف قریش کی زبان میں جو جملہ اقوام عرب میں شریف ترین مہذّب ترین قوم ہے۔ انتہائی لطیف و پاکیزہ زبان میں لکھا گیا ہے لیکن اور زبانوں کی بھی کسی قدر آمیزش ہے۔ گو وُہ آمیزش بہت ہی قلیل ہے۔ وہ لاکلام عربی زبان کا بہترین نمونہ ہے۔ اور زیادہ پکّے عقیدے کے لوگوں کا یہ قول ہے۔ اور نیز اس کتاب سے یہ بھی ثابت ہے کہ کوئی انسان اس کا مثل نہیں لِکھ سکتا۔ اسی واسطے اس کو معجزہ قرار دیا گیا ہے۔ جو مُردہ کو زندہ کرنے سے بڑھ کر ہے اور تمام دنیا کو ربانی الاصل ہونے کا ثبوت دینے کے لئے کافی ہے۔

قرآن کا طرزِ تحریر عموماً خوشنما اور رواں ہے۔ بالخصوص اس جگہ جہاں وہ پیغمبرانہ وضع اور توریتی جملوں کو نقل کرتا ہے۔ وہ مختصر اور بعض مقامات پر مبہم ہے۔ اور ایشیائی ڈھنگ کے جملوں سے مزیّن ہے اور اکثر جگہ علی الخصوص اس مقام پر جہاں اللہ تعالےٰ کی عظمت اور اوصاف کا بیان ہے نہایت عالی مرتبہ اور رفیع الشان ہے۔

(جارج شیلی مترجم قرآن حکیم)

Marfat.com

۳- میرے نزدیک قرآن میں سچائی کا جوہر اس کے تمام معنی میں موجود ہے جس نے اس کو وحشی عربوں کی نظر میں بیش بہا کر دیا تھا۔ سب سے آخر میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب یعنی قرآن سب سے اوّل اور سب سے آخر جو خوبیاں اپنے میں رکھتا ہے اور ہر قسم کے وصف کی بنا صرف اسی سے ہو سکتی ہے۔

(مسٹر طامس کارلائل)

۴- مسیحؑ کی انجیل کی طرح قرآن غریب آدمی کا دوست اور غم خوار ہے۔ بڑے آدمیوں کی ناانصافی کی ہر جگہ مذمت کرتا ہے۔ وُہ آدمیوں کی باعتبار مدارج کے توقیر نہیں کرتا۔ اس میں ایک حکم بھی ایسا نہیں بتلایا جا سکتا کہ جس میں پولیٹکل خوشامد و رواداری کی طرف ذرا سا بھی رجحان ہو۔

(مسٹر گاڈفرے ہیگنس)

۵- اگر خود مختار و جابر ایشیائی فرماں رواؤں کو ان کے ارادہ سے کوئی چیز کبھی روک سکتی ہے۔ تو وہ قرآن کی ایک بے تکلف آیت کسی جرأت والے واعظ کی زبانی۔

(ویسٹ منسٹر ریویو)

۶- منجملہ ان بہت سی اعلیٰ درجہ کی خوبیوں کے جو قرآن کے لئے واجب طور پر باعث فخر و ناز ہو سکتی ہیں۔ دو خوبیاں نہایت واضح ہیں۔ اوّل اس کا وُہ مؤدبانہ، پر ہیبت اور رعب سے بھرا ہوا طرزِ بیان ہے۔ جو ہر ایک مقام پر جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر، یا اس کی ذات کی طرف اشارہ ہے۔ اور جس میں خداوند عالم کو ان جذبوں اور اخلاقی نقصوں سے منسوب نہیں کیا گیا ہے۔ جو انسان میں پائے جاتے ہیں۔ دوسرے اس کا ان تمام خیالات و الفاظ و قصوں سے بری ہونا، جو

Marfat.com

ش ،خلاف اخلاق اور خلافِ تہذیب ہوں۔

(مسٹر جان ڈیون پورٹ)

۷۔ جس قدر ہم اس کے (قرآن حکیم) قریب پہنچتے ہیں۔ یعنی اس پر زیادہ غور کرتے
یں۔ وُہ ہمیشہ دور کھینچتی جاتی ہے۔ یعنی ہمیں زیادہ اعلیٰ معلوم ہوتی ہے۔ وہ
بتدریج فریفتہ کرتی ہے اور آخر کار فرحت آمیز تحیر میں ڈال دیتی ہے۔

ہم دفعتاً اولاً ترجیح اس عجیب کتاب کی ماہیت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔
س کی اعانت سے عربوں نے سکندر اعظم کے جہان سے بڑا جہان اور رومۃ الکبریٰ
ی سلطنت سے وسیع تر سلطنت فتح کر لی۔ جس قدر زمانہ روم کو اپنی فتوحات
ماصل کرنے میں درکار تھا۔ اس کا دسواں حصّہ بھی عربوں کو نہ لگا۔"

(گوئٹے مشہور جرمن فاضل)

۸۔ یہ مان لینا چاہیئے کہ قرآن جس طور پر خدا کی ذات کی تعریف بلحاظ اس کی
وحدانیت اور تمام جہان کا پروردگار اور عالم الغیب اور قادر مطلق ہونے کے
بیان کی ہے۔ اس کے لئے وُہ نہایت اعلیٰ درجہ کی تعریف کا مستحق ہے اور یہ مان
لینا بھی واجب ہے کہ قرآن کو صرف خدائے واحد پر نہایت پرجوش اور گہرا یقین
رہے۔

یہ قرآن ہی کی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ ایک بے آب وگیاہ جزیرے کے باشندے
جن کے افلاس کی برابری ان کی جہالت ہی کر سکتی تھی نہ صرف نئے مذہب کے
پُرجوش داعی بن گئے بلکہ ان میں یہ قوت آگئی کہ عیسائی یورپ کو کپ کپا دیا۔

۹۔ مذہبِ اسلام کا وہ حصّہ بھی، جس سے اس کے بانی کی طبیعت صاف صاف

Marfat.com

معلوم ہوتی ہے نہایت کامل اور غایت درجہ کا مؤثر ہے۔ اس سے ہماری اس کی وہ اخلاقی نصیحتیں ہیں جو کسی ایک یا دو صورتوں میں نہیں ہیں۔ بلکہ اس کی عالی شان عمارت (قرآن حکیم) سلسلۃ الذہب کی مانند ملی جُلی ہیں۔

(مسٹر چیمبر انسائیکلوپیڈیا)

۱۰۔ قرآن نے قبول دعا کے لئے خیرات کرنے کو واجب قرار دیا ہے جو بہت ہی ضروری ہے۔ (مسٹر ابراہام ایس)

۱۱۔ اس بات کا خیال کرنا سخت غلطی ہے کہ قرآن میں جس عقیدہ کی تلقین کی گئی ہے وہ غلط ہے کیونکہ اس کی اشاعت بزورِ شمشیر ہوئی ہے۔ جیسا کہ عیسائی دُنیا میں مشہور ہے۔

۱۲۔ اصل یہ ہے کہ قرآن کی جو سورتیں مکہ اور مدینہ میں نازل ہوئیں۔ ان میں ایک حقیقی امتیاز ہے۔ (ڈاکٹر ڈبلیو لائٹنر ایشیاٹک کوارٹری)

۱۳۔ ہم قرآن کو ایسا ہی مانتے ہیں جیسا کہ مسلمان اس کو سمجھتے ہیں۔

(سر ولیم میور)

۱۴۔ اگر الہام کا دنیا میں وجود ہے۔ تو قرآن شریف ضرور الہامی کتاب ہے

(پادری ریورنڈ رمیکسوئیل کنگ)

۱۵۔ قرآن کا قانون بے شبہ بائبل سے زیادہ مؤثر ثابت ہوا ہے۔

۱۶۔ قرآن شریف کے مضامین بجلی کی طرح تڑپا دیتے ہیں۔ اس کتاب میں حسن کا جلوہ نظر آتا ہے۔

(موسیو ڈلونیشن فرانسیسی مستشرق کوارٹرلی ریویو آف لندن)

Marfat.com

۱۷۔ اگر کسی کتاب کی عظمت و تقدس کا اندازہ ان نتائج و اثرات سے کیا جائے۔ جو وہ بہترین اور قابل ترین انسانی دماغوں پر نقش کرتی ہے تو یقیناً قرآن کریم کو دُنیا کی تمام بہترین و مقدس کتابوں میں بلند و ممتاز جگہ ملے گی۔

(میجر لیونارڈ)

۱۸۔ قرآن حکیم ایسا جامع اور روح افزا پیغام ہے کہ ہندو دھرم اور مسیحت کی کتابیں اس کے مقابلہ میں مشکل کوئی کتاب پیش کر سکتی ہیں۔

(پروفیسر وداراکا داس مسلم آؤٹ لک)

۱۹۔ قرآن شریف کلام اللہ ہے۔ اللہ کے کلام ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ قرآن نے دعویٰ کیا ہے۔ اور یہ ثبوت رہا ہے کہ مجھ جیسا کلام انسان سے ممکن ہی نہیں۔ اور واقعی اس وقت سے لے کر آجتک کوئی کلام قرآن جیسا بڑے بڑے شاعروں سے اور فصیح و بلیغ اور خطیبوں سے ادا نہیں ہو سکتا۔

(ایڈگر روالفن اگریمونیکل گارڈن)

۲۰۔ قرآن شریف ایک محیر العقول اور معجز نما صحیفہ ہے۔

(نیو اسٹیٹ لنڈن اپریل ۱۹۳۲ء)

۲۱۔ قرآن کی عبارت کیسی فصیح و بلیغ اور مضامین کیسے عالی و لطیف ہیں کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک امین و ناصح نصیحت کر رہا ہے اور ایک فلسفی حکمت الٰہی بیان کر رہا ہے۔

(مزک مؤرخ جرمنی)

۲۲۔ تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن کریم اپنی خوبیوں کے لحاظ سے ایک حیرت انگیز کتاب ہے۔ اور گذشتہ سالوں میں نے غور سے اس کا مطالعہ کیا ہے تو

Marfat.com

اس کی بلاغت الفاظ کی شان وشوکت اور روانی سے حیران رہ گیا ہوں۔

(جے جے پال)

۲۳۔ قرآن کی زبان بلحاظ لغت عرب نہایت فصیح ہے اس کی انشائی خوبیوں نے اسے اب تک بے مثل و بے نظیر ثابت کیا ہے۔ علاوہ ازیں احکام قرآن اس قدر مطابق عقل و حکمت واقع ہوئے ہیں کہ اگر انسان انہیں چشم بصیرت سے دیکھ لے تو وہ ایک پاکیزہ زندگی بسر کرنے کے کفیل ہو سکتے ہیں۔

(پاپولر انسائیکلوپیڈیا)

۲۴۔ آپ باوجودیکہ وصی تھے۔ لیکن ایک ہی وقت میں تین عظیم مقاصد یعنی قومیت دیانت، شہنشاہیت کی بنیاد ڈالی۔ اس کے ساتھ ہی ایک ایسی کتاب دنیا کے سامنے پیش کی جو بلاغت کا ایک زبردست نشان تشریعت کا واجب العمل دستور، دین و عبادت کا واجب الاذعان فرمان ہے جو آج دنیا کے ۱/۶ حصہ میں معتبر اور مسلم سمجھی جاتی ہے اور اس کی انشاء و حکمت کو معجز نما مانا جاتا ہے۔

(لائف آف محمد الکس اوزان)

۲۵۔ حضورؐ کے دل کی آواز قرآن کی آیات ہیں حضرت کی پاک اولوالعزمیوں کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے حضرت کی کتاب سے ان کی شعلہ بیانیوں اور ان کے پیغام کو اخذ کرنا ضروری ہے۔ (پنڈت چمپوتی پروفیسر گورو کل کانگڑی)

۲۶۔ مجھے قرآن الٰہی کو کتاب اللہ تسلیم کرنے میں ذرہ برابر تامل نہیں۔ قرآن فصاحت و بلاغت کا نادر نمونہ ہے۔ اس کی تعلیم بے مثل اور عملی ہے۔

(مہاتما گاندھی)

Marfat.com

۲۷۔ قرآن کی بھاشا بہت پسند ہے اس میں فصاحت و بلاغت بھری ہوئی ہے۔

(رام۔ دیو۔ ایم۔ اے)

۲۸۔ اگر اسلام اسی مذہب کا نام ہے جس کی تعلیم قرآن میں ہے تو میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ دُنیا کے بہترین مذہبوں میں سے ایک مذہب ہے۔ یہ صرف میری ہی رائے ہی نہیں بلکہ بہت سے ایسے غیر مسلم کی رائے ہے کہ جنہوں نے مذہب اسلام سے واقفیت پیدا کی ہے اور اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے۔

(شیام سُندر ذوقی۔ بی۔ اے)

۲۹۔ قرآن مجید کی تعلیم نے خانہ بدوش قبائل کی حالت کو اس قدر بدل دیا تھا۔ جیسے کہ کسی نے ان پر سحر کر دیا ہو۔ قرآن بیشک عربوں کے لئے برکت اور قدوم حق تھا۔

(یورینڈ جی۔ ایم ورڈویل)

۳۰۔ قرآن کے مطالب ایسے ہمہ گیر ہیں اور ہر زمانہ کے لئے اس قدر موزوں ہیں کہ زمانہ کی تمام صداقتیں خواہ مخواہ اس کو قبول کر لیتی ہیں۔

(ڈاکٹر سموئل جانسن)

۳۱۔ قرآن بہت جلد اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے اور متحیر کر دیتا ہے اور آخر ہم اس کی عزّت اور احترام کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح یہ کتاب تمام زمانوں میں قوی اثر کرتی رہے گی۔

(جرمن فاضل گرمُی)

عظمتِ قرآنی کے ان شواہد و اعترافات سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا میں جتنی آسمانی کتابیں نازل ہوئی ہیں ان میں سے کسی ایک کو بھی یہ امتیاز حاصل نہیں ہُوا کہ اس کی عظمت کا اعتراف خود اس نے یا اتنے بڑے انسانوں نے سچے دل سے کیا

Marfat.com

ہو صرف قرآن ہی تنہا اس امتیاز کا مالک ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

قرآن مجید دینی و دُنیاوی اور رُوحانی ترقیات کا ضامن ہے

قرآن مجید کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس نے انسان کے لئے ایک ایسا مکمل قانون پیش کیا ہے۔ جو اس کی انتہائی دینی۔ دُنیاوی اور رُوحانی ترقی کا ضامن ہے اور جس نے بہت ہی تھوڑے عرصہ میں نہ صرف عرب بلکہ دنیا کی تمام اقوام کی حالت کو یکسر تبدیل کر کے کامل انسان بنا دیا تھا۔

دینی ترقی یا کمال

قرآن نے انسان کو جو دین عطا کیا ہے اس کے کمال یا انتہائی ترقی یافتہ دین ہونے کا ثبوت قرآن مجید کے تعلیمی خصائص میں پیش کیا جائیگا۔ اور مختصر الفاظ میں اس کا ذکر اُوپر بھی کیا جا چکا ہے۔

دنیاوی ترقی اور قرآن

اس سلسلہ میں یہ ایک اہم بحث ہے اور ہم اس پر کسی قدر تفصیل سے کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔

قرآن مجید کو عرصہ دراز سے مسلمان غور و فکر سے نہیں پڑھتے اور علماء اسلام نے بھی دوسرے علوم و فنون میں زیادہ مشغول رہنے کے سبب قرآن میں کافی غور و تامل کو ترک کر دیا ہے اور اس اہمال کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ عوام کی کثیر تعداد اور بعض علماء کے ذہن میں یہ خیال قائم ہو گیا ہے کہ قرآن صرف دینی اور رُوحانی ترقی کے لئے نازل ہوا ہے۔ دُنیاوی ترقی سے قرآن کو کوئی تعلق نہیں ہے۔

Marfat.com

جس کا واضح مطلب صرف یہ ہو سکتا ہے کہ قرآن مسلمانوں کی دنیوی ترقی کا ضامن نہیں ہے ۔ یا یہ کہ قرآن مجید مسلمانوں کی دنیوی فلاح کے ذرائع اور وسائل کو نہیں بتاتا ہے ۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ خیال قطعًا غلط ہے ۔ قرآن مجید جس طرح انسان اور پھر مسلمان کی دینی اور روحانی ترقی کا ضامن ہے ۔ اسی طرح وہ دنیاوی ترقیات کا بھی کفیل ہے ۔

چند عنوانات کے ماتحت ہم اس موضوع پر بحث کرتے اور یہ بتاتے ہیں کہ قرآن مجید ہر طرح کی جائز و مناسب دنیوی ترقی کا ضامن ہے ۔

۱ ۔ وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم اٰمنًا ؕ

ترجمہ :۔ جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور نیک کام کئے ہیں یا نیک کام کرتے ہیں ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کی خلافت (سلطنت) ضرور عطا کرے گا جیسی ان کو خلافت عطا ہوئی تھی جو ان سے پہلے ہو گذرے ہیں ۔ اور جس دین کو انہوں نے پسند کیا ہے اس کو اُن کے لئے جمع کرے گا ۔ اور خوف و خطر جو اُن کو لاحق ہے اس کے بدلے میں ان کو امن دے گا ۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی دینی و روحانی ترقی کی تکمیل

Marfat.com

کی علامت یہ ہے کہ وہ انتہائی دنیوی ترقی کر سکیں اور پورے طور پر غلبہ حاصل کر لیں۔ دنیوی ذلت و مسکنت دُور ہو جائے اور دُنیا پر ان کا اقتدار قائم ہو جائے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ دنیوی کمزوری یا دنیوی ذلت خدا کا غضب اور عذاب ہے، مُسلمانوں کو اس سے بچنا چاہیئے۔

۲۔ فان یکن منکم مائۃ صابرۃ یغلبوا مائتین و ان یکن منکم الف یغلبوا الفین باذن اللّٰہ مع الصّٰبرین ٥

ترجمہ: مسلمانو! اگر تم میں سے ثابت قدم رہنے والے سَو ہوں گے تو وہ دو سَو پر غالب رہیں گے اور اگر تم میں سے ایسے ہی ہزار ہوں گے تو خدا کے حکم سے دو ہزار پر غالب رہیں گے اور اللہ ان لوگوں کا ساتھی ہے جو صابر ہیں۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ مخالفین پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے تعداد کی کمی بیشی کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ اصل چیز ثبات قدمی ہے۔ اگر اے مسلمانو تم صبر و استقلال سے اپنے دشمنوں کا مقابلہ کرو گے تو دشمنوں کی دوگنی تعداد پر تم غلبہ حاصل کر لو گے۔

۳۔ وامددنکم باموال وبنین یمددکم باموال و بنین ویجعل لکم جنّٰت و یجعل لکم انھٰرًا۔

ترجمہ! مسلمانو! مال اور بیٹوں سے ہم نے تمہاری مدد کی۔ اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمہارے لئے باغ اُگائے

Marfat.com

گا اور تمہارے لئے نہریں جاری کرے گا۔

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ خدا مومنین کا مددگار ہے۔ اور مومن ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ انتہائی دنیوی ترقی کر لیں۔

۴۔ ربکم الذی یزجی لکم الفلک فی البحر لتبتغوا من فضلہ انہ کان بکم رحیمًا ط

ترجمہ:۔ تمہارا پروردگار وہ ہے جو تمہارے لئے سمندر میں جہازوں کو چلاتا ہے تاکہ تم اس کا فضل یعنی معاش تلاش کرو واقعہ یہ ہے۔ کہ اللہ تم پر بڑا مہربان ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! اللہ تم پر بہت مہربان ہے تم دنیا میں اقتدار عزت اور دولت حاصل کرنے کے لئے تجارت کرو۔ اور سمندروں میں جہاز کے ذریعہ تجارت کر کے رزق کو حاصل کرو۔

۵۔ وکان حقا علینا نصر المؤمنین ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ ط.

ترجمہ:۔ مسلمانوں کی مدد ہم پر لازم ہے۔ بدر میں اے مسلمانو خدا نے تمہاری مدد کی حالانکہ اس وقت تم ذلیل تھے۔

یعنی خدا نے تمہاری ذلت کو دور کر دیا اور اقتدار مرحمت فرمایا کہ تم دنیا میں عزت و عظمت کی زندگی بسر کرو۔ اور اپنے دشمنوں کی نظر میں حقیر و ذلیل نہ رہو

۶۔ لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا تکون تجارۃ

ترجمہ:۔ ناحق ایک دوسرے کا مال اے مسلمانو تم خورد برد نہ کرو۔

Marfat.com

ہاں تجارت کے ذریعہ کمایا کرو۔

مطلب یہ ہے کہ ناجائز طریقہ پر مال حاصل کرکے نظامِ دنیا کو خراب نہ کرو۔ بلکہ تجارت کرو۔ اور ایک دوسرے کو تجارت میں مدد دو۔

۷۔ آیات تقسیم ترکۂ میت میں خدا نے اس بات پر خاص زور دیا ہے کہ میت کے قریبی رشتہ دار میت کے مال سے فائدہ اُٹھائیں اور رسات ہی مرنے والے کو اس بات کی ہدایت کی گئی ہے کہ وُہ وصیت کے ذریعہ مستحق اشخاص کو اپنے مال سے محروم نہ کر دے پھر یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ وارث حقیقی وہ ایک ہو یا کئی ہوں، کی عدم موجودگی میں خدا نے ترکہ کو ان تمام اشخاص کا حق قرار دیا ہے جو میت سے خون کا تعلق رکھتے ہیں۔ اور اس کا مقصد یہ ہے کہ مال دار قرابت دار کے مرنے کے بعد اس کے ورثاءِ دنیوی مشکلات اور مالی مصائب میں مبتلا نہ ہونے پائیں اور میت کے مال سے اپنی دنیوی حیثیت کو قائم رکھیں۔

۸۔ انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ ولا تکن للخائنین خصیمًا ولا تجادل عن الذین یختانون انفسھم ان اللہ لا یحب من کان خوانًا اثیمًا ○

ترجمہ:۔ اے محمدؐ! ہم نے تم پر سچی کتاب اس لئے اُتاری ہے کہ اللہ نے تم کو جیسا بتایا ہے اس کے مطابق تم لوگوں کے باہمی جھگڑے فیصل کرو۔ تم دغابازوں کی طرف داری نہ کرو۔ جو لوگ اپنی جانوں پر خیانت کرتے ہیں تم اُن کی طرف ہو کر دُوسروں سے نہ جھگڑو۔

Marfat.com

بلاشبہ اللہ دغا باز اور گنہگار (مجرموں) کو پسند نہیں کرتا۔

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان کوئی مالی یا خانگی نزاع ہو تو اے رسولؐ تم اس کا فیصلہ انصاف کے ساتھ کرو۔ اور دغا بازوں کی طرفداری نہ کرو۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان نزاع کو بڑھنے نہ دو اور عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کروایا کرو تاکہ مسلمانوں کی طاقت کمزور نہ ہو جائے اور نزاع کا تسلسل ان کی ہوا کو خراب نہ کر دے اور وُہ دنیا میں ذلیل و خوار ہو جائیں۔ ایک اور موقع پر قرآن مجید میں یہ ارشاد ہُوا ہے کہ مسلمانو! آپس میں لڑو جھگڑو نہیں کہ اس سے تمہاری قوت میں انتشار پیدا ہو جائے گا۔ اور تمہاری ہوا بگڑ جائے گی۔ یعنی تم دنیا میں کمزور اور ذلیل و خوار ہو جاؤ گے۔ اور مومن کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ دُنیا میں ذلت اور مسکنت کی زندگی بسر کرے۔

۹۔ وات ذی القربیٰ حقہ والمسکین وابن السّبیل ولا تبذر تبذیرًا ۝ ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین ۝

ترجمہ:۔ اے مسلمان! قرابت داروں مسکینوں اور مسافروں کے حقوق ادا کرتا رہ اور بیجا خرچ نہ کر بے شک بیجا خرچ کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں۔

۱۰۔ ولا تجعل یدک مغلولۃ الیٰ عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملومًا محسورًا۔

ترجمہ:۔ نہ تو۔ تو اپنا ہاتھ کھینچ کر گردن میں باندھ لے یعنی بخل نہ کر

Marfat.com

اور نہ بالکل پھیلا دے یعنی اسراف نہ کر کہ تجھ کو ملامت زدہ اور تہی دست ہو کر بیٹھنا پڑے۔

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ چونکہ مال ضروریاتِ زندگی میں سے ہے اِس لئے اے مسلمان اگر تیرے پاس کافی مال ہے۔ تو تُو اُس سے قرابت داروں اور مسکینوں اور مسافروں کی مدد کر کہ وہ دُنیا میں ذلّت و تکلیف کی زندگی بسر نہ کریں۔ اور فضول خرچ بھی نہ بن۔ کہ چند روز میں مال کو برباد کر دے اور پھر تجھ کو ملامت زدہ اور تہی دست ہو کر بیٹھنا پڑے۔ مالی تنگی خدا کا عذاب ہے ہر مسلمان کو اس سے بچنا چاہیئے اور دوسروں کو بچانا چاہیئے۔

۱۱۔ المال والبنون زینۃ الحیٰوۃ الدنیا۔

ترجمہ:۔ مال اور اولاد سے حیات دنیا کی زینت ہے۔

یعنی مال اور اولاد انسان کی دنیوی زندگی کی زینت ہیں کہ ان سے انسان خوش رہتا اور بے فکری کی زندگی بسر کرتا ہے۔ لیکن اس سے بھی اچھی چیز وہ اعمال صالحہ ہیں جو اخروی زندگی کو بہترین بناتے ہیں۔

۱۲۔ والّذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذٰلک قوامًا ۝

ترجمہ:۔ وہ لوگ بھی خدا کے خاص بندوں میں سے ہیں جو اپنے خرچ میں نہ زیادتی کرتے ہیں نہ کمی کرتے ہیں اور اعتدال سے کام لیتے ہیں۔

یہ ایک اقتصادی مسئلہ ہے کہ آمد و خرچ میں اعتدال کو ملحوظ رکھا جائے۔ بخل و اسراف دونوں سے اجتناب کیا جائے۔ اور مالی توازن کو ہر حال میں قائم رکھا

Marfat.com

ئے تاکہ بخل سے مال کی برآمد میں نقص پیدا نہ ہو اور دوسروں کو اس سے جو نفع
ہچتا ہے۔ وُہ رک نہ جائے اور اسراف سے مال ضائع نہ ہو جائے کہ اضاعت
لے بعد افلاس کی زندگی بسر کرنی پڑے۔ جو بہت تکلیف دِہ ہوتی ہے۔

رُوحانی ترقی!

قرآن مجید میں بہت سی آیات ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رُوح
ی پاکیزگی مسلمان کی خاص شان ہے۔ اور مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اپنے تمام
اعمال میں طہارتِ نفس و روح کو پیشِ نظر رکھے اور کوئی ایسا کام نہ کرے۔ جو
اس کے ضمیر اور احکامِ الٰہی کے خلاف ہو۔

رُوحانی ترقی کے جن ذرائع کو قرآن مجید نے بتایا ہے ان کا ضمنی ذکر مضامین
قرآن کے عنوان میں کیا جائے گا۔ اور کچھ باتیں قرآن مجید کے تعلیمی خصائص کے
عنوان میں پیش کی جائیں گی۔

قرآن مجید کے تعلیمی خصائص

قرآن مجید کے تعلیمی خصائص پر تفصیل سے کچھ لکھنا چونکہ اس مختصر مقدمہ
میں ناممکن ہے۔ اس لئے ہم صرف چند باتوں پر اکتفا کرتے ہیں۔

توحیدِ الٰہی

قرآن مجید سے پہلے جو کتب مصدقہ وغیر مصدقہ انسانوں کی ہدائت کے
لئے انبیاء پر اُتری ہیں یا جن کتابوں کے الہامی ہونے کا آج دعویٰ کیا جاتا ہے
ان میں سے کسی ایک کتاب میں بھی توحیدِ الٰہی کو اس قدر مدلّل طریقہ پر پیش

Marfat.com

نہیں کیا گیا۔ جس قدر کہ قرآن مجید نے اس مسئلہ کو پیش کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کی ذات کا اجمالی اعتراف تو تمام ادیان سابقہ میں پایا جاتا ہے۔ اور خدا کی ہستی کو تقریباً تمام انسانی مخلوق مانتی چلی آئی ہے۔ لیکن وُہ توحید جو ایک کامل و مکمل مذہب کے لئے ضروری تھی۔ کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی تھی۔ یعنی بعض مذاہب تو توحید سے آشنا ہی نہ تھے۔ اور بعض توحید کو مانتے تھے۔ تو یہ توحید کامل نہ تھی۔ جیسا کہ مشرکین عرب بھی خدا کو مانتے تھے لیکن بتوں کو بھی اس کا شریک قرار دیتے تھے۔ اس لئے وُہ توحیدِ کامل کے ماننے والے نہ ہوئے۔

اسلام نے توحید کو ذات و صفات دونوں کے اعتبار سے کامل صورت میں پیش کیا۔ اور عقیدۂ توحید میں صفات ذات۔ اور عبادت کی توحید کو ضروری قرار دیا۔ یہاں تک کہ خدا کے سوا اور تمام چیزوں کے لئے عبادت کے شائبہ کو بھی حرام قرار دیا۔

قرآن مجید میں توحید الٰہی کو مختلف طریقوں اور دلائل سے سمجھایا گیا۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ عوام کے نظام کو قائم رکھنے والا صرف وہ یکتا اللہ ہے جو اپنی تمام صفات میں یکتا ہے اور عبادت کے لئے بھی صرف اسی کی ذات مخصوص ہے۔ چند آیات اس موقع پر درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝

ترجمہ:۔ اے محمد! لوگوں سے کہدو وہ اللہ ایک ہے اور وہ اللہ بے نیاز ہے۔

Marfat.com

۲۔ وھوالذِی فی السمآءِ اِلٰہ وفی الارض اِلٰہ ۔

ترجمہ:۔ وہی (اللہ) ہے جو آسمان میں معبُود ہے اور وہی زمین میں معبُود ہے۔

۳۔ والٰھکم الٰہ واحد لا الٰہ الّا ھوالرّحمٰن الرّحیم ۝

ترجمہ:۔ اور تمہارا معبود تو اکیلا اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود جو رحم کرنے والا مہربان ہے۔

اس قسم کی آیات جن میں خدا کی وحدت اور یکتائی کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے۔ کہ اللہ کے سوا نہ تو کوئی معبُود ہے اور نہ اس کا کوئی شریک ہے تقریباً قرآن مجید کے ہر صفحہ پہ پائی جاتی ہیں اور اس کا اس قدر اہتمام اس لئے کیا گیا ہے کہ خدا کے اقرار و اعتراف کا اخلاقی اثر قلب پر اس وقت تک مستحکم نہیں ہو سکتا جب تک کہ توحید کامل کو تسلیم نہ کیا جائے۔ یعنی اطاعت انقیاد۔ خشوع، استقلال، توکل اور اخلاص کی حالتیں دل پر اسی وقت طاری ہو سکتی ہیں۔ جب کہ سچے دل سے اس بات کو مان لیا جائے کہ ہماری تمام ضرورتوں اُمیدوں اغراض اور خواہشات کا صرف ایک ہی مرکز یعنی خدائے واحد ہے۔

ابطالِ شرک

مذاہب سابقہ کی کتب مقدسہ میں سے صحیفۂ ابراہیم اور نصائح لقمان میں اگرچہ توحید الٰہی اور شرک کا ذکر کیا گیا ہے لیکن قرآن مجید نے اس مسئلہ پر جس قوت سے بحث کی ہے اور جس شد و مد سے شرک کا ابطال و استیصال کیا ہے وہ قرآن مجید ہی کی خصوصیت ہے۔ جو آج تک کسی صحیفۂ آسمانی کو میسّر نہیں آئی۔

Marfat.com

قرآن مجید نے توحید الٰہی کو کامل و مکمل مذہب کی بنیاد قرار دیا ہے اور شر
کو انتہائی اور بدترین جرم بتایا ہے واقعہ یہ ہے کہ توحید الٰہی کے اعتراف کے ساتھ
کا استیصال نہایت ضروری تھا۔ اس لئے کہ توحید کا اعتراف اسی وقت ممکن
جبکہ خدا کی صفات سلبی کو سچے دل سے مانا جائے۔

شرک حقیقت میں انسانی زندگی کے حقیقی مقصد کو ضائع کر دیتا ہے۔ ا
وہ انسان جو صرف ایک کامل الصفات ذات پر اپنی تمام ضروریات مقاصد او
خواہشات میں اعتماد رکھتا اور اس اعتماد پر جدوجہد کرتا رہتا ہے۔ شرک کا اخ
اس اعتماد کو ضائع کر دیتا ہے۔ اور انسان مذبذب حالت میں اپنی زندگی کو
کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اور جدوجہد کو ترک کر کے غیر اللہ کا دامن پکڑ لیتا ہے

۱۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ ۝

ترجمہ:۔ اللہ اس شخص کو کبھی نہ بخشے گا جو کسی کو اس کی خدائی میں شریک
قرار دے۔

۲۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔

ترجمہ:۔ مشرکوں کے شرک سے اللہ پاک ہے۔

۳۔ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ۝

ترجمہ:۔ اللہ کے ساتھ شرک نہ کر۔ شرک بڑا ظلم ہے۔

۴۔ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ
یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ ۝

ترجمہ:۔ اسی اللہ کے لئے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے اس

Marfat.com

نے نہ کسی کو اپنا لڑکا بنایا ہے اور نہ کوئی اس کا شریکِ سلطنت ہے۔

۵۔ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ نہ تو اللہ نے کسی کو (اپنا) بیٹا بنایا ہے نہ اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے ورنہ ہر ایک معبود اپنی مخلوق کو اپنے ساتھ لئے پھرتا اور ایک دوسرے پر غالب آجاتا۔ پاک ہے اللہ ان خرافات سے، جو یہ بیان کرتے ہیں۔

۶۔ لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ الخ

ترجمہ:۔ اگر دُنیا میں دو خدا۔ یا خدا کے سوا اور خدا ہوتے تو نظامِ عالم درہم برہم ہو جاتا۔

دینی آسانیاں

قرآن مجید نے مسلمانوں کو جو کامل و مکمل دین عطا کیا ہے وُہ اس قدر آسان واضح اور سریع الفہم ہے کہ اس کے مقابلہ میں کوئی مذہب اتنا آسان واضح اور سریع الفہم نہیں۔ مثلاً موجودہ مسیحیت کا یہ اعتقاد ہے کہ خدا ایک بھی ہے اور تین بھی یعنی اللہ اور رُوح القدس دونوں خدا ہیں اور مسیح خدا کا بیٹا بھی ہے، اور خدا بھی۔ یہ اعتقاد عجیب معمّہ ہے۔ قرآن نے ایسا کوئی اعتقاد پیش نہیں کیا۔ بلکہ ایسے سادہ اصول اور آسان احکام بتائے جو اسلام کے سوا آج تک کسی مذہب کو نصیب نہیں ہوئے۔

Marfat.com

موجودہ مذاہب کے گورکھ دہندے کو ملاحظہ فرمائیے اور پھر اسلام کی تعلیم پر نظر ڈالئے۔

۱۔ اللہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ وُہ تمام جہانوں کا پروردگار ہے مہربان اور رحم والا ہے۔ قیامت کے دن کا مالک ہے۔ عیوب کو مخفی رکھنے والا ہے، گناہوں کا بخشنے والا ہے۔ ضروریات و حاجات کو پُوری کرتا اور مدد دیتا ہے۔ اور اس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے۔

۲۔ محمدؐ خدا کے بندے اور آخری رسول ہیں۔ خدا نے ان کو دُنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اور ان پر اپنی آخری کتاب نازل کی ہے۔

۳۔ قرآن مجید ہدایت اور راہنمائی کا آخری قانون الٰہی ہے اب اور کوئی کتاب دُنیا میں نہیں آئے گی۔ دینِ کامل ہوگیا اور قیامت تک یہی دین رہیگا۔

۴۔ نماز پڑھو۔ زکوٰۃ دو۔ روزے رکھو۔ حج کرو۔ متقی بنو۔ اور اعمالِ صالحہ کو نجاتِ آخروی کا ذریعہ سمجھو۔

۵۔ مرنے کے بعد انسانی مخلوق کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اور ہر شخص خدا کی عدالت میں حاضر ہو کر اپنے اعمال کی جزاء و سزا پائے گا۔

خبائث ثلاثہ کی حرمت

دنیا عرصہ دراز سے تین ایسی خبیث چیزوں میں مبتلا تھی جو پریشانی بدحالی اور تباہی کی موجب تھیں۔ یعنی سود خوری۔ شراب نوشی۔ اور قمار بازی ان میں سے سود خوری نے سرمایہ داری کی بنیاد استوار کی، ظلم و استبداد کی طرح ڈالی اور خوش حال اقوام و اشخاص کی دائر و سائر دولت کو ایک شخص واحد کی ملکیت

Marfat.com

قرار دے دیا۔ شراب نوشی نے بداخلاقی پھیلائی۔ صحت کو برباد کیا۔ قوت کو کمزوری میں تبدیل کیا۔ اور مالی فراوانی کو ختم کر دیا۔ اور قمار بازی نے دوسروں کی دولت پر چھاپہ مارا۔ جد و جہد کی قوت کو فنا کیا۔ سرقہ۔ ڈکیتی اور بداخلاقی کے جرائم کی اشاعت کی۔

قبائل و اقوام میں انبیاء آئے۔ لیکن ان باتوں کا انسداد نہ ہو سکا اور روز بروز ان میں ترقی ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ آخری زمانہ میں جبکہ آخری رسولؐ مبعوث ہوئے ہیں ان چیزوں نے خباثت کے درجہ سے ترقی کر کے لطافت کی صورت اختیار کر لی اور یہ مشاغل اقوام و اشخاص کی نظر میں شرافت و عظمت کا تمغہ قرار پا گئے۔

اسلام نے ان چیزوں کو انسانی ترقی کا سدِ راہ پایا اور روحانیت کا دشمن اس لئے ان تمام چیزوں کو ممنوع و حرام قرار دے دیا۔ اور ان کے قریب تک جانے کی ممانعت کر دی۔ یہ خصوصیت صرف اسلامی تعلیم ہی کو حاصل ہے کہ اس نے ان خبائث کی لعنت سے انسان کو بچایا۔

فلسفۂ معتقدات

دنیا میں اب تک جس قدر کتابیں نازل ہو چکی ہیں یا جو مذاہب اس وقت پائے جاتے ہیں ان سب میں صرف اسلام ہی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ وہ اپنے معتقدات کا فلسفہ بھی بیان کرتا ہے اور ان کی حقیقت کے دلائل بھی پیش کرتا ہے۔ چنانچہ اس موقع پر چند باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید کا حکم ہے کہ خدائے واحد پر ایمان لاؤ اور اس اعتقاد کا فلسفہ یہ بیان کرتا ہے۔

Marfat.com

کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون ○

ترجمہ:۔ تم کس طرح خدا کا انکار کر سکتے ہو۔ تم معدوم تھے اس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو وہی موت دے گا۔ اور پھر وہی تم کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ اور پھر تم اسی کی خدمت میں حاضر ہو گے۔

مطلب یہ ہے کہ جس ہستی نے تم کو شرف وجود بخشا ہے پھر تم کو وہی موت دے گی اور پھر دوبارہ زندہ کر کے تم کو حساب و کتاب کے لئے جمع کرے گی۔ تم اس کا انکار کیونکر کر سکتے ہو۔

۲۔ قرآن مجید نے حکم دیا ہے کہ خدا ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے پھر اس اعتقاد کا فلسفہ یہ بیان کرتا ہے کہ۔

لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافًا کثیرًا ○

ترجمہ:۔ اگر قرآن مجید خدا کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو لوگ ضرور اس میں اختلافات اور تناقضات کو پاتے۔

لو کان فیھما آلھۃ الا اللہ لفسدتا۔

ترجمہ:۔ اگر زمین و آسمان میں خدا کے سوا اور خدا ہوتے تو نظام عالم درہم برہم ہو جاتا۔

۳۔ خدا کا حکم ہے نماز پڑھو اس کی حکمت یہ بتائی گئی ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ۔

ترجمہ:۔ بلاشبہ نماز انسان کو فحش اور برے کاموں سے باز رکھتی ہے۔

Marfat.com

غور و فکر کی دعوت

قرآن مجید کے تعلیمی خصائص میں ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس نے انسان کو احکام اسلام پر غور و فکر۔ آیات خداوندی میں تدبر اور علم کے بعد عمل کی دعوت دی ہے۔ یعنی یہ بتایا ہے کہ مذہب اسلام نے جو احکام تم کو دیئے ہیں اور جو راہ راست تمہارے لئے تجویز کی ہے تم اس پر غور و فکر کرو۔ خداداد عقل سے کام لو۔ اور سوچو کہ یہ احکام اور یہ راہ راست عقل کے مطابق ہے یا نہیں۔

اس سلسلہ میں چند آیات لکھی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ قرآن مجید نے ہر موقع پر انسانوں کو عقل و فہم سے کام لینے کی دعوت دی ہے۔ اور ہر مسئلہ کی عقلی دلیل بھی پیش کی ہے۔

۱۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین ○

ترجمہ:۔ اگر اے منکرو یا مشرکو! تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو دلائل پیش کرو۔

یعنی صرف دعویٰ کوئی چیز نہیں ہے جبتک اس کو عقل و فہم کی ترازو میں نہ تولا جائے۔

۲۔ وجعل الرجس علی الذین لا یعقلون ○

ترجمہ:۔ جو لوگ عقل و خرد سے کام نہیں لیتے خدا اُن پر ذلت نازل کرتا ہے۔

۳۔ ومنھم من یستمعون الیک افانت تسمع الصّم ولو کانوا یعقلون ○

Marfat.com

ترجمہ:۔ منکرین میں بعض ایسے بھی ہیں جو اے محمدؐ تمہاری طرف کان لگا کر سنتے ہیں۔ لیکن کیا تم اس وقت بھی ان کو سنا سکو گے جبکہ یہ بے عقل بہرے ہوں۔

یعنی جبکہ منکرین عقل و فہم سے کام ہی نہ لیں تو ایسی حالت میں قرآن حکیم سُنانا بیکار ہے اور وُہ قرآن سے کوئی فائدہ نہ اُٹھا سکیں گے۔

۴۔ ومن یّدع مع اللہ الٰھًا اٰخر لا برھان لہٗ۔

ترجمہ:۔ جو شخص خدا کے سوا کسی اور معبود کو پکارتا ہے۔ اس کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

۵۔ افلا یتدبرون القراٰن ام علی قلوب اقفالھا۔

ترجمہ:۔ کیا یہ لوگ قرآن کے مطالب پر غور و فکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر مہریں لگی ہُوئی ہیں۔

۶۔ وَفی الارض اٰیات للموقنین وفی انفسکم افلا تبصرون ٥

ترجمہ:۔ یقین لانے والوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور تمہارے نفوس میں بھی۔ کیا تم دیکھتے نہیں یعنی غور نہیں کرتے۔

قرآن مجید کے ہر صفحہ پر اس قسم کے الفاظ پائے جاتے ہیں جن میں انسانوں کو غور و فکر کی دعوت دی گئی۔ اور ہر بات کو دلیل کے ساتھ پیش کر کے عقل و فہم سے کام لینے کی ہدایت کی گئی ہے اور کتب سماویہ میں یہ صرف قرآن مجید

Marfat.com

ہی کی خصوصیت ہے۔

مختصر یہ کہ قرآن مجید بہت سی ایسی خصوصیات اپنے اندر رکھتا ہے۔ جو دُنیا کی کسی مذہبی کتاب میں نہیں پائی جاتیں جن میں سے بعض کا ذکر تفصیل سے اُوپر کر دیا گیا ہے۔ اور بعض کا اجمالی بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ قرآن مجید میں دین اسلام کو فطری مذہب قرار دیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم فطرتِ انسانی کے موافق ہے اس کے برخلاف دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں جس نے اپنے آپ کو دینِ فطرت کہا ہو اور واقعتاً وہ فطرت انسانی کے مطابق ہو۔

۲۔ قرآن مجید نے دُنیا میں سب سے پہلے عورت کو انسانی مخلوق قرار دیا۔ اس کے حقوق قرار دیئے اور انسانی جماعتوں میں اس کا درجہ بلند کیا اس سے پہلے عورت نہ تو انسان سمجھی جاتی تھی اور نہ اس کے حقوق مقرر کئے گئے تھے بلکہ اس کو مواشی کی مانند خیال کیا جاتا تھا۔ اور تجارتی مال کی طرح اس کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔

۳۔ قرآن مجید نے شخصیت پرستی کی لعنت کو دُنیا سے ختم کیا اور ان انسانوں کو جو اپنے آپ کو دُوسرے انسانوں سے بالاتر سمجھ کر اپنی پرستش کرایا کرتے تھے۔ معمولی انسان قرار دیا۔

۴۔ قرآن مجید نے رہبانیت اور ترکِ دُنیا کے طریقہ کو دُنیا سے ختم کیا اور بتایا کہ دُنیا میں رہ کر دنیاوی تعلقات سے کنارہ کشی انسانی ترقی کے خلاف ہے۔ دُنیاوی تعلقات میں منہمک رہو شادی بیاہ کرو۔ اور کاروبار میں مشغول رہو۔

Marfat.com

مگر خالقِ کُل اور قادرِ مطلق سے ایک لمحہ کے لئے غافل نہ ہو۔

۵۔ قرآن مجید نے سرمایہ داری اور ملوکیّت دونوں کے خلاف جہاد کیا ہے۔ یعنی ان دونوں چیزوں کو قومی ترقی کے منافی قرار دیا ہے اسلام چاہتا ہے کہ قومی دولت دائر و سائر رہے اور سرمایہ داری اس اصول کے خلاف ہے اور یہی حال ملیوکریّت کا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہُوا ہے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۝

ترجمہ:۔ لوگو! جب تک تم اپنی عزیز و محبُوب چیز یعنی مال کو خرچ نہ کرتے رہو گے اس وقت تک تم کو بھلائی اور فلاح حاصل نہیں ہو سکتی۔

اور ارشاد ہُوا ہے وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ یعنی امورِ حکمت میں لوگوں سے مشورہ لے لیا کرو۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ ہدایت ہُوئی ہے کہ اَلْاَرْضُ لِلّٰهِ زمین کا مالک خدا ہے۔ وَالْمُلْكُ لِلّٰهِ حکومت خدا ہی کی ہے۔ وَالْحُكْمُ لِلّٰهِ اور حکم اللہ ہی کا ہے۔

قرآن مجید کا طرزِ استدلال

قرآن مجید کے احکام۔ ارشادات مواعظ و حکم اور قصص و امثال پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آخری الہامی کتاب کے تمام بیانات کے مقاصد اور مہمات اس کے طرزِ استدلال سے واضح ہوتے ہیں۔ یعنی قرآن مجید جس چیز کو بیان کرتا ہے۔ اس میں اس کا تمام تر خطاب انسان کے فطری

Marfat.com

وجدان و ذوق سے ہوتا ہے تاکہ انسان اپنی فطرت اور ذوق کے موافق اس پر غور کرے۔ اور اس کے مقاصد و مہمات کو معلوم کرلے۔

دُوسرے الفاظ میں اس کی تشریح یوں کی جاسکتی ہے کہ قرآن مجید جو بات اپنے ماننے والوں کو بتاتا ہے اس کو انسان کے ذوق اور فطرت کے رنگ میں بیان کرتا ہے۔ تاکہ انسان اپنے ذوق اور اپنی فطرت کے موافق پاکر اس کو اچھی طرح سمجھ لے اور اس کی حقیقت اس کے ذہن نشین ہوجائے۔

تفصیل سے اس موضوع پر کچھ لکھنے کی اس مقدمہ میں گنجائش نہیں ہے۔ صرف چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ جن سے معلوم ہوگا کہ قرآن مجید جس چیز کو پیش کرتا ہے اور پھر اس پر جو دلیل لاتا ہے وُہ نہ تو دنیاوی علوم و فنون کی وضعی اصطلاحات پر مبنی ہوتی ہے اور نہ ترتیب مقدمات یا اصول موضوعہ سے اس کا تعلق ہوتا ہے بلکہ وُہ انسانی قلوب کو کھٹکھٹاتی اور انسان کے فطری وجدان و ذوق کو حرکت میں لاتی ہے تاکہ وہ موجودہ علوم و فنون کو گورکھ دھندوں میں نہ اُلجھے اور صرف اپنے وجدان اور ذوق ہی کو کام میں لاکر اس کو سمجھے۔

۱۔ واجب الوجود ہستی یعنی خدا کے وجود اور توحید کی دلیل قرآن مجید نے یہ پیش کی ہے۔

قل من یرزقکم من السمآء والارض امن یملک السمع والابصار ومن یخرج الحی ومن یدبر الامر فسیقولون اللہ ط فقل افلا تتقون ۝ فذالکم اللہ ربکم الحق فماذا بعد الحق الا الضلل فانّی تصرفون۔

Marfat.com

ترجمہ:- اے محمدؐ! ان لوگوں (یعنی منکروں اور مشرکوں) سے یہ تو پوچھو کہ "کون تمہیں آسمان اور زمین سے روزی دیتا ہے۔ تمہارے کانوں اور آنکھوں کا کون مالک ہے مُردہ سے زندہ کو اور زندہ سے مردے کون نکالتا ہے۔ وہ کون سی ہستی ہے۔ جو کائنات کے انتظام کو چلاتی ہے، وہ اس کے جواب میں کہیں (یہ تمام کام اللہ کرتا ہے) تو پھر تم ان سے یہ کہو کہ تم اس اللہ سے ڈرتے کیوں نہیں؟ یہی اللہ تمہارا سچّا پروردگار ہے۔ حق بات معلوم کر کے پھر اس کو نہ ماننا گمراہی نہیں تو پھر کیا ہے۔ تم لوگ کدھر پھرے جا رہے ہو۔

غور کرو ان آیات میں قرآن مجید نے انسان کے وجدان کو دستک دی ہے اور ان چیزوں پر غور کرنے کی دعوت جو ہر وقت مشاہدہ میں رہتی ہیں۔ انسان جب ان باتوں کو دیکھتا ہے اور ان پر غور کرتا ہے تو بے اختیار اس کا دل پکار اُٹھتا ہے۔ کہ یہ کام اس قادرِ مطلق کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ جو ساری دُنیا کا مالک۔ خالق اور ہر قسم کے تصرفات پر کامل اختیار رکھتا ہے۔

۲- بہت ممکن ہے کائنات کی بعض چیزوں کو انسان موجودہ اسباب و علل کا نتیجہ سمجھ لے اور قادرِ مطلق خدا کی ہستی کا منکر ہو جائے۔ لیکن کائنات صرف چند ہی چیزوں کا نام نہیں ہے۔ انسان کن کن چیزوں کے اسباب و علل تلاش کرے گا۔ کائنات، کا ہر ذرہ واجب الوجود ہستی کا ثبوت اور اس کی وحدانیت کی برہان پیش کر رہا ہے۔ آخر انسان تھک کر مجبور ہو جائے گا۔ عذر بہانہ اور حیلہ کا کوئی موقع باقی نہیں رہے گا۔ اور قادرِ مطلق خدا کی ہستی اور وحدانیت

Marfat.com

کا اقرار کرلے گا۔ قرآن مجید اسی مضمون کو اس طرح ادا کرتا ہے۔

فلینظر الانسان الی طامعہ انّا صببنا الماء ثم شققنا الارض شقاقًا فانبتنا فیھا حبًّا وعنبًا وقضبًا وّزیتونًا ونخلًا وحدآئق غلبًا وفاکھۃً وابًّا متاعًا لکمُ وَ لانعامکمُ ہ

ترجمہ:۔ آدمی اپنے کھانے ہی کو دیکھے کہ ہم نے (پہلے) اُوپر سے پانی برسایا۔ پھر زمین پھاڑ کر اس میں سے غلّہ، انگور، ترکاری، زیتون، کھجور، گنجان باغ، میوے اور چارہ تمہارے اور تمہارے چارپایوں کے فائدے کے لئے پیدا کئے۔

غور کرو قرآن مجید کے یہ دلائل کس قدر فطری اور انسانی ذوق کے موافق ہیں۔ انسان بہت سی چیزوں کے اسباب وعلل تلاش کر سکتا ہے۔ لیکن اس نظم و ترتیب کی طرف سے آنکھیں بند نہیں کر سکتا جو پیدائش دنیا سے اس وقت تک برابر یکساں قائم ہے۔ مثلاً انسان اور حیوان کی غذا کہ مختلف مراحل سے گزر کر تیار ہوتی ہے اور انسان و حیوان اس کو استعمال کرتا ہے۔

۳۔ دنیا میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا جزا و سزا کے لئے روزِ قیامت کا قائم ہونا دو ایسی چیزیں ہیں کہ ظاہر میں انسانی عقل ان کے تصوّر سے اپنے آپ کو عاجز پاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اقوامِ سابقہ نے عموماً اور منکرین و مشرکینِ عرب نے خصوصاً شد و مد کے ساتھ اس کا انکار کیا ہے۔ قرآن مجید اس کے ثبوت میں جو دلائل پیش کرتا ہے۔ اِن پر غور کرو۔

Marfat.com

یٰاَیّھا الناس انْ کنتم فی ریبٍ من البعث فانا خلقنٰکم من ترابٍ ثم من نطفۃ ثم من علقۃ ثم من مضغۃ فخلقۃ وغیر فخلقہ لنبین لکم ونقرّ فی الارحام ما نشآء الیٰ اجلٍ مسمیً ثم نخرجکم طفلاً ثم لتبلغوا اشدکم ومِنکم من یتوفّیٰ ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم منْ بعد علم شیئًا و تری الارض ھامدۃ فاذا انزلنا علیھا المآء اھتزت وربت و انبتت من کل زوجٍ بھیج ذٰلک بان اللہ ھوالحق وانہ یحیی الموتیٰ وانہ علیٰ کلّ شیٔ قدیرہ

ترجمہ:۔ لوگو! اگر تم کو مرکر پھر جینے میں کچھ شک ہو تو سمجھو کہ ہم نے تمہیں مٹی سے، پھر نطفہ سے، پھر خون کے لوتھڑے سے پھر پُوری اور ادھوری بوٹی سے پیدا کیا۔ تاکہ ہم تم پر اپنی قدرت ظاہر کریں۔ ماؤں کے پیٹوں میں ہم جس نطفہ کو چاہتے ہیں ایک وقت مقرر تک ٹھہراتے ہیں اور پھر تمہیں بچّہ بنا کر نکالتے ہیں۔ تاکہ تم پھر جوانی کو پہنچو۔ تم میں سے کوئی مرجاتا ہے۔ اور تم میں سے کوئی زیادہ نکمی عمر تک واپس لایا جاتا ہے۔ تاکہ سب کچھ جان کر پھر کچھ نہ جانے اے انسان تو زمین کو دیکھتا ہے کہ بے حِس و حرکت ہے پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وُہ لہلہانے اور اُبھرنے لگتی ہے اور ہر قسم کی خوش نما روئیدگی پیدا کرتی ہے۔ یہ دلیل ہے اللہ کے برحق ہونے کی اور اس بات

Marfat.com

کی کہ وہ مُردوں کو پھر جلائے گا اور اس کو ہر شے پر قدرت حاصل ہے

ان آیات میں حشر و نشر کی دو دلیلیں پیش کی ہیں۔ ایک میں انسانی فطرت سے استدلال کیا گیا ہے اور دوسری میں فطرت کائنات سے اور یہ دونوں باتیں ایسی ہیں جو روزمرّہ مشاہدہ میں آتی ہیں اور انسان ہر وقت اپنی آنکھوں سے درختوں کو پیدا ہوتے اور انسان کو بتدریج وجود میں آتے دیکھتا ہے۔ خشک زمین پر پانی برستا ہے۔ سبزہ اُگ آتا ہے۔ بتدریج بڑھتا ہے۔ درخت بن جاتا ہے۔ اور پھر پھل اور پھول لاتا ہے۔ اسی طرح اوّل خدا نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا یعنی زمین کی روئیدگی سے غذا بنائی، غذا سے نطفہ بنا، نطفہ ماں کے پیٹ میں قرار پایا۔ اس سے خون بنا خون سے گوشت بنا، گوشت میں رگیں، پٹھے، ہڈیاں پیدا ہوئیں۔ پھر جسم کے اعضاء بنے اور پھر جسم میں رُوح آگئی۔ خدا کی ان قدرتوں کو دیکھ کر کون ہے جو اس بات سے انکار کر سکتا ہے۔ کہ مرنے کے بعد خدا انسان کو دوبارہ زندہ نہ کر سکے گا خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ وہ انسان کو عدم سے وجود میں لا چکا ہے۔

مختصر یہ کہ قرآن مجید کا طرزِ استدلال انسانی فطرت و جدال اور ذوق کے مطابق ہے۔ اور جس شخص میں غور و فکر کا مادّہ و دیعت ہُوا ہے وہ ان دلائل کو آسانی سے تسلیم کر لیتا ہے۔

قرآن مجید کی فصاحت اور بلاغت

خصوصیات قرآنی میں قرآن مجید کی فصاحت اور بلاغت بھی ایک اہم

Marfat.com

خصوصیت ہے جو اعجاز کا مرتبہ رکھتی ہے۔ مختصر الفاظ میں ہم اس موضوع پر بھی بحث کرتے ہیں۔

فصاحت اور بلاغت کی تعریف

فصاحت اس خوبی کا نام ہے۔ جو کلام اور جملہ کے الفاظ کی بندش و ترکیب اور برمحل و باموقع استعمال الفاظ سے پیدا ہوتی ہے۔ یعنی فصیح اس کلام یا جملہ کو کہا جاتا ہے جس کے مفرد الفاظ ثقل اور اجنبیت سے پاک ہوں۔ اور الفاظ کی ترکیب اور بندش اس قدر موزوں برمحل اور باموقع ہو کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹائے نہ جا سکیں۔ اور ان میں ایسی تقدیم و تاخیر نہ ہو کہ کلام یا جملہ کے معنی سمجھنے میں دقت پیش آئے۔

بلاغتِ اس خوبی کا نام ہے جس میں فصاحت کے ساتھ ہی اس امر کو بھی ملحوظ رکھا جائے کہ کلام یا جملہ کو محلِ وقوع کے ساتھ مناسب استعمال کیا گیا ہے یا نہیں مثلاً ایک موقع پر ایجاز و اختصار موزوں ہے وہاں اطناب و طوالت اختیار نہ کی جائے اور ایک موقع پر تشریح و تفصیل کی ضرورت ہے وہاں ایجاز اور اختصار نہ کیا جائے۔

قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت پر اس وقت تک سینکڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ لیکن کوئی ایک شخص بھی اس کا احاطہ نہ کر سکا ہے اور سینکڑوں علماء و ادبا نے قرآنی فصاحت و بلاغت کے معیار پر کتابیں لکھی ہیں۔ لیکن کوئی ایک شخص بھی اس اسلوب بیان اور الفاظ کی ترکیب و بندش پر قادر نہ ہو سکا ہے۔ جو قرآن مجید میں پائی جاتی ہے اور یہ سب سے بڑا ثبوت ہے۔

Marfat.com

اس بات کا کہ قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت اعجاز کا درجہ رکھتی ہے۔

قرآن مجید نے جب مقابلہ کی پرزور دعوت انسانوں کو دی اور صرف دس آیت اور پھر ایک آیت تک معاوضہ میں پیش کرنے کی تحدی کی اور بار بار اس پرزور دیا تو اہل زبان کی ایک جماعت کی الگ قابلیت حرکت میں آئی اور چند جملے معاوضہ میں پیش کئے۔ یہ عبارتیں اور جملے کیسے تھے ایسے کہ ان کا مذاق خود اس زمانہ کے لوگوں نے اُڑایا اور ہزلیات و لغویات سے تعبیر کیا۔

امام رازیؒ کا بیان ہے کہ انسان جس چیز میں فصاحت و بلاغت کے پُر زور دریا بہاتا ہے۔ وُہ عموماً مناظر کی خوبصورتی میدانِ جنگ کے واقعات یا فوق العادت واقعات اور ممدوح کی مدح پر مبنی ہوتے ہیں یعنی جھوٹ اور سچ کی آمیزش سے وہ ان چیزوں کو فصیح و بلیغ جُملوں میں اس خوبی سے ادا کرتا ہے کہ انسان اس سے متاثر ہو جاتا ہے اور کلام کی خوبی دل میں گھر کر لیتی ہے لیکن انسان ہر وقت اپنے کلام میں ایسی خوبیاں پیدا نہیں کر سکتا۔ کبھی اس کا کلام فصاحت و بلاغت کا اعلیٰ نمونہ ہوتا ہے اور کبھی نقائص کا مجموعہ اور خرافات، قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت نہ تو ان اُمور پر موقوف ہے جن کا ذکر اُوپر ہُوا اور نہ اس میں جھوٹ سچ کی آمیزش ہے اور نہ اس کی فصاحت و بلاغت کے زور میں کہیں فرق آیا ہے بلکہ قرآن مجید کے مضامین تو عموماً وہ ہیں جن میں فصاحت و بلاغت کا زور ہی پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہی وُہ اعجاز ہے جس کا مقابلہ دُنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی۔

اس موقع پر ہم قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

Marfat.com

مفرداتِ کا اِستعمال

۱- لباس - لباس عام لفظ ہے جس کے معنی سب کو معلوم ہیں۔ قرآن مجید میں اس لفظ کو استعارہ کے طور پر کئی جگہ اِستعمال کیا ہے ملاحظہ ہو۔

جعلنا اللّیل لباسًا یعنی ہم نے رات کو پردہ بنایا ہے کہ اس کی تاریکی پردہ پوش ہوتی ہے۔ اسی جملہ سے بعض علماء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ رات کو بغیر کپڑوں کے مسلمان نماز پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے۔

لباس الخوفِ والجوع - یعنی خوف اور بھوک کا لباس۔ راغب اصفہانی کا بیان ہے کہ اس جُملہ میں بھوک کو سماں باندھنے اور مشکل قرار دینے کے لئے لباس قرار دیا ہے۔

۲- متاع - اس لفظ سے دُنیا کو تعبیر کیا گیا ہے۔ جو چند روزہ نفع اُٹھانے کی چیز ہے۔ چنانچہ ارشاد ہُوا ہے۔

وَما الحیوۃ الدنیا فی الاٰخرۃ الّا متاع -

ترجمہ:- دُنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں چند روزہ اور بے حقیقت چیز ہے۔

۳- ھنیئً مریئً - مرئی عربی میں اس نالی کو کہتے ہیں۔ جس سے معدہ میں غذا جاتی ہے۔ قرآن میں اس سے وہ غذا مُراد لی ہے۔ جو آسانی سے معدہ میں چلی جائے۔ اور ہنیئً اس غذا کو کہتے ہیں۔ جو خوب ہضم ہو اور نقصان نہ پہنچائے ارشاد ہُوا ہے۔

Marfat.com

فان طبن لکم عن شیٔ منه نفسًا فکلوه هنیئًا مریئًا۔

ترجمہ:۔ یعنی اگر عورتیں قطع تعلق کے بعد خوشی کے ساتھ اپنے مہر میں سے مردوں کو کچھ چھوڑ دیں تو تم اس کو رچتا پچتا کھاؤ۔ یعنی بے فکر اور بے تردد کھاؤ۔

جُملوں کا اِستعمال

۱ :۔ شہد کی تعریف میں ارشاد ہوا ہے۔ فیه شفآء لِلنّاس۔ اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔

۲ :۔ جآء الحق و زهق الباطل ط اِن الباطل کان زهوقا ٥

ترجمہ:۔ دین حق آیا اور دین باطل نیست و نابود ہو گیا۔ اور باطل نیست و نابود ہونے ہی والا تھا۔

۳ :۔ و من تزکّیٰ فانما یتزکّیٰ لنفسه ۔

ترجمہ:۔ جو شخص سدھرتا ہے اپنے ہی لئے سدھرتا ہے۔

۴ :۔ ولباس التقوٰی ذٰلک خیر۔

ترجمہ:۔ پرہیز گاری کا لباس سب سے بہتر ہے۔

۵ :۔ لباس لکم و انتم لباس لهن۔

ترجمہ:۔ عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم عورتوں کا لباس، یعنی تمہارا باہمی تعلق چولی دامن کا سا ہے۔

Marfat.com

خصوصیاتِ قرآنی پر مستشرقین یورپ کی رائیں

قرآن مجید کی تعلیمی خصوصیات پر دُنیا کے بے شمار علماء نے اپنی گراں قدر رائیں ظاہر کی ہیں۔ اس موقع پر ہم صرف چند شہادتیں مستشرقین یورپ کی درج کرتے ہیں۔

۱:۔ ایم راڈویل اپنے ترجمہ قرآن میں لکھتا ہے۔

"قرآن مجید کی تعلیم سے عرب کے خانہ بدوش بدّو ایسے بدل گئے۔ جیسے کسی نے ان پر سحر کر دیا ہو۔ بُت پرستی کے مٹانے، جنّات اور مادیات کے شرک کے عوض اللہ کی عبادت قائم کرنے، اطفال کشی کی رسم کو نیست و نابود کرنے۔ توہمات کو دُور کرنے اور ازواج کی تعداد کو گھٹا کر اس کی ایک حد معیّن کرنے میں قرآن بیشک عربوں کے لئے برکت اور قدمِ حق تھا۔"

۲:۔ گبن لکھتا ہے کہ۔

"قرآن کی وحدانیت پر ایک عمدہ شہادت ہے۔ مکّہ کے پیغمبر نے بُتوں، انسانوں، ثوابت اور سیاروں کی پرستش کو اس معقول دلیل سے رَد کیا کہ جو شئے طلوع ہوتی ہے، غروب ہو جاتی ہے، اور جو حادث ہے وُہ فانی ہے۔ جو قابلِ زوال ہے وہ معدوم ہو جاتی ہے۔ اس نے اپنی معقول سرگرمی سے کائنات کا بانی ایک ایسے وجود کو تسلیم کیا۔ جس کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا ہے، نہ کسی شکل میں محدود، نہ کسی مکان میں۔ اور نہ کوئی اس کا ثانی ہے جس سے اس کو تشبیہ دے سکیں۔ وُہ ہمارے نہایت خفیہ ارادوں پر بھی آگاہ رہتا ہے۔ بغیر کسی اسباب کے موجود

Marfat.com

ہے اخلاق اور عقل کا کمال جو اس کو حاصل ہے وُہ اس کو اپنی ہی ذات سے حاصل ہے "

۳۔ پرنٹر مارس لکھتے ہیں۔ کہ

"کوئی چیز عیسائیان روم کو اس ضلالت وغوایت کی خندق سے جس میں وُہ گر پڑے تھے۔ نہیں نکال سکتی تھی۔ بجز اس آواز کے جو عرب میں غار حرا سے بلند ہُوئی، اعلاء کلمتہ اللہ جس سے یونانی انکار کرتے جاتے تھے اسی آواز نے دُنیا میں کیا اور ایسے عملی پیرایہ میں کیا کہ جس سے بہتر ممکن نہ تھا "

۴۔ اخبار نیر ایسٹ لندن اپریل ۱۹۲۴ء میں لکھتا ہے۔

" قرآن ایک محیر العقول اور معجز نما صحیفہ ہے "

۵۔ لڈولف کرپہل لکھتا ہے۔

" قرآن مجید میں ایک وسیع جمہوری سلطنت کے ہر شعبہ کی بنیادیں بھی رکھ دی گئیں ہیں "

۶۔ ڈاکٹر گبن دوسرے موقع پر لکھتا ہے۔

" قرآن کی مختلف نقلوں اور طباعتوں سے اس کی یگانگت اور ناقابلِ قبول تحریف کا اعجاز ثابت ہوتا ہے "

۷۔ کارلائل لکھتا ہے کہ۔

" قرآن کے احکام اس قدر عقل وحکمت کے مطابق واقع ہُوئے ہیں کہ اگر انسان انہیں چشم بصیرت سے دیکھے تو وہ پاک اور پاکیزہ زندگی بسر کر سکتا ہے۔ شریعت اسلام نہایت اعلیٰ درجہ کے عقلی احکام کا مجموعہ ہے "

Marfat.com

۸۔ جرمنی شاعر گوئٹے لکھتا ہے۔

"قرآن کے تبادل کلام میں جو برق کی طرح تیز اور طرار ہے اس کتاب کی ایک بڑی دلفریبی پائی جاتی ہے اور جس قدر ہم اس کے قریب پہنچتے ہیں زیادہ حقیقی، معلوم ہوتی ہے اور بتدریج فریفتہ کرتی ہے۔ پھر متعجب کرتی ہے اور آخر ایک رقت خیز تحیر میں ڈالدیتی ہے۔

Marfat.com

باب سوّم

قرآنی احکام و مسائل

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	قرآن مجید کے مضامین	۱۳۳
۲	احکام و مسائل قرآن	۱۳۳

نوٹ :- اس عنوان کے تحت ۵۸ سورۂ قرآنی کے احکام و مسائل درج ہیں۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

تیسرا باب

قرآن مجید کے مضامین

قرآن مجید کے مضامین پر سیر حاصل بحث کرنا سمندر کو کوزہ میں بند کرنے کے مترادف ہے۔ تیرہ سو برس سے تفاسیر اور احکام و مسائلِ قرآنی کی تصانیف کا سلسلہ جاری ہے۔ لیکن آج تک مضامینِ قرآنی کا احاطہ نہیں ہو سکا ہے۔ جتنا غور و خوض کیا جاتا ہے نئے مسائل اور ضروریاتِ انسانی کی ضروری باتیں قرآن مجید کے جملوں اور آیات سے نکلتی رہتی ہیں۔ ایسی حالت میں کوئی شخص اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ قرآن مجید کے جملہ احکام و مسائل پر اس کو عبور حاصل ہے۔

ایسی حالت میں نہ تو قرآن مجید کے احکام و مسائل کا احاطہ ہو سکتا ہے۔ اور نہ کسی بشر سے احاطہ ممکن ہے۔ اس لئے وہ چند ضروری احکام و مسائل اور مضامین جو علماء و فقہاء اسلام نے قرآن مجید سے استخراج کئے ہیں اس موقع پر درج کئے جاتے ہیں۔

احکام و مسائلِ قرآن

بعض علماء کا بیان ہے کہ امام غزالیؒ نے آیاتِ احکام کو اپنی پوری جدوجہد

Marfat.com

سے جمع کیا تھا۔ اور وہ اپنی کوشش میں اس قدر کامیاب ہوئے تھے کہ قرآن مجید کی آیات سے اُنہوں نے پانچ سو احکام و مسائل فقہی جمع کر لئے تھے ان تمام احکام و مسائل کا ذکر اس موقع پر چونکہ باعثِ طوالت ہوگا۔ اس لئے قرآن مجید کی موجودہ ترتیب سے ہم صرف ان احکام و مسائل کو بیان کرتے ہیں جو نہایت واضح ہیں اور جن کی ایک مسلمان کو ہر وقت ضرورت پڑتی ہے۔

واضح ہو کہ جن سورتوں میں احکام و مسائل نہیں ہیں یا احکام و مسائل کی تکرار ہے ان سورتوں کا ذکر ہم نے ترک کر دیا ہے۔

۱۔ سورۂ بقر کے احکام و مسائل

۱۔ ھوالذی خلق لکم ما فی الارض جمیعًا۔ (رکوع ۱۳)

اس آیت میں یہ حکم ہے کہ جو چیزیں زمین کے اندر پیدا کی گئی ہیں وہ اے مسلمانو تمہارے دنیوی انتفاع کے لئے ہیں یعنی تم کوئی مانع نہ ہونے کی موجودگی میں زمین کی تمام پیداوار سے فائدہ اُٹھا سکتے ہو۔

۲۔ اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الرّاکعین (رکوع ۵)

اس آیت میں نماز، زکوٰۃ، رکوع اور وجوب جماعت کا حکم ہے۔

۳۔ ما ننسخ من اٰیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا۔ (رکوع ۱۴)

اس آیت میں یہ حکم ہے کہ نسخ قرآن جائز ہے۔ نسخ کے معنی ہیں ایک حکم کو دوسرے حکم سے بدل دینا۔

۴۔ ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہٗ (رکوع ۱۴)

ان آیات میں یہ حکم ہے کہ مساجد کی بربادی اور مساجد میں نماز پڑھنے سے

Marfat.com

مسلمانوں کو روکنا حرام ہے۔

۵۔ وللّٰہ المشرق والمغرب فاینما تولّوا فثم وجہ اللّٰہ (رکوع ۱۴)

کسی فوجی وجنگی سفر میں رات کی تاریکی کے سبب قبلہ کی سمت کا اندازہ کر کے نماز پڑھ لی گئی تھی۔ صبح کو سمت کی غلطی ظاہر ہوئی۔ واپس آکر حضور سے اس کا ذکر کیا گیا۔ خداوند تعالیٰ نے اس پر یہ حکم نازل فرمایا کہ ایسے موقع پر سمت کا اندازہ کر کے نماز جس طرف بھی پڑھ لی جائے جائز ہے۔ مشرق و مغرب کی سمتیں اللہ ہی کی ہیں جدھر منہ کر کے نماز پڑھ لوگے اُدھر ہی اللہ ہے۔

۶۔ وقالوا اتخذ اللّٰہ ولدًا سبحانہ بل لہ ما فی السّمٰوٰت و الارض کل لہ قانتون ○ (رکوع ۱۴)

اس آیت سے علماء نے یہ حکم نکالا ہے کہ اگر بیٹا باپ کی غلامی میں آجائے یعنی کسی طرح پر ایک دُوسرے کے غلام بن جائیں تو وہ ملکیت میں آتے ہی فوراً آزاد ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ بیٹے کا مالک و آقا باپ نہیں بن سکتا اور نہ بیٹا باپ کا مالک بن سکتا ہے جس طرح کہ خدا کا کوئی بیٹا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ خدا سب چیزوں کا مالک ہے۔ اور مملوک چیز اولاد نہیں بن سکتی۔

۷۔ وَ اذا ابتلیٰ ابراھیم ربہ بکلمات الخ (رکوع ۱۵)

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء معصوم ہیں وجہ ثبوت یہ ہے کہ جب خدا نے ابراہیمؑ سے کہا کہ میں تم کو لوگوں کا پیشوا بناؤں گا تو ابراہیمؑ نے عرض کیا "اے اللہ میری اولاد کو بھی پیشوا بنائے گا" خدا نے فرمایا۔ "ہاں، لیکن ان لوگوں کو نہیں جو ظالم و فاسق ہونگے" مطلب یہ کہ امام وہ شخص نہیں بن

Marfat.com

سکتا جو فاسق وظالم ہو بلکہ معصوم انسان ہی امامت کا مستحق ہے۔

۸- واذ جعلنا البیت مثابۃً للناس وامنا الخ (رکوع ۱۵)

اس آیت میں بیت اللہ کی تعظیم کا حکم ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ مکہ امن کی جگہ ہے۔ حرم مکہ میں نہ تو قتل وغارت گری جائز ہے اور نہ کسی نوع کی بے حرمتی۔

9- وکذٰلک جعلناکم اُمۃً وسطًا لتکونوا شھدآء علی الناس الخ (رکوع ۱۷)

اس آیت میں اُمت محمدیؐ کی مدح ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اس کا اجماع حجت اور شرعی دلیل ہے۔

۱۰- قد نرٰی تقلب وجھک فی السمآء الخ (رکوع ۱۷)

اس آیت میں قبلہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنا فرض قرار دیا گیا۔ آیت کے واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ قبلے دو تھے۔ ایک بیت المقدس اور دوسرا کعبہ ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کو تعمیر کر کے اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ ان کی وفات کے بعد خدا نے موسیٰؑ اور داؤد علیہ السلام وغیرہ کو حکم دیا کہ بیت المقدس کی جانب منہ کر کے نماز پڑھیں۔ پھر جب ہمارے نبی حضورؐ مبعوث ہوئے تو مکہ میں کعبہ کی طرف نماز پڑھی اور مدینہ میں پہنچ کر بیت المقدس کی جانب نماز پڑھنے کا حکم ملا۔ مدینہ کے اہل کتاب نے اس کا مذاق اُڑایا اور طعن کے طور پر کہا کہ ہمارا قبلہ منسوخ نہیں ہوا محمدؐ نے بھی اس کا اتباع کیا ہے۔ حضورؐ اور مسلمانوں کو اہل کتاب کی یہ باتیں ناگوار گذرتی تھیں۔ لیکن خدا کے حکم کے سامنے سب خاموش تھے۔ سوا سال کے بعد یہ آیات نازل ہوئیں۔ جن میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اے محمدؐ! اب تم کعبہ ہی کی طرف نماز پڑھو۔

Marfat.com

۱۱- وَلَا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات الخ (رکوع ۱۹)
اس میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں ان کو مُردہ نہ کہو، وہ تو زندہ ہیں۔ اُن کو شہید کہا جائے۔ علماء کا خیال ہے کہ شہدا خدا کے ہاں زندہ ہیں اور ان کی رُوحوں کو رزق دیا جاتا ہے۔

۱۲- ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ الخ (رکوع ۱۹) اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ حج کے اندر صفا و مروہ پہاڑیوں کے درمیان بھی دوڑنا چاہیئے۔ امام حنبلؒ کہتے ہیں۔ کہ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا سنت ہے۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک رکن حج ہے اور امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ چونکہ حضورؐ نے تمام عمر اس رُکن کو ادا کیا ہے اس لئے واجب ہے۔

۱۳- یٰاَیّھا الذین اٰمنوا کلوا من طیّبات ما رزقنٰکم الخ (رکوع ۲۱)
ان آیات میں بعض ان چیزوں کا بیان کیا گیا ہے۔ جن کا کھانا مسلمانوں پر حرام ہے۔ یعنی مردار لہو۔ سُور کا گوشت اور غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ اور پھر بتایا گیا ہے کہ اضطرار کی حالت میں ان چیزوں کا کھا لینا جائز ہے جبکہ مقصود حکم الٰہی کی خلاف ورزی نہ ہو۔

۱۴- لیس البرّ ان تولّوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب الخ۔
(رکوع ۲۲) ان آیات میں ایمان مفصل اور اسلام کے احکام نماز، زکوٰۃ اور جہاد وغیرہ کا بیان ہے۔

۱۵- یٰاَیھا الذین اٰمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ الخ
(رکوع ۲۲) ان آیات میں قصاص اور معافی کے احکام ہیں۔

Marfat.com

۱۶- کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت الخ (رکوع ۲۲)

ان آیات میں وصیت کا حکم اور مسائل ہیں۔

۱۷- یا یھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام الخ (رکوع ۳۳)

ان آیات میں روزے کی کیفیت اور روزہ کے احکام و مسائل ہیں۔

۱۸- شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن الخ (رکوع ۲۳)

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ روزے پورے ماہ رمضان کے رکھنا فرض ہیں جو بڑا بابرکت مہینہ ہے اور اسی مہینہ میں قرآن نازل ہوا ہے۔

۱۹- واذا سألک عبادی عنی فانی قریب الخ (رکوع ۲۳)

اس آیت میں خدا کو یاد کرنے اور دعا مانگنے کا حکم ہے اور دعا کا طریقہ اور قبولیت دعا کی شرط بیان کی گئی ہے۔

۲۰- احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسآئکم الخ (رکوع ۲۳)

ان آیات میں ماہ رمضان کی راتوں میں بیویوں سے مجامعت کرنے اور اعتکاف و روزہ کے دوسرے احکام و مسائل ہیں۔ قدیم مذاہب میں روزوں کے ایام میں چونکہ مغرب سے عشاء کے وقت تک کھانا پینا اور جماع جائز تھا اور اس کے بعد حرام و ممنوع تھا اور یہ احکام سخت بلکہ دشوار تر تھے۔ لوگوں سے ان پر عمل دشوار تھا۔ اس لئے اسلام نے ان دشواریوں کو دور کر دیا۔ اور احکام و مسائل رمضان کو فطرت انسانی کے موافق کر کے رات بھر کھانے پینے اور جماع کرنے کی اجازت دے دی۔

۲۱- ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الخ (رکوع ۲۳)

Marfat.com

اس آیت میں ناحق کسی کے مال کو کھانا اور رشوت دینا حرام وممنوع قرار دیا گیا ہے۔

۲۲۔ یسئلونکَ عن الاھلہ الخ (رکوع ۲۴) ان آیات میں حج کے متعلق آیام جاہلیت کی بعض عادتوں کو منسوخ کرکے انسانی فطرت کے موافق احکام دیئے گئے ہیں عرب میں دستور تھا کہ حج کے ارادہ سے گھر سے نکلنے کے بعد جب ارکانِ حج کو ادا کرنے کی حالت میں گھروں کو واپس آتے تھے تو گھر کے دروازوں سے گھروں میں داخل نہ ہوتے تھے بلکہ پچھواڑے سے گھروں میں جاتے تھے۔ قرآن مجید نے اس طریقہ کو منسوخ کر دیا۔

۲۳۔ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم الخ (رکوع ۲۴)

ان آیات میں جن کا سلسلہ یحب المحسنین تک چلا گیا ہے۔ جہاد و قتال کے احکام ومسائل ہیں۔

۲۴۔ واتموا الحج والعمرۃ للہ الخ (رکوع ۲۴)

ان آیات میں جن کا سلسلہ شدید العقاب تک چلا گیا ہے حج وعمرہ کے احکام ومسائل ہیں۔

۲۵۔ الحج اشھر معلومٰت الخ (رکوع ۲۵)

ان آیات میں جن کا سلسلہ تحشرون تک چلا گیا ہے حج کا وقت اور حج کے شرائط عرفہ اور مزدلفہ میں وقوف کے مسائل اور ایام تشریق کا ذکر کیا گیا ہے۔

۲۶۔ ویسئلونکَ عن الخمر والمیسر الخ (رکوع ۲۷)

Marfat.com

ان آیات میں شراب اور جوئے وغیرہ کی حرمت کا حکم ہے۔

۲۷ - ویسئلونکَ ماذا ینفقون الخ (رکوع ۲۷)

اس آیت میں خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کی مقدار کا بیان ہے یعنی خدا کی راہ میں وہ مال خرچ کیا جائے جو اپنی ضروریات سے بچ رہے۔

۲۸ - ویسئلونکَ عن الیتامٰی الخ (رکوع ۲۷)

اس آیت میں یتامٰی کے مال کی حفاظت کا حکم ہے۔ اس سے پہلے یہ حکم نازل ہوا تھا کہ یتامٰے کے مال کے قریب نہ جاؤ اور یتیموں کا مال کھانا، آگ کھانے کے برابر ہے۔ ان احکام کو سُن کر مسلمانوں نے اپنے اعزہ کے یتامٰی کو اپنے سے علیٰحدہ کر دیا۔ نہ ان کے مال کو ہاتھ لگاتے تھے نہ ان سے ملتے تھے۔ اور نہ ان کے ساتھ کھاتے پیتے تھے۔ اس پر یہ حکم نازل ہوا۔ کہ اتنی بے تعلقی سے یہ بات بہتر ہے کہ یتامٰی کے مال کی حفاظت کرو اور ضائع ہونے سے بچاؤ۔

۲۹ - ولا تنکحوا المشرکات الخ (رکوع ۲۷)

ان آیات میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ مشرک مردوں اور عورتوں کا نکاح مسلمان مَردوں اور عورتوں سے ناجائز ہے۔

۳۰ - ویسئلونکَ عن المحیض الخ (رکوع ۲۸)

ان آیات میں حیض کی حالت میں عورتوں سے جماع کرنے اور وطی فی الدبر کی ممانعت کا حکم ہے۔

۳۱ - ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم الخ (رکوع ۲۸)

اس آیت میں معصیت پر قسم کھانے اور زیادہ قسمیں کھانے کی ممانعت

Marfat.com

کا حکم ہے اور پھر قسموں کی اقسام اور کفارہ کا بیان ہے۔

۳۲۔ للذین یؤلون من نسآءھم الخ (رکوع ۱۲۸)

اس آیت سے طلاق اور عدت کے مسائل واحکام شروع ہوتے ہیں۔ جن کا سلسلہ دور تک چلا گیا ہے سب سے پہلا مسئلہ اس آیت میں ایلاء کا ہے۔ ایلاء اُس قسم کو کہتے ہیں جو مرد غصہ یا رنج کی حالت میں اپنی بیوی سے مقاربت نہ کرنے کی کھالے یا مقاربت نہ کرنے کی کوئی مدّت یا شرط مقرر کر دے اس کا حکم یہ ہے کہ چار مہینے کے اندر مجامعت کر کے قسم توڑ دے اور قسم کا کفارہ دیدے۔ اگر چار مہینے تک اس نے ایسا نہ کیا تو پھر طلاق واقع ہو جائے گی۔ یعنی ایلا کی مدّت چار مہینے ہے ان کے اندر قسم توڑ کر مرد اپنی بیوی کو نکاح میں رکھ سکتا ہے اس کے بعد طلاق واقع ہو جائے گی۔

۳۳۔ والمطلقات یتربص بانفسھن الخ (رکوع ۲۸)

اس آیت میں مطلّقہ عورت کی عدت کے مسائل ہیں۔

۳۴۔ الطلاق مرتان الخ (رکوع ۲۹)

ان آیات میں جن کا سلسلہ لا تعلمون تک چلا گیا ہے۔ طلاق کے اقسام یعنی طلاقِ رجعی خلع اور طلاق غلیظہ کا بیان اور ان کے مسائل واحکام ہیں۔

۳۵۔ والوالدات یرضعن اولادھن الخ (رکوع ۳۰)

ان آیات میں رضاعت کے مسائل واحکام ہیں۔

۳۶۔ والذین یتوفون منکم الخ (رکوع ۳۰)

اس آیت میں اس عورت کی عدّت کا بیان ہے جس کا شوہر مر جائے۔ اور

Marfat.com

عدّت کے بعد عورت کو نکاح ثانی کا اختیار دیا گیا ہے۔

۳۷ - ولاجناح علیکم فیما عرضتم به من خطبة النسآء الخ (رکوع ۳۱)

اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ عدت کے ایّام میں اشارۃً عورت کو نکاح کا پیام دینا جائز ہے لیکن زمانہ عدت میں نکاح کا وعدہ لینا یا وعدہ کر لینا جائز نہیں ہے۔ اور یہ کہ عدت کے آیام میں ہرگز نکاح نہ کرو۔

۳۸ - لاجناح علیکم ان طلقتم النسآء الخ (رکوع ۳۱)

ان آیات میں مہر کے احکام ہیں یعنی جن عورتوں سے مہر مقرر کئے بغیر نکاح کیا گیا ہے۔ اور جن کا مہر مقرر ہو چکا ہے اور جن سے مجامعت یا خلوت صحیحہ ہوئی ہے یا نہیں ہوئی ہے سب کے مہروں کے احکام و مسائل بیان کئے گئے ہیں۔

۳۹ - حافظوا علی الصلوٰتِ والصلوٰة الوسطیٰ الخ (رکوع ۳۱)

اس آیت میں پنجوقتہ نماز کی فرضیت کا حکم اور نمازِ خوف کے پڑھنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

۴۰ - والذین یتوفون منکم الخ (رکوع ۳۱) ان آیات میں مسائل عدت وطلاق کا تتمہ ہے جن کا سلسلہ اوپر سے چلا آتا ہے اور درمیان میں سلسلۂ بیان سے جملہ معترضہ کے طور پر اور مسائل آ گئے تھے۔

عرب میں عدت کا یہ قاعدہ تھا کہ جب شوہر موت کو قریب پاتا تھا تو وصیت کر دیتا تھا کہ اس کی بیوی کو ایک سال تک گھر میں رکھا جائے اور اس کے مصارف اس کے مال میں سے دیئے جائیں ابتداء میں اسلام نے بھی اسی دستور کو قائم رکھا اور پھر عدت کی مدت چار مہینے دس دن مقرر کر دی اور شوہر کے مال میں بیوی کا

Marfat.com

حصّہ بھی مقرر کیا۔

۴۱۔ الم ترالی الذین خرجوا من دیارھم الخ (رکوع ۳۲)

اس آیت سے یہ حکم نکلتا ہے کہ وبا اور طاعون وغیرہ متعدی امراض سے خوف زدہ ہو کر نہ بھاگنا چاہیئے۔

۴۲۔ اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم الخ (رکوع ۳۴)

یہ آیت ایتہ الکرسی کہلاتی ہے اس میں صفات و توحید الٰہی کو بیان کیا گیا ہے۔

۴۳۔ یآیھا الذین اٰمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم الخ (رکوع ۳۷) اس آیت میں تجارت کی زکوٰۃ اور تہذیب و صدقات کا بیان ہے۔

۴۴۔ الشیطٰن یعدکم انفقوا الخ (رکوع ۳۷) اس آیت میں خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت کا بیان ہے خواہ وہ مال خرچ کیا جائے۔ جس کا خرچ کرنا فرض ہے۔ مثلاً زکوٰۃ وغیرہ یا اپنی خواہش سے خرچ کیا جائے اور بتایا گیا ہے کہ وہ بخل جو نقصان رساں ہے شیطان سکھاتا ہے۔

۴۵۔ وما انفقتم من نفقۃ او نذرتم من نذر الخ (رکوع ۳۷)

ان آیات میں اول خدا کی راہ میں خرچ کرنے اور نذر کو پوری کرنے کی فضیلت کا بیان کیا گیا ہے اور پھر یہ بتایا گیا ہے کہ صدقات و خیرات کا علانیہ دینا اور چھپا کر دینا دونوں طرح درست ہے۔ علماء کا بیان ہے کہ صدقات فرض کا علانیہ خرچ کرنا بہتر ہے اور صدقات نافلہ کا چھپا کر خرچ کرنا بہتر ہے۔

۴۶۔ الذین یاکلون الربوا لا یقومون الخ (رکوع ۳۸)

Marfat.com

قرآن مجید میں حرمت سود کی متعدد آیات ہیں اور یہ آیت اس موضوع پر علماء اصول کے نزدیک زیادہ جامع اور بہت سے فوائد کی ضامن ہے۔

۴۷- یٰایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربٰوا الخ (رکوع ۳۸)

ان آیات میں اوّل یہ حکم دیا گیا ہے کہ جن مسلمانوں کا سود اسلام لانے سے پہلے کا باقی رہ گیا ہے وہ اس کو چھوڑ دیں اور پھر یہ حکم دیا گیا ہے کہ قرضدار اگر تنگ دست ہو تو اس کو مہلت دے دیں۔

۴۸- یٰایھا الذین اٰمنوا اذا تدایتم الخ (رکوع ۳۹)

ان آیات میں جن کا سلسلہ بما تعلمون علیم ہ تک چلا گیا ہے۔ لین دین کے معاملات مثلاً بیع سلم، رہن، اور قرض اور گواہی و امانت کے احکام و مسائل ہیں۔ اور ان معاملات کے بہترین طریقے بتائے گئے ہیں۔

۴۹- لِلّٰہ مَا فی السمٰوٰت الخ (رکوع ۴۰)

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ قلب کا گناہ یا قلب کا عزم گناہ بھی مواخذہ ہے اور یہ کہ حساب اور حشر حق چیزیں ہیں۔

۵۰- لا یکلف اللہ نفسًا الا وسعھا الخ (رکوع ۴۰)

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ طاقت یا استطاعت سے زیادہ کسی کو تکلیف دینا یا کام لینا درست نہیں ہے۔ یا طاقت سے زیادہ کام کا انسان مکلف ہی نہیں ہے۔

Marfat.com

۲۔ سُورۂ آلِ عمران کے احکام و مسائل

۵۱۔ ھوالذی انزل علیک الکتاب منہ اٰیات محکمات الخ (رکوع ۱) ان آیات میں محکم و متشابہ آیات کے احکام ہیں۔ یعنی جو آیات احتمال و اشتباہ سے پاک و صاف اور محفوظ ہیں۔ اور جو آیات ایسی نہیں بلکہ متشابہ اور محتمل ہیں ان دونوں کے احکام ان آیات میں بیان کئے گئے ہیں۔

۵۲۔ ان اللہ اصطفیٰ اٰدم و نوحًا (رکوع ۴)
اس آیت میں ملائکہ پر بشر کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے۔ کہ کفار آپس میں شادی بیاہ کر سکتے ہیں۔

۵۳۔ وَاِذْ اَخَذَ اللہ میثاق النبیّین الخ (رکوع ۹)
ان آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ ہمارے حضورؐ تمام انبیاء پر فضیلت رکھتے ہیں۔ اور آپ کا درجہ تمام انبیاء سے بڑھ کر ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ ہمارے نبی صلعم کی فضیلت تمام انبیاء پر آیت کنتم خیر اُمۃ سے بھی التزاماً ثابت ہوتی ہے۔

۵۴۔ فیہ اٰیاتٌ بیّنٰتٌ مقام ابرٰھیم الخ (رکوع ۱۱)
ان آیات سے حج کی فرضیت اور بیت اللہ کا مقام امن ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۵۵۔ ولتکن منکم اُمۃ یدعون الی الخیر الخ (رکوع ۱۱)
ان آیات میں پیشوائے مذہب کی ضرورت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم ہے۔ علماء کہتے ہیں یہ امر فرض کفایہ ہے۔

Marfat.com

۵۶ - کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الخ (رکوع ۱۲)

ان آیات سے اجتماع اُمت کا حجت و دلیل ہونا، ہمارے نبی کا تمام انبیاء سے افضل ہونا اور امر بالمعروف کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۵۷ - یٰاَیھا الذین اٰمنوا لا تاکلوا الربٰوا الخ (رکوع ۱۴)

ان آیات میں سود کی حرمت کا حکم ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے مسلمان ایمان سے خارج نہیں ہو جاتا اور یہ کہ گناہ ایمان کو ضرر نہیں پہنچاتا۔ اور یہ کہ جنّت اور دوزخ پیدا کر دی گئی ہیں۔ اور ہر وقت موجود ہیں۔

۵۸ - وَاذ اَخذ اللّٰہ میثاق الذین اوتوا الکتاب الخ (رکوع ۱۹)

اس آیت سے علم کا سکھانا اور خبر واحد کا حجت ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۳ - سُورۂ نسآء کے احکام و مسائل

۵۹ - فان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامٰی الخ (رکوع ۱)

اس آیت میں چار عورتوں تک سے نکاح کرنے کا جواز اور عدل نہ کر سکنے کی صُورت میں صرف ایک عورت پر قناعت کا حکم ہے۔

۶۰ - واٰتوا النسآءَ صدقٰتھن نحلۃ الخ (رکوع ۱)

اس آیت میں بیویوں کو ان کے مہر دینے کا حکم ہے اور اس کی بھی اجازت ہے کہ اگر بیویاں چاہیں تو اپنے مہر یا مال میں سے مردوں کو کچھ چھوڑ دیں یا دیدیں۔

۶۱ - ولا تؤتوا السفھآءَ اموالکم الخ (رکوع ۱)

ان آیات میں یہ حکم ہے کہ اگر تمہارے پاس اے مسلمانو ایسے لوگوں کا مال ہو جو بے وقوف یا نو عمر ہیں یا نابالغ و مجنون ہیں تو ان کا مال ان کے حوالے نہ کرو

Marfat.com

اپنے پاس رکھو اور ان کی ضروریات کی حفاظت کرو اور خود بھی نہ کھا جاؤ۔

۶۲۔ للرجال نصیب مما ترک الوالدٰن الخ (رکوع ۱)

اس آیت میں ترکۂ میّت کے حقداروں یا حصّہ داروں کا بیان ہے۔ جس کو اصطلاح میں فرائض کہتے ہیں۔

۶۳۔ واذا حضر القسمۃ اولی القربٰی الخ (رکوع ۱)

اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ میّت کا ترکہ تقسیم کرتے وقت اگر غیر وارث حاجتمند بھی آجائیں یا جمع ہو جائیں تو حصّہ دار اپنے حصّہ میں سے ان کو بھی کچھ دے دیں اور ان کے ساتھ اخلاق سے پیش آئیں۔

۶۴۔ یوصیکم اللہ فی اولادکم الخ (رکوع ۲)

آیت میں ماں باپ کے مال میں سے اولاد کو خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں، جس قدر حصّہ ملنا چاہیئے اس کا بیان کیا گیا ہے۔

۶۵۔ ولابویہ لکل واحد منھما السدس الخ (رکوع ۲)

ان آیات میں میّت کے ترکہ میں سے ماں باپ کے حصّہ کو بتایا گیا ہے۔ اور اس کی تمام ضروری صورتوں کو واضح کیا گیا ہے۔

۶۶۔ ولکم نصف ما ترک ازواجکم الخ (رکوع ۳)

اس آیت میں میاں بیوی کے حصول کو بیان کیا گیا ہے اور اس کی تمام ضروری صورتوں کو بیان کیا گیا ہے۔

۶۷۔ وان کان رجل یورث کلٰلۃ الخ (رکوع ۲)

اس آیت میں تقسیم ترکہ کی وُہ صورت بتائی گئی ہے۔ جبکہ میّت اپنے اصل

Marfat.com

اور فرع میں اپنا کوئی وارث نہ چھوڑے ۔

۶۸- واللّٰتی یاتین الفاحشة من نسآئکم الخ (رکوع ۳)

حرکتِ زنا کی آیات قرآن مجید میں کثرت سے آئی ہیں۔ لیکن زنا کی سزا کے متعلق صرف تین آیات ہیں۔ دو آیات تو یہ ہیں اور ایک آیت سورۂ نور میں :- الزانی والزانیة فاجلد و الخ ہے۔ ان آیات میں زنا کی سزا حبسِ دوام کا ابتدائی حکم ہے۔ آخری حکم رجم اور دُرّے مارنے کا ہے جس کا ذکر سورۂ نور میں آئے گا۔

۶۹- انما التوبة علی اللّٰہ للّذین یعملون السّوء الخ (رکوع ۳)

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ مرتے وقت کی توبہ اور ایمان لانا قابلِ قبول نہیں ہے۔

۷۰- یآیھا الذین اٰمنوا لا یحل لکم الخ (رکوع ۳)

عرب میں یہ دستور تھا کہ شوہر کے مرنے کے بعد ورثا ان کی عورتوں کے مالک ہو جاتے تھے۔ اسلام نے اس دستور کو اس آیت سے مٹا دیا۔ اور اس طریقہ کو باطل قرار دیا۔ پھر اس آیت میں نکاح کے بعض مسائل کو بھی بیان کیا گیا ہے ۔

۷۱- ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم الخ (رکوع ۴)

ان آیات میں جن کا سلسلہ کتاب اللّٰہ علیکم تک چلا گیا ہے۔ ان عورتوں کا بیان ہے جن سے نکاح کرنا حرام ہے ۔

۷۲- واحل لکم ما وراء ذٰلکم الخ (رکوع ۴)

Marfat.com

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ جن عورتوں سے، یعنی وہ عورتیں جن کا ذکر اُوپر ہُوا ہے ان کے سوا اور تمام عورتوں سے نکاح جائز و حلال ہے۔ بشرطیکہ تم ان کا مہر دے دو۔ اور نکاح سے تمہارا مقصود شہوت رانی نہیں بلکہ پاکدامنی ہو۔

۷۳۔ ومن لم یستطیع منکم طولاً الخ (رکوع ۴) ان آیات میں یہ حکم دیا گیا ہے۔ کہ اگر آزاد عورتوں سے تم میں نکاح کرنے کی استطاعت نہ ہو تو لونڈیوں سے نکاح کر لو، اور پھر لونڈی سے نکاح کے ضروری مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔

۷۴۔ یا یھا الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الخ (رکوع ۵) اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ناحق طریقہ پر کسی کا مال نہ کھاؤ مثلاً چوری سے، خیانت سے، زبردستی چھین کر، جوئے سے اور سُود وغیرہ سے، بلکہ باہمی رضامندی سے فائدہ اُٹھاؤ۔ یعنی تجارت وغیرہ جائز شرعی معاملات کے ذریعہ مال حاصل کرو۔

۷۵۔ ولا تقتلوا انفسکم الخ (رکوع ۵)

اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنی جنس میں سے کسی کو ناحق قتل نہ کرو۔ اس مسئلہ کا ذکر سورۂ بقر میں بھی ہو چکا ہے۔

۷۶۔ ولکل جعلنا موالی الخ (رکوع ۵)

اس آیت میں حقوق وراثت کے سلسلہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو حصے وارثوں کے خدا نے مقرر کئے ہیں۔ ان کے حصے ادا کر دو۔ اور خیانت نہ کرو۔ اللہ تمہارے ایمان کو دیکھتا ہے۔ اور تمہارے کاموں کا گواہ ہے۔

Marfat.com

۷۷- الرجال قوامون علی النساء الخ (رکوع ۶)

ان آیات میں خانگی معاشرت اور خانہ داری کے مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔ اور ان کے نزول کا واقعہ یہ ہوا کہ ایک انصاری نے اپنی بیوی کے منہ پر طمانچہ مار دیا تھا۔ بیوی کا باپ اس کو حضورؐ کے پاس لے گیا اور انتقام کی خواہش ظاہر کی حضورؐ نے انتقام یا قصاص کی اجازت دے دی اس پر خدا کا یہ حکم نازل ہوا اور بتایا گیا کہ مرد عورتوں کے محافظ و نگران ہیں۔ معاشرت میں اس قسم کی باتیں پیش آتی رہتی ہیں اور قابل درگذر ہیں۔

۷۸- واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئًا الخ (رکوع ۶)

اس آیت میں حسنِ سلوک مدارج اور حقوق قرابت وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے۔

۷۹- یٰایھا الذین اٰمنوا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ الخ (رکوع ۷) اس آیت میں اول یہ حکم دیا گیا ہے۔ کہ سکر و نشہ اور جنابت و ناپاکی کی حالت میں نماز پڑھنا حرام و ممنوع ہے اور پھر تیمم کے مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔

۸۰- ان اللہ لا یغفران یشرک بہ الخ (رکوع ۷)

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ خدا شرک کے جرم کو معاف نہیں فرمائے گا۔

۸۱- ان اللہ یامرکم ان تردوا الامانات الیٰ اھلھا الخ (رکوع ۸)

اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو امانتیں تمہارے پاس رکھی جائیں۔ ان کو دیانت کے ساتھ ادا کرو۔ اور ادائیگی میں کسی قسم کی زیادتی نہ کرو اور جب تم کو حکم بنایا جائے تو لوگوں کے جھگڑوں کا انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

Marfat.com

۸۲ - یٰاَیُّھَا الذین اٰمنوا اطیعوا اللّٰہ الخ (رکوع ۸)

اس آیت میں اطاعت اولی الامر کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے نزول کا واقعہ یہ ہے کہ حضورؐ نے حضرت خالد بن ولید کو لشکر دے کر ایک قبیلہ سے لڑنے کے لئے بھیجا تھا۔ اس لشکر میں ہاشم بن مغیرہ کے آزاد کردہ غلام حضرت عمار بن یاسرؓ بھی شریک تھے۔ لشکر کی آمد کی خبر سُن کر قبیلہ کے لوگ بھاگ گئے۔ صرف ایک شخص رہ گیا جس نے اسلام قبول کر لیا اور عمار بن یاسرؓ کے خیمہ میں داخل ہو کر اس نے عمارؓ سے کہا "کیا میرا اسلام قبول کر لینا مجھ کو کچھ نفع پہنچائے گا" حضرت عمارؓ نے کہا "ہاں"، صبح کو جب خالدؓ اس نو مسلم سے ملے تو اس کو گرفتار کر لیا۔ اور اس کے مال پر بھی قبضہ کر لیا۔ حضرت عمارؓ نے خالدؓ سے کہا "اس شخص کو چھوڑ دو۔ میں نے اس کو امان دے دی ہے"۔ خالدؓ نے جواب دیا "لشکر کا سردار تو میں ہوں۔ تم امان دینے والے کون ہو"؟

مختصر یہ کہ دونوں باہم جھگڑتے ہوئے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے عمارؓ کی امان کو جائز قرار دیا۔ اور اس شخص کو چھوڑ دیا اور عمارؓ سے فرمایا "عمارؓ! آئندہ امیر کی اجازت کے بغیر کسی کو امان نہ دینا"۔ اس کے بعد خالدؓ اور عمارؓ دیر تک حضورؐ کے سامنے آپس میں جھگڑتے رہے۔ باتوں باتوں میں عمارؓ نے خالدؓ کو سخت الفاظ سے خطاب کیا۔ خالدؓ غضب ناک ہو گئے۔ اور حضورؐ سے عرض کیا "خدا کے نبیؐ اس ذلیل غلام کی توہین سے مجھ کو بچائیے۔ خدا کی قسم آپ کی حرمت کا خیال نہ ہوتا تو میں اس کو سخت سے سخت الفاظ سے خطاب کرتا"۔ حضورؐ نے فرمایا "خالدؓ! خاموش رہو جو شخص عمارؓ کو بُرا کہے گا۔ اس پر خدا

Marfat.com

کا غضب نازل ہوگا۔ جو شخص عمارؓ پر لعنت کرے گا خدا اس پر لعنت فرمائے گا۔"

اِس کے بعد عمارؓ اُٹھ کر کھڑے ہوئے اور چل دیئے۔ خالدؓ بھی ان کے پیچھے روانہ ہوئے۔ اور راستہ میں اُن کا کپڑا پکڑ کر کہا "عمارؓ! خدا کو مجھ سے راضی کر دو"۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اولی الامر کی اطاعت کے وجوب کا حکم دیا گیا۔

اولی الامر سے مُراد اس آیت میں بعض علماء کے نزدیک مسلمان حاکمِ وقت اور بعض کے نزدیک، ہر شخص کا حاکمِ بالادست ہے اور بعض علماء کی رائے یہ بھی ہے کہ اولی الامر سے مراد علماء شرع ہیں۔

۸۳- یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَکُمْ الخ (رکوع ۱۰)

اس آیت میں جہاد کی تحریص اور جہاد پر نکلنے کے لئے ساز و سامان کی درستی کی ضرورت کا بیان ہے۔

۸۴- وَاِذَا حُیِّیْتُمْ تَحِیَّۃٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْھَا الخ (رکوع ۱۱)

اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ سلام کا جواب دینا فرض ہے۔

۸۵- وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَاءً الخ (رکوع ۱۲)

ان آیات میں جن کا سلسلہ عذاب عظیم تک چلا گیا ہے۔ مسائل متعلقہ میں قتل کو بیان کیا گیا ہے یعنی قتل عمد اور قتل خطا دونوں کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔

۸۶- یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الخ (رکوع ۱۲)

اس آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ جہاد وغیرہ کے مواقع پر دشمن کے قتل میں جلدی نہ کرنی چاہیئے۔ اور جرم کی اچھی طرح تحقیق کر لینی چاہیئے اور

Marfat.com

یہ کہ اگر کوئی شخص کسی طریقہ سے بھی اپنے اسلام کا اظہار کرے تو اس کو قتل نہ کرنا چاہیئے اور نہ اس کو کافر کہنا چاہیئے۔ واقعہ یہ ہوا تھا کہ اسلامی لشکر کہیں جارہا تھا کہ دشمن کی سرحد پر چند چرواہے تھے جو مسلمان تھے۔ انہوں نے مجاہدین کو السلام علیکم کہا۔ لیکن مسلمانوں نے ان کو کافر سمجھ کر مار ڈالا۔ اس پر یہ آیت اُتری اور ہدایت کی گئی کہ تحقیق کئے بغیر قتل میں عجلت نہ کرو۔

۸۷۔ ان الذین توفٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم الخ (رکوع ۱۴)

ان آیات میں ہجرت کے فرض ہونے اور بحالتِ مجبوری فرض نہ ہونے کا حکم ہے۔ آیت میں اپنے اُوپر آپ ظلم کرنے والوں سے مُراد وہ مسلمان ہیں جنہوں نے ہجرت فرض ہونے کے بعد مکہ سے ہجرت نہ کی تھی۔ ہجرت کا حکم حضورؐ کی ہجرت سے فتح مکہ تک قائم رہا اور اب بھی جہاں مسلمان اپنے مذہبی فرائض کو اطمینان و سکون سے ادا نہ کر سکیں وہاں سے ہجرت واجب ہو جاتی ہے۔

۸۸۔ ومن یھاجر فی سبیل اللّٰہِ الخ (رکوع ۱۴) اس آیت میں ہجرت کے فضائل کو بیان کیا گیا ہے۔

۸۹۔ فاذا ضربتم فی الارض الخ (رکوع ۱۵)

اس آیت میں مسافر کے لئے نماز کے اندر قصر کے جواز کا حکم ہے۔ یعنی چار رکعت والی نماز کو دو رکعت پڑھنے کے جواز کا حکم اور یہ حکم اس سفر کے لئے ہے جس کی مسافتِ انسانی رفتار سے تین دن اور تین رات کے برابر ہو۔ اور آیت کے آخری جملہ میں نمازِ خوف یا نماز بحالت خوفِ دشمن کا حکم ہے۔

۹۰۔ واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلٰوۃ الخ (رکوع ۱۵)

Marfat.com

ان آیات میں نماز بحالتِ جنگ کا حکم اور طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

۹۱ - فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ الخ (رکوع ۱۵)

اس آیت میں یہ حکم ہے کہ نماز کے بعد بھی ہر وقت اللہ کا دھیان رکھو۔

۹۲ - انا انزلنا علیک الکتاب الخ (رکوع ۱۶)

ان آیات میں انفصال مقدمات نزاع میں انصاف وغیر جانبداری کا حکم ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ احکامِ شرع کے خلاف مشورہ یا قلبی ارادہ گناہ ہے۔

۹۳ - ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ الخ (رکوع ۱۷) اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اجماع اُمت دُرست اور قطعی شرعی حجت و دلیل ہے۔

۹۴ - وان امرأۃ خافت من بعلھا نشوزًا الخ (رکوع ۱۹)

اس آیت سے علماء و فقہا نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر متعدد بیویاں ہونے کی صورت میں کوئی بیوی اپنی شب باشی کی باری دوسری بیوی کو دیدے، یا ایک دُوسری کی حق میں اپنی باری سے دست بردار ہو جائے تو ایسا کرنا جائز ہے۔

۹۵ - ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النسآءِ الخ (رکوع ۱۹)

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ بیویوں کے درمیان کامل عدل تو انسانی فطرتاً سے ممکن نہیں ہے۔ لیکن امکان بھر عدل و انصاف کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

۹۶ - یٰایھا الذین اٰمنوا کونوا قوامین بالقسط الخ (رکوع ۲۰)

Marfat.com

اس آیت میں سچی شہادت دینے اور شہادت کو نہ چھپانے کا حکم ہے۔ اگرچہ وُہ گواہی اقارب کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

۹۷۔ ولن یجعل اللہ الکٰفرین الخ (رکوع ۲۰)

اس آیت سے کئی مسئلے نکلتے ہیں ایک تو یہ کہ مسلمان کے مقابلہ میں کافر کی شہادت مقبول وجائز نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ کافر مسلمان کے نکاح کا ولی نہیں ہوسکتا۔ تیسرے یہ کہ کافر مسلمان کے مال کا نہ تو وارث ہوسکتا ہے اور نہ مالک بن سکتا ہے۔

۹۸۔ فبظلم من الذین ھادوا حرمنا علیھم الخ (رکوع ۲۲)

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ بعض اشیاء جو دین اسلام میں قدیم سے ہمارے لئے حلال نہیں۔ اور بنو اسرائیل کے لئے بھی خدا نے ان کو حلال رکھا تھا۔ بنو اسرائیل کی زیادتی ونافرمانی کے سبب خدا نے ان کو ان پر حرام کر دیا۔ اور یہ کہ سود تمام ادیان میں حرام وممنوع رہا ہے۔

۹۹۔ یستفتونک قل اللہ یفتیکم الخ (رکوع ۲۳)

اس آیت میں کلالہ کی تشریح اور کلالہ کے ورثہ کی تقسیم کا بیان ہے۔ تقسیم ترکہ کے بیان میں یہ تیسری آیت ہے دو آیات شروع سورت میں گذر چکی ہیں۔

۴۔ سورۂ مائدہ کے مسائل واحکام

۱۰۰۔ یا ایھا الذین اٰمنوا اوفوا بالعقود الخ (رکوع ۱)

ان آیات میں ایفائے عہد۔ احرام حج وعمرہ کی حالت میں شکار کی ممانعت کے احکام اور متعلقات حج کے احترام کا بیان ہے۔

Marfat.com

۱۰۱ - حرمت علیکم المیتۃ والدم الخ (رکوع ۱)

ان آیات میں ان چیزوں کا بیان ہے جن کا کھانا خدا نے حرام وممنوع قرار دیا ہے - اور پھر تکمیل دین اسلام کی خوشخبری ہے -

۱۰۲ - یسئلونک ماذا احل لھم الخ (رکوع ۱)

اس آیت میں شکار وغیرہ کے احکام ومسائل ہیں -

۱۰۳ - الیوم احل لکم الطیبات الخ (رکوع ۱)

ان آیات میں پاک چیزوں کی علت اور مومنہ اور کتابیہ عورتوں کے احکام ومسائل ہیں اور آیت میں آج سے مراد یہ ہے کہ اب جبکہ اسلام کی طاقت مضبوط ہوگئی ذمی اہل کتاب لوگوں سے رشتہ داری کے تعلقات قائم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے -

۱۰۴ - یآیھا الذین اٰمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ الخ (رکوع ۲)

ان آیات میں وضو، غسل اور تیمم کے فرائض کا بیان ہے -

۱۰۵ - انما جزآء الذین یحاربون اللہ ورسولہ الخ (رکوع ۱۵)

اس آیت میں ڈکیتی غارت گری اور قطع طریق یعنی بٹ ماری کی سزا کا بیان ہے -

۱۰۶ - السارق والسارقۃ الخ (رکوع ۶)

اس آیت میں چوری کی سزا کا بیان ہے -

۱۰۷ - وکتبنا علیھم فیھا ان النفس الخ (رکوع ۷)

اس آیت میں قصاص کا حکم ہے قصاص کا شرعی مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی کسی

Marfat.com

وار ڈالے تو قتل کیا جائے یا کسی کا عضو بیکار کر دیا جائے۔ اور مجروح معاف نہ
کرے تو ضرر پہنچانے والے کا وہی عضو بیکار کر دیا جائے۔

۱۰۸۔ انما ولیکم اللہ ورسولہ الخ۔ (رکوع ۸)

اس آیت سے علماء نے یہ نکالا ہے کہ عمل قلیل سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور یہ مسئلہ اس کے شانِ نزول سے نکلتا ہے۔ حضرت علیؓ نماز پڑھ رہے تھے کہ کسی نے ان سے کوئی سوال کیا۔ حضرت علیؓ نے جواب میں اپنی انگشتری زمین پر ڈالدی۔ اور بعض علماء اس کا شانِ نزول یہ بتاتے ہیں۔ کہ جب یہود و نصاریٰ سے دوستی نہ رکھنے کا حکم نازل ہوا تو مسلمانوں نے یہود بنی قریضہ اور بنو نضیر سے تعلقات منقطع کر لئے۔ یہود نے بھی یہ دیکھ کر قسم کھالی کہ ہم مسلمانوں سے نہ کلام کریں گے اور نہ اُن کے پاس بیٹھیں گے۔ یہ حالت دیکھ کر عبداللہ بن سلام اور ان کے دوستوں نے حضورؐ سے عرض کیا۔ حضورؐ ہمارے یہود قرابت داروں نے ہم سے تعلق منقطع کر لیا ہے اور حالت یہ ہے کہ ہمارے گھر ان کے گھروں کے درمیان ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان کو بتایا گیا کہ تمہارے دوست اور مددگار تو اللہ اور اللہ کا رسولؐ ہیں اور یہ کافی ہیں۔

۱۰۹۔ واذا نادیتم الی الصلوٰۃ الخ (رکوع ۱)

اس آیت سے نماز کے لئے اذان کا کہنا مشروع ثابت ہوتا ہے۔

۱۱۰۔ لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم الخ (رکوع ۱۲)

ان آیات میں قسموں کے کفارہ کا بیان ہے۔

۱۱۱۔ یاایھا الذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر الخ (رکوع ۱۳)

Marfat.com

ان آیات میں شراب اور قمار بازی کی حرمت کا حکم اور ان کے بعض قبا
کا بیان ہے۔

۱۱۲- یٰاَیُّھا الَّذِیْنَ اٰمنوا لا تقتلوا الصّید الخ (رکوع ۱۳)

ان آیات میں حالت احرام میں شکار کی ممانعت کا حکم اور شکار کر لے
کی حالت میں اس کے کفّارہ کا بیان ہے۔

۱۱۳- احل لکم صید البحر الخ (رکوع ۱۳)

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ احرام کی حالت میں بحری شکار جائز ہے ا
حلال دریائی جانوروں کا گوشت کھانا بھی حالتِ احرام میں جائز ہے۔

۱۱۴- جعل اللّٰہ الکعبۃ البیت ا۔ حرام الخ (رکوع ۱۳)

اس آیت میں بیت اللہ کی حرمت کے مہینوں میں قربانی اور ان اُونٹو
کی عظمت کو بیان کیا ہے۔ جن کے گلوں میں قربانی کے نشان پڑے ہیں۔ چو
سفر اور خیالات کے تبادلہ میں منافع ہوتے ہیں۔ اس لئے خدا نے بیت اللہ
زیارت گاہ قرار دیا تاکہ لوگ جمع ہو کر حج کریں اور سال کے چار مہینوں، یعنی
رجب، ذیقعدہ ذی الحجہ اور محرم میں جنگ و جدال اور قتل و غارت گری کو ممنو
قرار دیا تاکہ سفر میں آسانی ہو۔ قربانی کا طریقہ مقرر کیا تاکہ حجاج کو آسانی سے غذ
مل سکے۔ اور اُونٹوں کی گردنوں میں نشانیاں ڈالنے کا طریقہ اِس لئے بتایا، ک
ان کو قربانی کے اُونٹ سمجھ کر کوئی نقصان نہ پہنچائے۔

۱۱۵- یٰاَیُّھا الَّذِیْنَ اٰمنوا لا تسئلوا عن اشیاء الخ (رکوع ۱۴)

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ نبی سے جزئیات کو دریافت نہ کرو۔ ور

Marfat.com

گی میں پڑجاؤ گے اس سے یہ مسئلہ نکلا کہ جزئیات میں اجتہاد جائز ہے اور طلق چیز کو مقید کرنا درست نہیں ہے۔

۱۱۶۔ ماجعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ الخ (رکوع ۱۴)

اس آیت میں یہ حکم بتایا گیا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں عرب جو یہ بیہودہ کام کرتے تھے۔ اور اس کا رواج ہوگیا تھا۔ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اس کو ترک کردینا چاہیئے۔

۱۱۷۔ یاایّھا الذین اٰمنوا شھادۃ بینکم الخ (رکوع ۱۴)

ان آیات میں وصیّتِ شہادت دعویٰ اور حلف اُٹھانے کے احکام اور مسائل ہیں۔

۵۔ سُورۂ انعام کے احکام و مسائل

۱۱۸۔ واذا رایت الذین یخوضون الخ (رکوع ۸)

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس مجلس میں احکامِ شرعیہ کا تمسخر ہوتا ہو وہاں نہ بیٹھنا چاہیئے۔

۱۱۹۔ فکلوا ممّا ذکر اسم اللہ علیہ الخ (رکوع ۱۴)

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جانور کو ذبح کرتے وقت خدا کا نام لینا ضروری ہے۔ اور خدا کا نام لے کر ذبح کرنے سے ہی اس کا گوشت کھانا جائز ہوسکتا ہے۔

۱۲۰۔ ولا تاکلوا ممّا لم یذکر اسم علیہ الخ (رکوع ۱۴)

اس آیت میں بتایا ہے۔ کہ جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا جائے۔ اس کو

Marfat.com

نہ کھاؤ۔ اس کا کھانا حرام ہے۔

۱۲۱ - وجعلوا للہ مما ذرا من الحرث الخ (رکوع ۱۶)

اس آیت میں عرب جاہلیت کی بعض رسموں کو بتا کر حکم دیا گیا ہے۔ کہ یہ رسمیں باطل اور قابلِ ترک ہیں۔ اور ان میں بھی شرک پایا جاتا ہے۔

۱۲۲ - وَقالوا ھذہٖ انعام او حرث الخ (رکوع ۱۶) اس آیت میں ع حاہلیت کی ایک اور رسم کا بطلان ہے۔

۱۲۳ - وقالوا ما فی بطون ھٰذہِ الانعام الخ (رکوع ۱۶) اس آیت میں ایک اور رسم جاہلیت کا بطلان ہے۔ اور اس سے یہ مسئلہ بھی نکلتا ہے جانور کا جو بچہ ماں کے پیٹ میں مر جائے اس کا کھانا حرام ہے۔

۱۲۴ - وھو الذی انشاء جنّٰتٍ معروشاتٍ الخ (رکوع ۱۷)

اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ پھلوں کا حق ادا کرو۔ یعنی ان کی زکوٰۃ اور خدا کا شکر کرو۔ اور اسی آیت سے کھیتی کی زکوٰۃ کا حکم بھی نکلتا ہے۔

۱۲۵ - ومن الانعام حمولۃ وفرشا الخ (رکوع ۱۷)

ان آیات میں حلال مواشی کو بتایا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ حلال چیز کو حلال سمجھو اور حرام چیزوں کو حرام۔

۱۲۶ - قل لا اجد فیما اوحی الی الخ (رکوع ۱۸)

اس آیت میں ان چیزوں کو بتایا گیا ہے جن کا کھانا حرام ہے۔

۱۲۷ - وعلی الذین ھادوا حرمنا الخ (رکوع ۱۸)

اس آیت میں خداوند تعالےٰ ان چیزوں کو بتاتا ہے جو اگرچہ حرام نہ تھیں لیکن

Marfat.com

یہود نے ان کو اپنے اُوپر حرام کر لیا تھا۔ اور پھر خدا نے بھی ان کی سرکشی کے سبب ان چیزوں کو ان پر حرام کر کے ان کے رزق کے دائرہ کو تنگ کر دیا تھا۔ اس آیت میں ذی ظفر سے وُہ جانور مُراد ہیں۔ جن کی انگلیاں ہوں۔ جیسے اُونٹ، شتر مُرغ اور بطخ۔

۱۲۸۔ وان ھٰذا صراطی مستقیمًا الخ (رکوع ۱۹)

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ تہتّر[۷۳] مشہور فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ ناجی ہے اور باقی تمام گمراہ و ہالک۔

۱۲۹۔ ھل ینظرون الا ان تاتیھم الخ (رکوع ۲۰) اس آیت میں علامات قیامت کو بیان کیا گیا ہے۔

۶۔ سُورۂ اعراف کے احکام و مسائل

۱۳۰۔ قل امر ربی بالقسط واقیموا الخ (رکوع ۳)

ان آیات میں نماز کے رکن قیام کا۔ اور قبلہ رُخ نماز ادا کرنے کا حکم ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے۔ کہ نماز کا مسجد کے اندر ادا کرنا بہتر ہے۔ اور نیت کرنا نماز کے لئے شرط ہے۔

۱۳۱۔ یا بنی آدم خذوا زینتکم الخ (رکوع ۳) اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں ستر عورت یعنی شرم گاہوں کا چھپانا فرض ہے۔

۱۳۲۔ وبینھما حجاب وعلی الاعراف رجال الخ (رکوع ۵)

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنّت اور دوزخ کا درمیانی پردہ یعنی مقام اعراف حق و درست ہے۔

Marfat.com

۱۳۳- ولوطًا اذ قال لقومه اتأتون الفاحشة الخ (رکوع ۱۰)
اس آیت سے لواطت کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔

۱۳۴- افامنوا مکر اللہ الخ (رکوع ۱۲)
اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کے عذاب سے امن کا اعتقاد کفر ہے۔ جس طرح خدا کی رحمت سے مایوس ہو جانا کفر ہے۔

۱۳۵- الذین یتبعون الرسول النبی الامی الخ (رکوع ۱۹)
اس آیت میں خبائث کی حرمت کا حکم ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ نبی اُمّی یعنی حضور صلعم ہمارے بوجھ اور قیود کو رفع فرمائیں گے۔

۱۳۶- واذ اخذ ربک من بنی آدم الخ (رکوع ۴۲)
اس آیت میں میثاق روزِ ازل یا معاہدۂ ازل کا بیان ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ میثاقِ ازل حق و درست ہے۔

۱۳۷- واذا قرئ القرآن فاستمعوا له الخ (رکوع ۲۴)
اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں مقتدی کو قرأت نہ کرنی چاہیئے۔

۷- سورۂ انفال کے مسائل واحکام

۱۳۸- یسئلونک عن الانفال الخ (رکوع ۱)
انفال مالِ غنیمت کو کہتے ہیں۔ اس آیت میں جنگِ بدر کے مالِ غنیمت پر مجاہدینِ اسلام میں جو جھگڑا ہوا تھا۔ اس کا ذکر ہے۔ قرآن مجید نے اس جھگڑے کو یوں چکایا کہ مالِ غنیمت کو خدا و رسول کا مال قرار دیا۔ اور پھر جب جھگڑا رفع ہو گیا تو مالِ غنیمت کی بابت یہ حکم دیا گیا۔ کہ اس کا پانچواں حصہ

Marfat.com

خدا و رسُول کا اور رسُول کے قرابت داروں، یتیموں، محتاجوں اور مسافروں کا حق ہے اور بقیہ چار حصّے مجاہدین کے ہیں۔

۱۳۹۔ اذ یغشیکم النعاس امنة منه الخ (رکوع ۳)

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بارش کا پانی طبعًا پاک ہے۔ واقعہ یہ ہُوا کہ جنگ بدر میں خدا نے مسلمانوں کی تکان دُور کرنے کے لئے ان پر خفیف نیند طاری کر دی تھی۔ اس نیند میں بعض مسلمانوں کو احتلام ہو گیا اللہ نے ان کے غسل اور ریتلی زمین کو سخت کرنے کے لئے آسمان سے پانی برسایا اور یہ بارش ہر طرح مفید ثابت ہوئی۔

۱۴۰۔ یا یھا الذین امنوا اذا لقیتم الذین کفروا الخ (رکوع ۲)

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ میدان جنگ سے خوف زدہ ہو کر بھاگنا درست نہیں ہے۔ اور یہ کہ جنگ میں فریب و دھوکہ ممنوع نہیں ہے۔

۱۴۱۔ یا یھا الذین امنوا لا تخونوا اللہ الخ (رکوع ۳)

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسرار جنگ کو ظاہر کرنا اللہ و رسول کی خیانت ہے یا یہ کہ آپس میں ایک دُوسرے کے مال میں خیانت کرنا خیانت ہے اور خیانت بہت بُری چیز ہے۔

۱۴۲۔ قل للذین کفروا ان ینتھوا الخ (رکوع ۵)

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مرتد اگر دوبارہ اسلام کو قبول کر کے مسلمان ہو جائے تو زمانۂ ارتداد کی عبادات کی قضا اس پر واجب نہیں ہے۔

۱۴۳۔ واعلموا انما غنمتم من شئ الخ (رکوع ۵)

Marfat.com

اس آیت میں مالِ غنیمت کی تقسیم اور حصص کا بیان ہے۔

۱۴۴- الذین عاھدت منھم الخ (رکوع ۷)

ان آیات میں ذمیوں کی خلاف ورزیٔ معاہدات کا ذکر ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ ماتحت یا ذمی اقوام اگر معاہدہ کر کے توڑ دیں تو ان کے ساتھ کیا جائے۔

۱۴۵- ولا یحسبن الذین کفروا سبقوا الخ (رکوع ۸)

ان آیات میں متعدد باتیں اور مسائل ہیں ایک تو یہ کہ مسلمان کفار کے غلبہ کو غلبہ خیال نہ کریں۔ اس لئے کہ پھر ان پر غلبہ حاصل کر لیا جائیگا۔ دوسرے یہ کہ جو لوگ عہد کو توڑ دیں ان کے لئے یا یہ کہ تمام کفار کے لئے تم اپنی تیاریاں مکمل کر لو۔ اور پوری قوت سے ان پر غلبہ حاصل کرو۔ تیسرے یہ کہ خدا کی راہ میں اے مسلمانو! تم جو کچھ خرچ کرو گے یعنی مثلاً ہتھیاروں، کپڑوں، سواریوں اور دوسرے سامان سے مجاہدین کی مدد کرو گے تو تم کو اس کا پورا پورا اجر ملے گا۔

۱۴۶- یاایھا النبیُّ حرض المؤمنین علی القتال الخ (رکوع ۹)

اس آیت میں بتایا گیا ہے۔ کہ اگر کافر تعداد میں مسلمانوں سے دوگنے بھی ہوں تب بھی مسلمانوں کو کافروں سے لڑنا چاہیئے۔ اور اپنی تعداد کی کمی کے سبب جہاد کو روکنا نہ چاہیئے۔

۱۴۷- ما کان لنبیٍّ ان یکون لہ اسریٰ الخ (رکوع ۹)

جنگ بدر میں جو کافر گرفتار ہوئے تھے عام رائے سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا گیا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ ہر حالت کا ایک اقتضا ہوتا ہے۔ جو حالت کفارِ مکہ کی تھی اس کے لحاظ سے بدر کے قیدیوں کو قتل

Marfat.com

کرنا ہی مناسب تھا اور ان سے یہ اُمید رکھنا کہ اب وہ نہ لڑیں گے۔ بڑی غلطی تھی۔ مطلب یہ کہ فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دینا بھی بڑی غلطی ہوئی ہے۔

۱۴۸۔ ان الذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا الخ (رکوع ۱۰)

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ جو مسلمان ہجرت کر کے مدینہ میں نہیں آئے ہیں۔ اور بدستور مکہ میں قیام پذیر ہیں۔ ان کے مال کے وارث وہ لوگ نہیں ہو سکتے جو ہجرت کر کے آئے ہیں۔ اس آیت کے نزول کے بعد جب مکہ فتح ہو گیا۔ اور حجاز میں امن قائم ہو گیا تو وراثت کا عام قاعدہ جاری ہو گیا۔

۸۔ سورۂ براۃ کے احکام و مسائل

۱۴۹۔ فاذا انسلخ الاشھر الحرم الخ (رکوع ۱)

اس آیت میں فتح مکہ کے بعد خدا نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ جب عظمت و احترام کے چاروں مہینے۔ رجب ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم گذر جائیں۔ تو تم ان تمام کافروں کو جن سے تمہارے معاہدات نہیں ہیں قتل کر ڈالو۔ جہاں وہ ملیں پکڑ لو یہاں تک کہ وہ کفر سے توبہ کر کے مسلمان ہو جائیں۔ یہ حکم کفار کی اس زیادتی کا انتظام تھا جو انہوں نے ناحق مسلمانوں کو مکہ سے نکال کر کی تھی۔

۱۵۰۔ وان احد من المشرکین الخ (رکوع ۱)

اس آیت میں مشرک کو امن و مہلت دینے کا حکم ہے جبکہ وہ قرآن مجید کو سننے اور اس پر غور کرنے کی مہلت طلب کریں۔

۱۵۱۔ فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ الخ (رکوع ۲)

Marfat.com

ان آیات میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر کفار اپنے عہد کو توڑ دیں تو ان سے لڑنا جائز ہے۔ اور جو لوگ ایمان لا کر ارکانِ اسلام کو ادا کرنے لگیں وُہ دینی بھائی ہیں۔

۱۵۲۔ ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ الخ (رکوع ۳)

ان آیات میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ کفّار کو خدا کی مسجدیں تعمیر کرنے یا آباد کرنے کا کوئی حق نہیں۔ یہ صرف مسلمانوں ہی کا حق ہے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ کفار کو کعبہ کے مجاور اور خادم ہونے کا حق نہیں ہے۔

۱۵۳۔ انما المشرکون نجس الخ (رکوع ۴)

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ کفّار نجس ہیں۔ حج و عمرہ کے لئے ان کا مسجد حرام یا مقاماتِ حج میں آنا جانا جائز نہیں ہے۔ علماء حنفیہ کہتے ہیں کہ کافر کا بدن اگرچہ نجس نہیں ہے لیکن حج اور طواف میں ان کا شریک ہونا ممنوع ہے۔ شافعی اور مالکی کفار کو مسجد میں جانے سے منع کرتے ہیں۔ اور بعض آئمہ کا خیال ہے کہ کفّار نجس العین ہیں۔

۱۵۴۔ وقاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ الخ (رکوع ۴)

اس آیت سے جزیہ کا مشروع و واجب ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۱۵۵۔ یایھا الذین امنوا ان کثیرا من الاحبار الخ (رکوع ۵)

ان آیات سے سونے چاندی کی زکوٰۃ کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

۱۵۶۔ ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنی عشر شھرا الخ (رکوع ۵)

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ سال کے ۱۲ مہینے ہیں۔ اور شرع

Marfat.com

میں مہینوں کا اعتبار چاند پہ ہے۔ یعنی مہینہ کی ابتدأ و انتہا رویت ہلال پر موقوف ہے۔

۱۵۷۔ انفروا خفافاً وثقالاً وجاھدوا الخ (رکوع ۸)
اس آیت سے جہاد کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔

۱۵۸۔ انما الصدقات الفقرآء الخ (رکوع ۸)
اس آیت میں زکوٰۃ کے مصارف کو بیان کیا گیا ہے۔

۱۵۹۔ ولئن سئلتھم لیقولن الخ (رکوع ۸)
ان آیات سے یہ حکم نکلتا ہے کہ احکامِ دین کا تمسخر یا شریعت الٰہیہ کا استہزا کفر ہے۔

۱۶۰۔ ولا تصل علی احد منھم الخ (رکوع ۱۱)
اس آیت سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ کافر اور اس منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھنی چاہیئے جس کا نفاق ظاہر ہو چکا ہو۔

۱۶۱۔ لیس علی الضعفاء ولا علی المرضٰی الخ (رکوع ۱۲)
اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ایسے کمزور اور مریض اشخاص پر جو جہاد کی قدرت نہ رکھتے ہوں جہاد فرض نہیں ہے۔

۱۶۲۔ خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم الخ (رکوع ۱۳)
جو لوگ غزوۂ تبوک میں دانستہ شریک نہیں ہوئے تھے یا سستی و غفلت سے شریک نہ ہو سکے تھے ان پر خدا کا عتاب نازل ہوا تھا پھر جب خدا نے ان کی توبہ قبول کر لی تو انہوں نے اپنا مال لا کر حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضورؐ نے فرمایا مجھ

Marfat.com

کو تمہارے مال لینے کا کوئی حکم اللہ نے نہیں دیا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ ان سے زکوٰۃ و صدقہ میں مال لے لیجئے۔

۱۶۳- والذین اتخذو مسجدًا ضرارًا الخ (رکوع ۱۳)

اس آیت میں مسجد ضرار کا جس کو ابو عامر نے حضورؐ کے خلاف سازشیں کرنے کے لئے بنایا تھا۔ اور مسجد تقویٰ یعنی مسجد قبا کا جو سب سے پہلے مدینہ میں بنائی گئی تھی ذکر ہے اور آیت کے آخری الفاظ سے پانی سے استنجا کرنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ شرمگاہ کو چھو لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

۱۶۴- ما کان لاھل المدینۃ و من حولھم الخ (رکوع ۱۵)

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جنگ ختم ہو جانے کے بعد جو امدادی لشکر آئے وہ بھی غنیمت کا اسی طرح مستحق ہے جس طرح جنگ کرنے والے مستحق ہیں۔

۱۶۵- وما کان المومنون لیفروا الخ (رکوع ۱۵) اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جہاد فرض کفایہ ہے اور خبر واحد قابلِ عمل ہے۔

۹- سورۂ یونس کے مسائل و احکام

۱۶۶- واوحینا الی موسٰی و اخیہ الخ (رکوع ۹)

اس آیت سے یہ حکم نکلتا ہے کہ گھروں کو بھی مسجد بنانا یا ان میں نماز پڑھنا چاہیئے یا نماز پڑھنے کے لئے گھر بنانا چاہیئے۔ جس کو مسجد کہتے ہیں۔

۱۰- سورۂ ہود کے مسائل و احکام

۱۶۷- واقم الصلوٰۃ طرفی النھار الخ (رکوع ۱۰)

Marfat.com

اس آیت سے نمازِ پنجگانہ کے اوقات ثابت ہوتے ہیں۔

۱۱۔ سورۂ یوسفؑ کے احکام و مسائل

۱۶۸۔ وشروہ بثمن بخس الخ (رکوع ۲)
اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ آزاد انسان کی خرید و فروخت ناجائز ہے۔

۱۶۹۔ قالوا تفقد صواع الملکؑ الخ (رکوع ۹)
اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کفالت کو کسی شرط کے ساتھ معلق کرنا جائز ہے۔

۱۷۰۔ فلما دخلوا علیہ الخ (رکوع ۱۰) اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ زرِ نقد اور سامان کے بدلے میں پیمانہ سے کھانا خریدنا اور بیچنا جائز ہے۔ اور پونجی رکھنا بھی درست ہے۔

۱۲۔ سورۂ ابراہیمؑ کے احکام و مسائل

۱۷۱۔ یثبت اللہ الذین امنوا الخ (رکوع ۱) اس آیت سے عذابِ قبر کا ثبوت ملتا ہے۔

۱۳۔ سورۂ نحل کے مسائل و احکام

۱۷۲۔ والانعام خلقھا لکم الخ (رکوع ۱) اس آیت میں خداوند تعالےٰ نے چوپایوں کے منافع اور متعلقات کو بیان کیا ہے۔

۱۷۳۔ والخیل والبغال والحمیر الخ (رکوع ۱) اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ گھوڑے۔ خچر اور گدھے کا گوشت کھانا حرام ہے۔

Marfat.com

۱۷۴- وھو الذی سخر البحر لتاکلوا منہ لحما طریا الخ (رکوع ۲)

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ مچھلی حلال ہے اور دریا سے جو موتی نکلتے ہیں وُہ زیور میں شمار ہیں۔

۱۷۵- ومن ثمرٰت النخیل الخ (رکوع ۹)

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اے لوگو! خدا نے انگور اور کھجور کو پیدا کیا ہے۔ جس سے تم نشہ کی چیز بھی بناتے ہو اور ان کے پھلوں کو کھاتے بھی ہو۔ مطلب یہ ہے کہ نشہ آور (شراب) جیسی ناپاک چیز بھی تم اس سے بناتے ہو۔ اور ان کے پاک پھلوں کو کھاتے بھی ہو۔ بعض علماء نے سکر سے مُراد شراب لی ہے اور اس کو ناپاک چیز ٹھہرا کر حرام قرار دیا ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رضؓ نے سکر سے مُراد نیند لی ہے۔ جس کا پینا اس وقت تک حلال ہے جب تک کہ اس میں نشہ پیدا نہ ہو۔ اور بعض علماء نے اس آیت کے حکم کو ابتدائی حکم مانا ہے۔ جبکہ شراب حلال تھی۔

۱۷۶ - ضرب اللہ مثلا عبدًا املوگا الخ (رکوع ۱۰)

اس آیت میں غلام کے اختیارات کا ذکر ہے اور یہ ایک مثال ہے جو خدا نے شرک کی تردید میں پیش کی ہے۔ کفار کہا کرتے تھے کہ جس طرح بادشاہوں کے ہاں نقیب چوبدار اور وزیر وغیرہ ہوتے ہیں۔ اور با اختیار ہوتے ہیں۔ اسی طرح خدا کے ہاں بھی با اختیار معبود ہیں۔ اس مثال میں خدا بتاتا ہے کہ جس طرح مملوک غلام کوئی اختیار نہیں رکھتا ہے اِسی طرح خدا کے مقرب فرشتے وغیرہ کوئی اختیار نہیں رکھتے۔

Marfat.com

۱۷۷- وَاللّٰہ جعل لکم من بیوتکم الخ۔ (رکوع ۱۱)
اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ چارپایوں وغیرہ کی کھالیں، اُون، اور بال وغیرہ پاک اور قابلِ استعمال ہیں۔

۱۷۸- فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللّٰہ الخ (رکوع ۱۳)
اس آیت سے پناہ مانگنے کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے محمدؐ! جب تم قرآن پڑھنے کا ارادہ کرو تو شیطانی وساوس سے خدا کی پناہ طلب کرلیا کرو۔ تاکہ شیطان قرأت قرآن میں وساوس پیدا نہ کرے بعض علماء نے استعاذہ کو واجب قرار دیا ہے۔

۱۷۹- من کفر باللّٰہ من بعد ایمانہ الخ (رکوع ۱۴)
اس آیت میں یہ حکم ہے کہ کسی کے بیجا دباؤ ڈالنے یا زبردستی کرنے سے اگر کلمۂ کفر زبان سے نکل جائے۔ یا کسی کو کلمۂ کفر کہنے پر مجبور کردیا جائے تو یہ امر قابلِ مواخذہ نہیں ہے۔ اور ایسی حالت میں کلمۂ کفر کہہ لینا جائز ہے۔ واقعہ یہ ہوا کہ مکہ میں عامر نامی ایک شخص تھے۔ جن کے ماں باپ کو مسلمان ہونے کے سبب کفارِ قریش نے مار ڈالا۔ پھر جب قریش نے عامر پر بھی سختی کی تو ان کی زبان سے کلمۂ کفر نکل گیا۔ وہ پشیمانی کی حالت میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور واقعہ بیان کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۱۴- سُورۂ بنی اسرائیل کے احکام و مسائل

۱۸۰- سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً الخ (رکوع ۱)
اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ معراج کا واقعہ درست اور حق ہے۔

Marfat.com

۱۸۱- کلا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق الخ (رکوع ۴)
اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ قتل ناحق میں ولی کو قصاص اور دیت لینے کا حق حاصل ہے۔ یعنی مقتول کا وارث یا تو قاتل کو قتل کرا دے یا اس سے مقتول کا خون بہا لے لے۔

۱۸۲- ولا تقربوا مال الیتیم الخ (رکوع ۴) یعنی جب یتیم جوان ہو جائیں تو ان کا مال ان کو سپرد کر دو۔ علماء نے جوانی کی حد اٹھارہ سال کی عمر قرار دی ہے اگرچہ اس عمر تک بلوغ کی علامات نہ پائی جائیں۔

۱۸۳- اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الخ (رکوع ۱۲)
اس آیت سے نماز پنجوقتہ کے اوقات اور تہجد کا وقت ثابت ہوتا ہے۔

۱۸۴- قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمٰن الخ (رکوع ۱۲) اس آیت سے نماز کی قراءت کا جہر و اخفا ثابت ہوتا ہے۔

۱۸۵- وقل الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا الخ (رکوع ۱۲)
اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کا کوئی شریک نہیں یعنی نہ تو جنس خدا سے اور نہ غیر جنس سے کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہے۔

۱۵- سورۂ کہف کے مسائل و احکام

۱۸۶- فابعثوا احدکم بورقکم الخ (رکوع ۳)
اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وکالت شرعاً جائز ہے۔

۱۸۷- قال ھذا رحمۃ من ربی الخ (رکوع ۱۱) اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج کا خروج قیامت کی علامات میں سے ہے۔

Marfat.com

۱۶۔ سورۂ مریم کے احکام و مسائل

۱۸۸۔ وان منکم الا واردھا الخ (رکوع ۵) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ صراط حق ہے اور تمام لوگوں، کہ صراط (پُل) سے قیامت کے دن گذرنا پڑے گا۔

۱۷۔ سُورۂ طٰہٰ کے مسائل و احکام

۱۸۹۔ وانا اخترتک فاستمع لما یوحی الخ (رکوع ۱)
اس آیت سے علماء نے یہ ثابت کیا ہے کہ فوت شدہ نماز کی قضاء ضروری ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے۔ کہ فوت شدہ نماز جس وقت یاد آئے فوراً پڑھ لی جائے۔

۱۹۰۔ فاصبر علیٰ ما یقولون وسبح بحمد ربک الخ (رکوع ۸)
اس آیت سے نماز پنجگانہ ثابت ہوتی ہے اور ان کے اوقات معلوم ہوتے ہیں۔

۱۸۔ سورۂ انبیاء کے احکام و مسائل

۱۹۱۔ لوکان فیھما آلھۃ الا اللہ الخ (رکوع ۲)
اس آیت میں توحیدِ الٰہی کی دلیل بیان کی گئی ہے۔

۱۹۲۔ وقالوا اتخذ الرحمٰن ولدًا سبحانہ الخ (رکوع ۲)
اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے معصوم ہیں۔

۱۹۳۔ داؤد وسلیمان الخ (رکوع ۲) اس آیت میں اجتہاد کے بعض مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔

Marfat.com

۱۹- سورۂ حج کے مسائل واحکام

۱۹۴- ان الذین کفروا ویصدون الخ (رکوع ۳) اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ کے گھروں کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

۱۹۵- واذ بوّانا لابراھیم الخ (رکوع ۴)

ان آیات میں بیت اللہ کی عظمت، وجوب حج۔ قربانی کے گوشت کا کھانا سر منڈانا نذر پوری کرنا اور طواف زیارت کے مسائل ہیں۔

۱۹۶- ومن یعظم شعائر اللہ الخ (رکوع ۱۴)

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ حج میں قربانی کے لئے جو جانور لے جایا جائے ذبح سے پہلے اس کے بالوں اور دودھ سے نفع اُٹھانا اور ان پر سواری کرنا جائز ہے اور یہ کہ قربانی کا جانور عیوب سے پاک وصاف ہونا چاہیئے۔

۱۹۷- والبُدنَ جعلنٰھا لکم من شعائر اللہِ الخ (رکوع ۱۵)

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ قربانی کا وہ جانور جو حج میں لے جایا جائے قابلِ ادب چیزوں میں سے ہے۔ اس کے دودھ اور بال سے قبل ذبح تم فائدہ اُٹھا سکتے ہو اور اس پر سواری کر سکتے ہو اور ذبح کے بعد اس کے گوشت اور کھال سے متمتع ہو سکتے ہو۔

۲۰- سورۂ مومنون کے احکام ومسائل

۱۹۸- ولقد خلقنا الانسان الخ (رکوع ۱)

اس آیت میں انسان کی پیدائش کا ذکر کیا گیا ہے اور امام ابوحنیفہ رح نے آیت کے جملہ خلقا آخر سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر کسی نے کسی کا انڈا زبردستی چھین

Marfat.com

لیا اور اس سے بچہ پیدا ہوگیا تو غاصب سے صرف انڈا دلوایا جا سکتا ہے بچہ نہیں۔
اس لئے کہ بچہ دوسری مخلوق ہے اور انڈا دوسری چیز۔

۲۱۔ سورۂ نور کے احکام و مسائل

۱۹۹۔ الزانیۃ والزانی فاجلدوا الخ (رکوع ۱)
اس آیت میں زنا کی سزا کے مسائل واحکام ہیں۔

۲۰۰۔ الزانی لاینکح الا زانیۃ الخ (رکوع ۱)
اس آیت میں زانی مرد عورت کے نکاح کے مسائل ہیں۔

۲۰۱۔ والذین یرمون المحصنات الخ (رکوع ۱)
اس آیت میں تہمتِ زنا کی سزا اور تہمت زنا کے مسائل بیان کئے گئے ہیں۔

۲۰۲۔ والذین یرمون ازواجھم الخ (رکوع ۱)
اس آیت میں بیویوں پر زنا کی تہمت لگانے کی سزا کا حکم اور متعلقہ مسائل ہیں۔

۲۰۳۔ یاایھا الذین اٰمنوا لا تدخلوا بیوتًا الخ (رکوع ۴)
اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ کسی کے گھر میں اجازت حاصل کئے بغیر جانا جائز و درست نہیں ہے۔

۲۰۴۔ قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم الخ (رکوع ۴)
اس آیت میں غیر مرد یا غیر عورت کی طرف دیکھنے کی ممانعت کا حکم اور مرد و عورت کے ستر کا بیان ہے۔

Marfat.com

۲۰۵- وانکحوا الایامٰی منکم الخ (رکوع ۴)

اس آیت میں بیوہ عورتوں اور لونڈی غلاموں کے نکاح کا حکم ہے بعض علماء نے اس آیت میں ایامٰی کا ترجمہ بے شوہر عورت کیا ہے اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ بے نکاحے مردوں اور عورتوں کا خواہ وُہ رنڈوے اور رنڈوی ہوں یا کنوارے نکاح کر دو۔

۲۰۶- والذین یبتغون الکتاب الخ (رکوع ۴)

اس آیت میں لونڈی غلاموں کی مکاتبت کے مسائل ہیں۔ مکاتبت اس معاملہ کو کہتے ہیں جو غلام و مالک کے درمیان قرار پائے اور مالک غلام کو اختیار دیدے کہ وُہ کما کر اتنی رقم مجھ کو دیدیگا تو آزاد ہو جائے گا۔ شرعاً یہ معاملہ جائز و درست ہے۔

۲۰۷- ولا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء الخ (رکوع ۴)

اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے۔ کہ زبردستی زنا کرانا یا زنا پر کسی کو مجبور کرنا ممنوع ہے۔ آیت کے نزول کا واقعہ یہ ہے۔ کہ عرب میں لونڈیوں سے کسب کراتے تھے۔ اسی رواج پر ابن ابی مشہور منافق نے اپنی چھ خوبصورت لونڈیوں سے مال و اولاد حاصل کرنے کے لئے زبردستی زنا کرانا چاہا ان میں سے دو لونڈیوں نے حضورؐ سے اس کی شکایت کی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اسی آیت سے یہ مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ جس شخص سے زبردستی حرام و ممنوع فعل کا ارتکاب کرایا جائے وُہ شخص ذاتی طور پر مواخذہ سے بری نہیں ہوتا۔ چنانچہ کسی کو زبردستی کسی کے قتل پر آمادہ کیا جائے گا تو وہ قتل کے قصاص سے بری نہ ہوگا۔

Marfat.com

۲۰۸- یآیھا الذین اٰمنوا لیستاذنکم الخ (رکوع ۸)
اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ بچوں اور غلاموں کو بھی گھروں میں اجازت حاصل کئے بغیر نہ جانا چاہیئے۔ خصوصاً نماز صبح سے پہلے قیلولہ کے وقت اور نمازِ عشاء کے بعد کہ ان اوقات میں اکثر گھر کے آدمی بے پردہ سے ہوتے ہیں۔
۲۰۹- والقواعد من النسآء اللّٰتی لا یرجون نکاحًا الخ (رکوع ۸)
اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ اگر عورتیں اس قدر بوڑھی ہو جائیں۔ کہ نکاح کے قابل نہ رہیں اور اپنی زینت کے مقام دکھانے کا جذبہ ان کے اندر نہ ہو تو وہ اپنے بالائی کپڑوں کو اُتار کر گھر میں رہ سکتی ہیں۔ یعنی شرمگاہ کے چھپانے والے کپڑوں کے سوا دُوسرے کپڑوں کو اگر وہ استعمال نہ کریں تو کوئی حرج نہیں ہے۔
۲۱۰- لیس علی الاعمٰی حرج الخ (رکوع ۸) اس آیت میں انسان کی کھانے پینے کی بعض ضروریات کا بیان اور مسائل ہیں۔
۲۱۱- لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم الخ (رکوع ۹) اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول کے حکم کی اطاعت واجب ہے اور امر وجوب کا حکم رکھتا ہے۔

۲۲- سُورۂ فرقان کے احکام و مسائل

۲۱۲- وھوالذی ارسل الریاح بشرًا الخ (رکوع ۵)
اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی خود بھی پاک ہے اور دوسری چیزوں کو بھی پاک کر دینے والا ہے۔

Marfat.com

۲۱۳ - وھوالذی جعل اللیل والنھار الخ (رکوع ۶)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دن اور رات کا کوئی ورد یا وظیفہ فوت وقضا ہو جائے تو دوسرے وقت اس کو ادا کر لینا جائز ہے۔

۲۳ - سُورۂ شعراء کے احکام ومسائل

۲۱۴ - وانہ لتنزیل رب العٰلمین الخ (رکوع ۱۱)

اس آیت سے علماء نے یہ ثابت کیا ہے کہ نماز میں فارسی زبان میں قرآن مجید کی قرأت جائز ہے اور اس کا ثبوت لفظ قلیک سے ہوتا ہے۔

۲۱۵ - والشعرآء یتبعھم الغاؤن الخ (رکوع ۱۱)

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ شعر کہنا گناہ ہے۔ لیکن وُہ اشعار گناہ نہیں جن میں خدا و رسول کی حمد و مدح کی جائے یا دشمنانِ اِسلام کی ہجو کا جواب دیا جائے۔

۲۴ - سُورۂ نمل کے احکام ومسائل

۲۱۶ - واذا وقع القول علیھم الخ (رکوع ۶)

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ دابۃ الارض کا خروج علاماتِ قیامت میں سے ہے۔ علماء کا بیان ہے کہ قربِ قیامت میں ایک بڑا جانور انسانی بولی بولنے والا پیدا ہو کر تمام دنیا کا سفر کرے گا۔ اور ہر انسان کی پیشانی پر وُہ ایک نشان لگا دے گا جس سے اس کے مومن و کافر ہونے کی شناخت ہو گی۔ اسی جانور کا نام دابۃ الارض ہے۔

۲۵ - سورۂ قصص کے مسائل واحکام

Marfat.com

۲۱۷- قال انی ارید ان انکحک الخ (رکوع ۳) اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ عورت کا مہر بکریاں چرانا بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی مہر میں بکریاں چرانا جائز ہے۔

۲۶۔ سورۂ روم کے احکام و مسائل

۲۱۸- الٓمّٓ ۝ غلبت الرّوم الخ (رکوع ۱)

اس آیت کے نزول کے بعد جب حضرت ابوبکرؓ نے رومیوں کے غالب آنے کی خبر کفار کو دی تو ابی بن خلف نے اس کی تکذیب کی اور ابوبکرؓ سے دس، دس اونٹنیوں کی شرط بدی اور کہا کہ اگر تین سال کے اندر رومی غالب آجائینگے تو میں دس اونٹنیاں تم کو دیدوں گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس کا ذکر حضورؐ سے کیا۔ حضورؐ نے فرمایا اونٹنیوں کی تعداد بڑھاؤ۔ اور نو سال کی مدت مقرر کر دو چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے نو سال کی مدت اور سو اونٹنیوں کا معاہدہ ابی سے کر لیا۔ حدیبیہ یا بدر کی جنگ کے دن رومیوں نے ایرانیوں پر فتح حاصل کی اور ابی چونکہ مر چکا تھا۔ اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے اس کی اولاد سے اونٹنیاں لے لیں، اور حضورؐ نے ان اونٹنیوں کو صدقہ کرا دیا۔ اس آیت سے علماء نے اسی واقعہ کے تحت یہ مسئلہ نکالا ہے کہ دار الحرب میں مسلمانوں اور کافروں کے درمیان سود وغیرہ کے معاملات جائز ہیں۔

۲۱۹- فسبحان اللہ حین تمسون الخ (رکوع ۲)

اس آیت سے پنج وقتہ نماز کا مشروع ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۲۲۰- فات ذی القربیٰ حقہٗ الخ (رکوع ۴)

Marfat.com

اس آیت سے محارم کے نفقہ اور سود کی حرمت کا حکم ثابت ہوتا ہے۔ یعنی اقربا کے ساتھ صلہ رحمی کرنا۔ اعزّہ کو نفقہ دینا اور وراثت کے حق کو قائم رکھنا۔

۲۷۔ سُورۂ لقمان کے احکام و مسائل

۲۲۱۔ ومن الناس یشتری الخ (رکوع ۱)

اس آیت سے غنا کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ وجہ ثبوت اس آیت کے نزول کا واقعہ ہے، نضر بن حارث مکّہ کے ایک کافر نے ایرانی داستانوں کی کتابیں خریدیں اور اس میں سے رستم و اسفندیار کے قصّوں کو سُنا کر قریش سے کہا محمدؐ تم کو عاد و ثمود کے قصّے سُناتے ہیں تو میں تم کو رُستم و اسفندیار کے قصّے سناتا ہوں۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ نضر بن حارث نے چند خوبصورت گانیوالی لونڈیوں کو خرید کیا تھا اور ان کو حکم دیا تھا کہ جو شخص مسلمان ہونا چاہے تم اس کے پاس جاکر گاؤ اور اس سے اختلاط کرتے ہوئے کہو یہ لطف و لذّت بہتر ہے یا وہ چیز جس کی طرف محمدؐ تم کو بُلاتے ہیں۔ آیت میں لَہْوَ الْحَدِیْث (لغو باتوں) سے مُراد لونڈیوں کا گانا یا ایرانی داستانیں ہیں۔

۲۲۲۔ وان جاھداک علیٰ ان تشرک بی (رکوع ۲)

اس آیت میں یہ حکم ہے کہ کفر و معاصی میں والدین کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ ان کے سوا تمام امور میں اطاعت والدین اور ان کے ساتھ سلوک و احسان جائز ہے۔

۲۲۳۔ ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ الخ (رکوع ۴) اس آیت میں

Marfat.com

بتایا گیا ہے کہ غیب کی پانچ باتوں کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

۲۸۔ سورۂ الم سجدہ کے احکام و مسائل

۲۲۴۔ ولو شئنا لاٰتینا کل نفس ھدٰھا الخ (رکوع ۲)

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اصلاح عام خدا پر واجب نہیں ہے۔ اور یہ کہ شر خدا کی مشیت سے وقوع میں آتا ہے۔

۲۹۔ سورۂ احزاب کے مسائل و احکام

۲۲۵۔ وما جعل اللّٰہ لرجل من قلبین الخ (رکوع ۱)

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ کسی کو ماں کہہ دینے سے وہ ماں نہیں بن جاتی اور منہ بولا بیٹا بیٹا نہیں ہو جاتا۔ عرب میں دستور تھا لوگ دوسرے کے بیٹوں کو اپنا بیٹا بنا لیا کرتے تھے اور اگر آدمی اپنی بیوی کو ماں کہہ دیتا تھا تو وہ اس پر حرام ہو جاتی تھی۔ اسلام نے ان دونوں باتوں کو مٹا دیا۔ اور بیوی کو ماں کہہ دینے سے بیوی کو ماں کی مانند حرام قرار نہیں دیا۔ بلکہ اس کا کفارہ مقرر کر دیا گیا۔ اصطلاح میں اس کو اظہار کہتے ہیں۔

۲۲۶۔ النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسھم الخ (رکوع ۱)

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اولی الارحام ترک کے مستحق ہیں۔ اس آیت کے نزول کی بابت مفسرین کی رائیں مختلف ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حضورؐ ایسے شخص کی نماز جنازہ نہیں پڑھا کرتے تھے جس پر قرض ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ ایک انصاری کا جنازہ لایا گیا۔ جس پر دو درہم یا دو دینار کا قرضہ تھا۔ حضورؐ نے پوچھا کیا اس قرض کو اس کے مال میں سے ادا کیا جا سکتا ہے، لوگوں

Marfat.com

نے عرض کیا نہیں۔ حضورؐ نے واپسی کا ارادہ ہی کیا تھا کہ حضرت علیؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! اس کا یہ قرضہ میں ادا کر دونگا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضورؐ کو بتایا گیا کہ نبی دُوسرے مومنوں سے زیادہ رحمت و شفقت اور ادائے قرض کے مستحق ہیں۔ مطلب یہ کہ حضرت علیؓ وغیرہ زیادہ حقدار ہیں۔ بعض مفسر کہتے ہیں کہ جب حضورؐ نے غزوہ تبوک میں چلنے کے لئے لوگوں سے کہا تو بعض لوگوں نے یہ جواب دیا کہ ہم اپنے ماں باپ سے دریافت کر لیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ مومنوں سے زیادہ حقدار اس بات کے حضورؐ ہیں یعنی حضورؐ کے حکم کو ٹالنا مومن کی شان نہیں ہے پھر اسی آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مومن بھائی بھائی ہیں۔ اس لئے حضور کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں اور اولی الارحام کے مستحق ترکہ ہونے کا واقعہ یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں دینی موالات اور ہجرت توارث کی بنیاد تھی اس آیت سے یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ اور وراثت کے مستحق اولی الارحام قرار پائے۔

۲۲۷۔ یٰایھا النبی قل لازواجک الخ (رکوع ۴) اس آیت میں حضورؐ کی بیویوں کو مخاطب کر کے عورتوں کے متعلق احکام بیان کئے گئے ہیں۔ علماء کہتے ہیں کہ اگر بیوی کو شوہر کے ساتھ رہنے یا نہ رہنے کا اختیار دے دیا جائے اور عورت شوہر کو اختیار کر لے تو اس پر طلاق واقع نہیں ہوتی۔

۲۲۸۔ یا نساء النبی لستن کاحد من النساء الخ (رکوع ۴)

اس آیت سے حضورؐ کی بیویوں کی فضیلت اور اہلِ بیت کے مناقب ظاہر ہوتے ہیں اور جملہ ان اتقیتن عورتوں کے لئے ایک بلیغ نصیحت ہے۔ حضرت عکرمہ کا خیال ہے۔ اس آیت میں اہلبیت سے مُراد حضورؐ کی بیویاں ہیں۔

Marfat.com

اَور حضرت عائشہ رضؓ ام سلمہ رضؓ اور ابو سعید خدری رضؓ کی رائے یہ ہے کہ اہلِ بیت سے مُراد، فاطمہ رضؓ، علی رضؓ، حسن رضؓ اور حسین رضؓ ہیں۔ جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ اہل بیت میں ازواج مطہرات اور فاطمہ رضؓ علی رضؓ، حسن رضؓ اور حسین رضؓ سب شامل ہیں۔

۲۲۹۔ وما کان لمؤمن ولا مومنۃ الخ (رکوع ۵)

اس آیت سے چند مسئلے نکلتے ہیں، ایک تو یہ کہ صیغۂ امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ دُوسرے یہ کہ اختیار ثابت ہے۔ تیسرے یہ کہ غلام کو آزاد کرنا امر مشروع ہے اور چوتھے یہ کہ منہ بولے بیٹے کی منکوحہ مدخولہ سے نکاح جائز ہے۔

۲۳۰۔ وما کان محمد ابا احد من رجالکم الخ (رکوع ۵)

اس آیت سے دو باتیں نکلتی ہیں ایک تو یہ کہ ہمارے نبی محمد خاتم النبیین ہیں اور دوسرے یہ کہ کسی کو بیٹا بنا لینے سے کوئی شخص اس کا باپ نہیں بن سکتا اور جب باپ نہیں بنتا تو شرعی اُمور میں یہ چیز خلل انداز نہیں ہو سکتی۔

۲۳۱۔ یا ایھا الذین امنوا اذا نکحتم الخ (رکوع ۱۶)

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ غیر مدخولہ بیوی کو اگر طلاق دے دی جائے تو اس پر عدت واجب نہیں ہوتی۔

۲۳۲۔ یا ایھا النبی انا احللنا لک الخ (رکوع ۶)

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ خدا نے حضورؐ کو تمام عورتیں اور لونڈیاں حلال کر دی تھیں۔ صرف خاندان کی وہ لڑکیاں آپ پر حرام تھیں، جنہوں نے ہجرت نہیں کی تھی اور یہ کہ آپ مہر کے بغیر بھی نکاح کر سکتے تھے۔ لیکن آپ نے اس پر عمل نہیں کیا اور بغیر مہر کوئی نکاح نہیں کیا۔

Marfat.com

۲۳۳- یَا ایھا الذین اٰمنوا لا تدخلوا بیوت النبی الخ (رکوع ۷)
اس آیت سے عورتوں کا مَردوں سے پردہ کرنا ثابت ہوتا ہے۔

۲۳۴- ان اللہ وملٰئکتہٗ یصلون علی النبی الخ (رکوع ۷)
اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضورؐ پر درود بھیجنا مومنین پر واجب ہے۔

۳۰- سُورۂ یٰسین کے مسائِل واحکام

۲۳۵- اولم یر الانسان انا خلقناہ الخ (رکوع ۵)
ان آیات میں حشر کے حق ہونے کو ثابت کیا گیا ہے۔ اور منکرین حق کے دلائل کی تردید علم کلام کے طریقہ پر کی گئی ہے۔

۳۱- سُورہ صافات کے احکام ومسائِل

۲۳۶- فلما بلغ معہ السعی الخ (رکوع ۳)
اس آیت میں یہ حکم ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر ومَنّت مانے تو اس پر بکری کا ذبح کرنا واجب ہے۔

۳۲- سورۂ ص کے مسائِل واحکام

۲۳۷- وھل اتٰک بنوء الخصم اذ تسود والمحراب۔ الخ (رکوع ۱۳) اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر نماز میں آیتِ سجدہ پڑھی جائے تو نماز میں سجدہ کے بجائے رکوع کر لینا کافی ہے۔ اور رکوع سجدہ کا قائم مقام ہو جاتا ہے۔

۳۳- سورۂ زمر کے مسائل واحکام

۲۳۸- ان تکفروا فان اللہ غنی عنکم الخ (رکوع ۱)

Marfat.com

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ خیر و بھلائی پسندیدہ چیز ہے اور شر پسندیدہ چیز نہیں ہے۔

۲۳۹۔ ونفخ فی الصور الخ (رکوع ۷) اس آیت سے نفخ صور۔ بعث بعد الموت اور وزن اعمال کا حق ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۳۴۔ سورۂ مومن کے مسائل و احکام

۲۴۰۔ النار یعرضون علیھا الخ (رکوع ۵)

اس آیت سے عذاب قبر ثابت ہوتا ہے۔

۳۵۔ سورۂ شوریٰ کے احکام و مسائل

۲۴۱۔ والذین اذا اصابھم البغی الخ (رکوع ۴) اس آیت میں جنایات اور مغضوب کا بدلہ لینے اور سزا دینے کا حکم ہے۔

۲۴۲۔ وما کان بشران یکلمہ اللہ الخ (رکوع ۶) اس آیت میں وحی کی تفصیل ہے یعنی وحی کی اقسام یا صورتوں کو بیان کیا گیا ہے۔

۳۶۔ سورۂ زخرف کے مسائل و احکام

۲۴۳۔ وانہ لعلم للساعۃ الخ (رکوع ۶) اس آیت سے حضرت عیسیٰؑ کا دوبارہ دنیا میں تشریف لانا ثابت ہوتا ہے۔

۲۴۴۔ ولا یملک الذین یدعون من دونہ الخ (رکوع ۷) اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ معاملہ اور واقعہ کا علم ہونا شاہد کے لئے ضروری ہے۔ یعنی گواہی کے لئے معاملہ کا علم گواہ کے لئے لازمی ہے۔

۳۷۔ سورۂ دخان کے احکام و مسائل

Marfat.com

۲۴۵-فارتقب یوم تاتی السمآء بدخان مبین الخ (رکوع ۱)
اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دُھواں اُٹھنا قرب قیامت کی علامت ہے۔

۳۸-سُورۂ احقاف کے مسائل واحکام

۲۴۶-ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا الخ (رکوع ۲) اس آیت سے بچّہ کو دودھ پلانے کی مدّت ڈھائی سال ثابت ہوتی ہے۔

۲۴۷-واذصرفنا الیک نفرا من الجن الخ (رکوع ۴)
اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جنّوں کا ایمان لانا ان کے لئے اس حیثیت سے نافع ہے کہ اس سے ان کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

۳۹-سُورۂ فتح کے احکام ومسائل

۲۴۸-قل للمخلفین من الاعراب الخ (رکوع ۲)
اس آیت سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ مشرکین عرب سے صرف دو ہی باتیں قبول کی جاسکتی ہیں یا تو وُہ اسلام لے آئیں ورنہ پھر ان کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور دوسری یہ کہ شیخین یعنی حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کی خلافت حق اور دُرست ہے اس اولی باس شدید سے مُراد مسیلمہ کذّاب کی قوم بنو حنیفہ اور مرتد قبائل ہیں۔ جن سے حضرت ابوبکرؓ نے اپنی خلافت میں جنگ کی تھی اور اسلام وقتل پر معاملہ کو منحصر کر دیا تھا۔ اور بعض لوگ اولی باس شدید سے مُراد فارس اور روم کی قومیں لیتے ہیں۔ جن سے حضرت عمرؓ نے جنگ کی تھی۔

۲۴۹-لیس علی الاعمٰی حرجٌ الخ (رکوع ۲) اس آیت سے

Marfat.com

بت ہوتا ہے کہ کمزوروں اور معذوروں پر جہاد فرض نہیں ہے۔
۲۵۰۔ وھوالذی کف ایدیھم عنکم الخ (رکوع ۳)
اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے مکہ کو قوت سے فتح کیا تھا۔
لح کے ذریعہ فتح نہیں کیا تھا۔
۲۵۱۔ ھم الذین کفروا وصدوکم الخ (رکوع ۳)
اس آیت سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ حج کا احرام باندھنے کے بعد کسی کو روک
دیا جائے اور حرم تک نہ پہنچنے دیا جائے تو اس کے قربانی کے جانور کو کسی دوسری
جگہ نہیں حرم مکہ ہی میں ذبح کیا جا سکتا ہے۔
۲۵۲۔ لقد صدق اللہ رسولہ الخ (رکوع ۴)
اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ عمرہ میں سر منڈانا شرط ہے۔
۲۵۳۔ ھوالذین ارسل رسولہ بالھدیٰ الخ (رکوع ۴) اس
آیت سے اسلام کا شرف اعلاء دین اور صحابہ کے فضائل ثابت ہوتے ہیں۔

۴۔ سورۂ حجرات کے احکام و مسائل

۲۵۴۔ یاایھا الذین امنوا لا تقدموا الخ (رکوع ۱)
اس آیت کے نزول کے واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز سے پہلے عید
الاضحیٰ میں قربانی کرنا اور یوم شک کا روزہ رکھنا درست نہیں ہے۔
۲۵۵۔ یاایھا الذین امنوا ان جاءکم الخ (رکوع ۱) اس آیت
سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فاسق کی خبر میں احتیاط و تامل سے کام لینا چاہیئے۔
۲۵۶۔ وان طائفتان من المؤمنین الخ (رکوع ۱)

Marfat.com

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ باغی کا قتل واجب ہے۔

۴۱۔ سورۂ ذاریات کے احکام و مسائل

۲۵۷۔ فاخرجنا من کان فیھا الخ (رکوع ۲)

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان اور اسلام کا اتحاد ہو سکتا ہے یعنی ایک شخص مومن بھی ہو سکتا ہے اور مسلم بھی۔

۴۲۔ سورۂ طور کے احکام و مسائل

۲۵۸۔ والذین اٰمنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الخ (رکوع ۱)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آخرت میں مومنین کی اولاد اپنے ماں باپ کے تابع ہوگی۔

۴۳۔ سورۂ قمر کے مسائل و احکام!

۲۵۹۔ نبئھم ان الماء قسمۃ الخ (رکوع ۲)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی چیز کی باہمی تقسیم یا کسی ایسی چیز کی باری مقرر کر لینا جائز ہے جس کا عین یا اصل باقی رہے اور صرف اس سے نفع اُٹھا لیا جائے۔

۴۴۔ سورۂ رحمٰن کے مسائل و احکام

۲۶۰۔ فیھما فاکھۃ ونخل ورمان (رکوع ۱) اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کھجور اور انگور میوے نہیں ہیں اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ میوہ نہ کھائے گا۔ تو انگور و کھجور کھا لینے سے اس کی قسم نہ ٹوٹے گی۔

۴۵۔ سورۂ واقعہ کے احکام و مسائل

Marfat.com

۲۶۱- فسبح باسم ربك العظیم الخ (رکوع ۲) اس آیت سے یہ
ت ہوتا ہے۔ کہ رکوع میں تسبیح پڑھنا مستحب ہے اور ناپاک انسان کا قرآن مجید
چھونا درست نہیں ہے۔

۴۶۔ سورۂ مجادلہ کے احکام و مسائل

۲۶۲- قد سمع اللہ قول التی الخ (رکوع ۱) اس آیت میں ظہار
ے کفارہ کا ذکر ہے۔ جس کا مسئلہ سورۂ احزاب میں اُوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

۴۷۔ سُورۂ حشر کے احکام و مسائل

۲۶۳- ھوالذی اخرج الذین کفروا الخ (رکوع ۱)
اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ قیاس حجت ہے۔

۲۶۴- ما قطعتم من لینۃ الخ (رکوع ۱) اس آیت سے ثابت ہوتا
ہے کہ کفار کے مکانات کو ڈھا دینا اور ان کے درختوں کو کاٹ ڈالنا جنگ
یں جائز ہے اور مال فئے یعنی وُہ مال جو لشکر کشی میں جنگ کئے بغیر مل جائے
صرف رسول ؐ کا حق ہے۔

۲۶۵- ما افاء اللہ علی رسولہ الخ (رکوع ۱) اس آیت میں مال
ئے کی تقسیم کا بیان ہے۔ جس کا ذکر اُوپر ہوا ہے۔

۴۸۔ سُورۂ ممتحنہ کے احکام و مسائل

۲۶۶- لا ینھاکم اللہ عن الذین الخ (رکوع ۲) اس آیت سے
ثابت ہوتا ہے کہ ذمّی کو وصیت کرنا جائز ہے حربی کو جائز نہیں۔

۲۶۷- یا یھا الذین امنوا اذا جاءکم المومنات الخ (رکوع ۲)

Marfat.com

اس آیت میں ہجرت کے بعد مہاجر عورتوں وغیرہ کے متعلق متعدد احکام دیے ہیں۔

۲۶۸۔ یٰایھا النبی اذا جآءک المؤمنات الخ (رکوع ۲) اس آیت میں فتح کے بعد عورتوں کی بیعت کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کی بیعت کا طریقہ بتایا گیا ہے۔

۴۹۔ سُورۂ جُمعہ کے احکام و مسائل

۲۶۹۔ یٰایھا الذین اٰمنوا اذا نودی الخ (رکوع ۲)

ان آیات میں نماز جمعہ کا ثبوت ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ جُمعہ کی اذان ہونے کے بعد خرید و فروخت کے معاملات حرام و ممنوع ہیں۔ اذان سے یہاں خُطبہ کی اذان ہے۔

۵۰۔ سُورۂ منافقون کے مسائل و احکام

۲۷۰۔ اذا جآءک المنافقون الخ (رکوع ۱)

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ لفظ اشہد سے کسی بات کی شہادت دینا اعتراف کرنا قسم کے معنی رکھتا ہے اور اعتراف قلبی کا پتہ دیتا ہے۔

۵۱۔ سُورۂ طلاق کے احکام و مسائل

۲۷۱۔ یٰایھا النبی اذا طلقتم النسآء الخ (رکوع ۱)

اس آیت میں چند ضروری مسائل ہیں۔ ایک تو یہ کہ حیض کی حالت اور اس پاکی کے زمانہ میں جس میں جماع کیا ہو۔ بیوی کو طلاق نہیں دینی دوسرے یا کہ مطلقہ عورت کو جو عدّت کے ایّام گذار رہی ہو۔ شوہر کے

Marfat.com

سے نہیں نکالنا چاہیئے اور نہ خود اس کو نکلنا چاہیئے ۔ تیسرے یہ کہ عورت کی عدت کو طویل کر کے اس کو تکلیف دینا جائز نہیں ہے ۔ جیسا کہ عرب زمانہ جاہلیت میں کیا کرتے تھے ۔

۲۷۲ - وَالّٰئِیْ یئسن من المحیض الخ (رکوع ۱) اس آیت میں ان عورتوں کی عدت کا بیان ہے ۔ جن کو حیض نہیں آتا ۔ یعنی عمر رسیدہ وغیرہ ۔

۲۷۳ - اسکنوھن من حیث سکنتم الخ (رکوع ۱)

اس آیت میں مطلقہ عورتوں کی سکونت نفقہ اور بچہ کو دودھ پلانے کے مسائل و احکام ہیں ۔

۵۲ ۔ سورۂ تحریم کے مسائل و احکام

۲۷۴ - یٰاَیّھا النبی لم تحرم الخ (رکوع ۱)

اس آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کر لینا یمین و قسم ہے ۔

۵۳ ۔ سورۂ نوح کے مسائل و احکام

۲۷۵ - فقلت استغفروا ربکم الخ (رکوع ۱)

اس آیت سے نماز استسقاء کی کیفیت معلوم ہوتی ہے ۔

۵۴ ۔ سورۂ مزمل کے احکام و مسائل

۲۷۶ - یٰاَیّھا المزمل الخ (رکوع ۲) اس آیت میں ابتداءً حضورؐ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ رات کا زیادہ حصہ عبادت میں گذار دو ۔

۲۷۷ - ان ربک یعلم الخ (رکوع ۲) اس آیت میں اوپر کے حکم کو منسوخ

Marfat.com

کر دیا گیا ہے اور قیام لیل کو مرضی پر موقوف کر دیا گیا ہے۔

۵۵۔ سورۂ مُدثّر کے مسائل واحکام

۲۷۸۔ یٰایھا المدثر الخ (رکوع ۱) اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ نماز کی تکبیر تحریمہ فرض ہے اور نماز کے لئے کپڑوں کا پاک ہونا شرط ہے۔

۲۷۹۔ کل نفس بما کسبت رھین الخ (رکوع ۳) اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آخرت کے مواخذہ کے سلسلہ میں کفار سے جو خطاب کیا گیا ہے وُہ فروعی ہے اور پھر یہ ثابت ہوتا ہے کہ مومنین کے لئے شفاعت جائز ہے۔

۵۶۔ سورۂ قیامت کے احکام و مسائل

۲۸۰۔ لا تحرک بہ لسانک الخ (رکوع ۱) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خطاب کے وقت مخاطب کا خطاب کو بیان کرنا ضروری نہیں ہے۔ بیان میں تاخیر کی جا سکتی ہے۔

۲۸۱۔ وجوہ یومئذٍ ناضرۃ الخ (رکوع ۱) اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کی رویت مومنین کے لئے واجب ہے۔

۵۷۔ سُورۂ انشقاق کے احکام و مسائل

۲۸۲۔ واذا قری علیھم الخ۔ اس آیت سے سجدہ تلاوت کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

۵۸۔ سورۂ کوثر کے احکام و مسائل!

۲۸۳۔ انا اعطیناک الکوثر الخ۔ اس آیت سے حوض کوثر کا حق ہونا ثابت ہوتا ہے۔

Marfat.com

باب چہارم

قصصِ قرآنی

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
●	قصصِ قرآنی	۱۹۷
۱	حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ	۲۰۰
۲	ہابیل و قابیل کا قصہ	۲۰۴
۳	حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کا قصہ	۲۰۵
۴	حضرت داؤدؑ، طالوت اور جالوت کا قصہ	۲۰۷
۵	حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ	۲۱۰
۶	حضرت یعقوب علیہ السلام کا قصہ	۲۱۱
۷	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ	۲۱۲
۸	حضرت مریم علیہ السلام کا قصہ	۲۱۳
۹	حضرت ذکریا علیہ السلام کا قصہ	۲۱۴
۱۰	حضرت یحییٰ علیہ السلام کا قصہ	۲۱۵
۱۱	حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ	۲۱۶
۱۲	قصہ ہاروت و ماروت	۲۱۸
۱۳	قصہ ملکہ سبا	۲۱۸
۱۴	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ	۲۲۰

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۵	حضرت اسماعیل علیہ السلام کا قصہ	۲۲۳
۱۶	حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ	۲۲۴
۱۷	حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ	۲۲۶
۱۸	حضرت صالح علیہ السلام کا قصہ	۲۲۸
۱۹	حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ	۲۲۹
۲۰	حضرت شعیب علیہ السلام کا قصہ	۲۳۰
۲۱	حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ	۲۳۱
۲۲	حضرت ادریس علیہ السلام کا قصہ	۲۳۳
۲۳	حضرت الیاس علیہ السلام کا قصہ	۲۳۴
۲۴	حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ	۲۳۵
۲۵	حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ	۲۳۷
۲۶	حضرت اسحاق علیہ السلام کا قصہ	۲۳۹
۲۷	حضرت الیسع علیہ السلام کا قصہ	۲۳۹
۲۸	حضرت ذوالکفل علیہ السلام کا قصہ	۲۴۰
۲۹	قصہ اصحاب کہف رض	۲۴۰
۳۰	قصہ ذوالقرنین اور یاجوج ماجوج	۲۴۲
۳۱	حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ	۲۴۵
۳۲	قصہ اصحاب قریہ رض	۲۴۷

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۳۳	قصہ اصحاب اخدود	۲۴۷
۳۴	قصہ اصحاب فیل	۲۴۸
۳۵	واقعہ سیل عرم	۲۴۹
۳۶	حضرت لقمان علیہ السلام کا ذکر	۲۴۹
۳۷	حضرت محمد الرسول اللہ صلعم کا ذکر مبارک	۲۵۰

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

چوتھا باب

قصصِ قرآن

قرآن مجید میں بھی دُوسری کتب الٰہیہ کی طرح بعض قصّے بیان کئے گئے ہیں۔ لیکن دُوسرے صحفِ سماوی اور قرآنِ حکیم کے قصوں کی غرض و غایت بالکل مختلف ہے۔ انبیاء سابقہ کی کتب میں جو قصّے بیان کئے گئے ہیں۔ اُن سے مقصود یا تو اقوام کی تاریخ کا بیان کرنا ہے یا واقعات نگاری اور یا انبیاء کی زندگی کے حالات کو ایسے انداز میں پیش کرنا ہے جس سے عجوبہ پسند طبائع کے لئے تفنن طبع یا تفریح کا سامان پہنچ جائے۔ قرآن مجید نے جو قصے بیان کئے ہیں۔ ان سے نہ تو مقصود اقوام کی تاریخ بیان کرنا ہے اور نہ واقعات نگاری اور نہ اس نے ان قصّوں سے تفننِ طبع اور تفریح کا سامان فراہم کیا ہے۔ بلکہ قرآن مجید کی غرض ان قصّوں سے موعظت و عبرت ہے یعنی یہ قصّے اس لئے بیان کئے گئے ہیں کہ ان کو پڑھ کر نصیحت و عبرت حاصل کریں۔ نیکی کی جانب راغب ہوں۔ اور تمام بُری اور لغو باتوں سے کنارہ کش رہیں۔

حضورؐ پر جب ان قصوں کا نزول شروع ہُوا تو منکرین و مشکرین کو جو ہر

Marfat.com

وقت، قرآنی تعلیم کے درپے رہا کرتے تھے ان پر بھی اعتراض کا موقع ملا اور انہوں نے علانیہ یہ کہنا شروع کیا کہ

ان ھٰذا الا اساطیر الاولین - اساطیر الاولین اکتب فھی علی علیہ بکرۃً وّ اصیلاً۔

یہ قرآن تو اگلوں کی کہانیاں ہیں - قرآن اگلے لوگوں کے قصے ہیں جسے اس نے (محمدؐ نے) لکھوا لیا ہے اور اب وہی اسے صبح و شام پڑھ کر سُناتا ہے۔

کفار کا مطلب ان الفاظ سے یہ تھا کہ قرآن کلام الٰہی نہیں ہے بلکہ اس کو محمدؐ نے دُوسروں سے لکھوا لیا ہے اور اس میں قصے کہانیوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

خداوند تعالیٰ نے اس اعتراض کا نہایت معقول جواب دیا اور پھر یہ بتلایا ہے کہ قرآنی قصوں سے خدا کی کیا غرض ہے - ارشاد ہوتا ہے کہ۔

۱- قل انزلہ الذی یعلم السّر فی السمٰوٰت والارض اِنہ کان غفورًا رحیمًا۔ ۵

ترجمہ:- اے محمدؐ تم ان منکروں سے کہدو قرآن کو اسی اللہ نے نازل کیا ہے جو آسمانوں اور زمینوں کے اسرار سے واقف اور غفور و رحیم ہے۔

یعنی قرآن اور قرآن کے قصے فرضی کہانیاں اور افسانے نہیں ہیں بلکہ آسمانوں اور زمینوں کے اسرار سے واقف و آگاہ ہستی (خدا) کے احکام اور بیان کئے ہُوئے قصے ہیں - جن کے بیان کرنے سے یہ غرض ہے۔

Marfat.com

۲۔ کذب الذین من قبلھم فاتاھم العذاب من حیث لا یشعرون فاذاقھم اللہ الخزی فی الحیٰوۃ الدنیا ولعذاب الاٰخرۃ اکبر ط لو کانوا یعلمون ۝ ولقد ضربنا للناس فی ھٰذا القراٰن من کل مثل لعلّھم یتذکرون ۝ ط

ترجمہ:۔ جو لوگ ان (منکرینِ مکہ) سے پہلے تھے انہوں نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا تھا اور ان پر عذاب ایسی طرف سے آیا کہ وہ سمجھتے بھی نہ تھے۔ پھر اللہ نے انہیں رسوائی کا مزہ تو اسی زندگی میں چکھا دیا اور آخرت کا عذاب ان کے لئے اگر یہ سمجھیں تو کہیں بڑھ کر ہے ہم نے آدمیوں کے سمجھانے کے لئے ہر قسم کی مثالیں اس قرآن میں بیان کر دی ہیں۔

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآنی مثالیں اور قصص عبرت دلانے اور نصیحت حاصل کرنے کے لئے ہیں تاکہ انسان ان کو پڑھے اقوام سرکش و نافرمان کے انجام سے عبرت حاصل کرے اور راہ راست کو اختیار کر لے۔ اور یہی مقصد قرآن مجید کا ہے۔

۳۔ اولم یروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین کانوا من قبلھم کانوھم اشد منھم قوۃ واثارا فی الارض فاخذھم اللہ بذنوبھم وما کان لھم من اللہ من واق ۝ ط

ترجمہ:۔ کیا ان لوگوں نے ملک کی سیر کر کے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے

Marfat.com

جو لوگ تھے ان کا کیا انجام ہوا، وہ لوگ باعتبار قوت اور نیز باعتبار ان نشانوں کے جو وہ ملک میں چھوڑ گئے ان سے بڑھ کر تھے پھر اللہ نے ان کو ان کے گناہوں پر پکڑ لیا اور کوئی اللہ کی گرفت سے ان کو نہ بچا سکا۔

مختصر یہ کہ قرآن مجید کی غرض قصص بیان کرنے سے لوگوں کو عبرت دلانا ہے تاکہ وہ راہ راست اختیار کر لیں۔

قرآن مجید میں دو قسم کے قصص ہیں ایک تو انبیاء و صلحا کے قصے اور دوسرے افراد و اقوام کے قصے انتہائی اختصار کے ساتھ ہم ان قصوں کے متعلقہ حالات کو لکھتے ہیں۔

۱۔ حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ

آدم علیہ السلام کا قصہ سورۂ بقرہ (رکوع ۴) سورۂ اعراف (رکوع ۲) سورۂ حجر (رکوع ۳) سورۂ بنی اسرائیل (رکوع ۷) سورۂ کہف (رکوع ۷) سورۂ طٰہٰ (رکوع ۷) سورۂ ص (رکوع ۵) میں بیان کیا گیا ہے۔

قرآن مجید بتاتا ہے کہ خدا نے آدمؑ کو مٹی سے بنایا اور پھر آدمؑ کی عظمت کا اعتراف کرانے کے لئے فرشتوں کو اس لئے سجدہ کا حکم دیا کہ وہ مٹی کی اس مخلوق کو اپنے خیال میں ذلیل و حقیر خیال کرتے تھے۔ فرشتوں میں صرف ابلیس نے آدمؑ کی عظمت کا اعتراف نہیں کیا۔ بقیہ تمام فرشتوں نے آدمؑ کو سجدہ کر لیا۔ اور خدا نے ابلیس کو اس نافرمانی و سرکشی کے سبب فرشتوں کی جماعت سے خارج کر دیا۔ آدمؑ اور ان کی بیوی عرصہ دراز تک جنت کے باغوں میں رہے

Marfat.com

پھر ابلیس نے ایک ممنوع درخت کا پھل ان کو کھلا کر جنت سے نکلوا دیا۔ اور وہ زمین پر آکر آباد ہوئے۔

تخلیق کائنات اور پھر تخلیق آدمؑ سے خدا کی غرض اپنی صفات کاملہ اور قدرت کا ظاہر کرنا تھا۔ خدا نے آدمؑ و حواؑ کو پیدا کیا زمین پر آدمؑ کو اپنا خلیفہ بنایا اور اپنی ذات و صفات کی شناخت کے احکام نازل کئے اور پھر مظاہر قدرت سے خدا شناسی کی بنیاد رکھی۔

قرآن مجید میں آدمؑ کے قصے کو اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ انسانی مخلوق خصوصاً عرب اقوام کو دنیا کی پیدائش اور اپنے باپ آدمؑ کے حالات کا علم ہو جائے اور آدمؑ سے جو غلطیاں اور کمزوریاں ظاہر ہوئی ہیں ان کی اولاد ان سے عبرت حاصل کرے۔

قصہ کا مطلب و مقصد صاف و واضح ہے چند علمی و اصولی باتیں اس سلسلہ میں قابلِ گذارش ہیں۔

۱۔ قرآن مجید میں جن آدمؑ و حواؑ کا ذکر آیا ہے علماء اسلام میں سے اکثر کی رائے یہ ہے کہ یہی آدمؑ دنیا کی سب سے پہلی انسانی مخلوق ہیں اور یہی وہ آدمؑ و حواؑ ہیں جو ساری دنیا کے ماں باپ ہیں۔ لیکن واقعات جدید تحقیقات اور قرآنی آیات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن میں جن آدمؑ و حواؑ کا ذکر ہوا ہے وہ ساری انسانی دنیا کے ماں باپ نہیں صرف عرب اقوام کے ماں باپ ہیں۔

قرآن مجید میں تخلیق آدمؑ کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے۔

انی جاعل فی الارض خلیفۃ ط قالوا اتجعل فیھا

Marfat.com

من یفسد فیھا ویسفک الدماء ط

ترجمہ:- خدا نے فرشتوں سے کہا "میں اپنا ایک نائب زمین پر بھیجنے والا ہوں" فرشتوں نے کہا۔ کیا اے اللہ تو زمین میں ایسے شخص کو رکھنا چاہتا ہے جو فساد پھیلائے اور خونریزیاں کرے۔

علماء کی ایک جماعت کہتی ہے کہ اگر زمین پر پہلے سے انسانوں کا وجود نہ تھا تو خداوند تعالیٰ آدمؑ کو کن لوگوں پر اپنا خلیفہ مقرر کرنا چاہتا تھا۔ اور یہ کہ فرشتوں نے اگر اس وقت تک انسانوں کے باہمی فتنہ و فساد اور خونریزی کو نہیں دیکھا تھا تو ان کو اس کا علم کیونکر ہوا تھا کہ وہ باہم فساد اور خونریزی کرتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے۔

یٰایھا النّاس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھا رجالاً کثیرًا و نسآءً ط

ترجمہ:- لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے ایک جان (آدمؑ) سے تم کو پیدا کیا اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا۔ اور پھر انہیں دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔

قرآن مجید چونکہ اکثر عرب قوم سے خطاب کرتا ہے اس لئے اس آیت میں یا ایہا الناس سے مُراد عرب ہیں اگرچہ طبعًا اس کا مخاطب دوسری قومیں بھی قرار پا جائیں اس بناء پر کہا جا سکتا ہے۔ کہ چونکہ اس آیت کے مخاطب

Marfat.com

عرب ہیں اس لئے خدا نے عرب قوم ہی کو نفس واحد یعنی آدم سے پیدا کیا ہے۔
اور اس کی تائید ان الفاظ سے ہوتی ہے۔

وبث منہما رجالاً کثیرًا و نساءً

ترجمہ:۔ اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔
اگر خدا نے آدم سے ساری دُنیا کے انسانوں کو پیدا کیا ہوتا تو یہ الفاظ
اس طرح ہونا چاہیئے تھے۔

وبث منہما جمیع الرجال والنساء

اور ان دونوں سے سارے مَردوں اور عورتوں کو پھیلایا۔
ان دلائل کی بناء پر علماء کی ایک جماعت کہتی ہے کہ آدم ساری انسانی
دُنیا کے باپ نہیں صرف عرب قوم کے باپ ہیں اور یہ کہ آدم کی پیدائش سے
پہلے بھی دُنیا میں انسانی مخلوق موجود تھی۔

۲۔ ابلیس کو جب خدا نے نافرمانی کی علت میں فرشتوں کی جماعت سے
خارج کر دیا تو ابلیس نے خدا سے یہ خواہش ظاہر کی کہ مجھ کو مہلت دے۔ تاکہ
جس طرح آدم کو سجدہ نہ کرنے کے سبب میں بدراہ ہوا آدم کی اولاد کو بھی بدراہ
کروں۔ خدا نے مہلت دے دی اور شیطان انسانوں کو بدراہ کرنے میں مشغول
ہو گیا۔

مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ ابلیس یا شیطان کو اگرچہ مہلت دے دی گئی ہے۔
لیکن اس کو انسان پر ایسی کوئی قدرت حاصل نہیں ہے کہ وُہ اس کے جسم عقل
یا کسی اور حواس کو کسی قسم کا ضرر پہنچا سکے۔ وُہ صرف انسان کے دل میں وسوسہ

Marfat.com

ڈال سکتا، اور بہکا سکتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ شیطان انسانوں سے کہتا ہے۔

وما کان لی علیکم من سلطان الا ان دعوتکم فاستجبتم لی فلا تلومونی ولوموا انفسکم۔

ترجمہ:۔ اور میری تم پر کچھ حکومت نہ تھی صرف یہ کہ میں نے تم کو اپنی طرف بُلایا اور تم نے میرا کہنا مان لیا۔ تم مجھ کو الزام نہ دو بلکہ اپنے آپ کو الزام دو۔

دُوسری جگہ خداوند تعالیٰ شیطان کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔

ان عبادی لیس لکَ علیھم سُلطان الا من اتبعکَ من الغاوین۔

ترجمہ:۔ جو میرے خاص بندے ہیں ان پر تیرا غلبہ نہ ہوگا۔ مگر جو گمراہوں میں سے تیرا پیرو ہو۔

ان حقائق کی بناء پر یہ کہنا درست ہے کہ سچا مسلمان نہ تو شیطان سے خوف زدہ ہو سکتا ہے نہ اس کی پرواکر سکتا ہے۔ اور نہ اس سے کسی قسم کی اذیت و ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔

۲۔ ہابیل و قابیل کا قصہ

ہابیل اور قابیل آدم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے۔ ان کا قصہ تفصیل سے سورۂ مائدہ رکوع ۵ میں درج ہے۔ ان دونوں بھائیوں کے درمیان نزاع کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت آدمؑ کے زمانہ میں بہن بھائی کا نکاح دُرست

Marfat.com

تھا۔ لیکن توام پیدا شدہ بہن بھائیوں کا نکاح جائز نہ تھا۔ قابیل کے ساتھ ایک لڑکی توام پیدا ہوئی جو نہایت حسین تھی۔ قابیل اس پر فریفتہ ہوگیا۔ اور اس سے نکاح کرنا چاہا حضرت آدمؑ نے دستور کو توڑنا پسند نہ کیا۔ اور اس لڑکی کی نسبت ہابیل کے ساتھ کر دی۔ جب قابیل نے زیادہ اصرار کیا تو حضرت آدمؑ نے یہ مشورہ دیا کہ تم دونوں بھائی خدا کی نیاز کرو جس کی نیاز قبول ہوگی لڑکی اس سے بیاہ دی جائے گی۔ چنانچہ دونوں نے نیاز کی، ہابیل کی نیاز قبول ہوئی اور قابیل کی قبول نہ ہوئی۔ اس پر قابیل ہابیل کو مار ڈالنے پر آمادہ ہوگیا۔ جس کا واقعہ تفصیل سے قرآن مجید میں ہے۔ اس قصہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ شریعت کا احترام ضروری ہے۔ اور خدا کے فیصلہ پر کاربند نہ ہونا موجب تباہی ہے۔ اور عورت ہی فتنہ کی ابتدا ہے۔

۳۔ موسیٰؑ و ہارون علیہ السلام کا قصہ

حضرت موسیٰؑ ہارونؑ۔ قارون اور بنو اسرائیل کے قصے سورۂ بقر رکوع ۶ سے ۳۲ تک۔ سورۂ نساء رکوع ۲۲۔ مائدہ رکوع ۳ سے ۱۰ تک۔ انعام رکوع ۱۹۔ اعراف رکوع ۱۳ سے ۱۹ تک۔ یونس رکوع ۸ سے ۱۰ تک۔ ہود رکوع ۲، ۹، ۱۰۔ ابراہیم ۲۰۱۔ نحل رکوع ۱۵۔ ۱۶۔ بنی اسرائیل ۱۔ ۱۲۔ مریم رکوع ۴۔ طٰہٰ رکوع ۱ تا ۴۔ انبیاء رکوع ۴۔ مومنون رکوع ۳۔ فرقان رکوع ۲۔ شعراء رکوع ۲۔ ۳۔ سورۂ قصص ۱ تا ۸۔ عنکبوت رکوع ۴۔ سجدہ ۳۔ صفت رکوع ۴۔ مومن رکوع ۳ تا ۶۔ حٰمٓ سجدہ رکوع ۶۔ زخرف رکوع ۵۔ دخان رکوع ۱۔ ۲۔ جاثیہ رکوع ۱۲۔ اور بقیہ سورتوں میں ایک ایک دو دو آیت میں درج ہے۔

Marfat.com

حضرت یوسفؑ کے والد حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے ان کی اولاد بنواسرائیل کہلاتی ہے یہ سب کنعان میں رہتے تھے۔ لیکن یوسفؑ کے زمانہ میں یہ تمام لوگ مصر میں آکر آباد ہو گئے تھے اور حضرت یوسفؑ کے بعد مصر کے باشندوں نے بنو اسرائیل کو غلام بنالیا تھا۔

تقریباً دو سو سال بعد جبکہ مصر کا بادشاہ فرعون تھا۔ ستارہ شناس اشخاص کے بیان سے یا خود فرعون کو اپنے علم یا اور کسی ذریعہ سے یہ معلوم ہوا کہ بنواسرائیل میں ایک ایسا لڑکا پیدا ہونے والا ہے جو اس کے تخت کو الٹ دے گا اور بنواسرائیل کو غلامی سے نجات دلا کر عروج و اقبال پر پہنچائے گا۔ فرعون نے یہ معلوم کر کے حکم جاری کر دیا کہ بنواسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو اس کو مار ڈالا جائے۔ لیکن خدا کو حضرت موسیٰؑ سے کام لینا تھا۔ اس لئے فرعون کے ہاتھوں سے نہ صرف ان کو محفوظ رکھا بلکہ خود اس کے گھر میں پرورش کرائی۔ جب وہ جوان ہوئے تو اپنی قوم کے ایک شخص کی حمایت میں مصر کے ایک باشندہ کو مار ڈالا۔ دوسرے دن پھر ایسا ہی واقعہ ہونے والا تھا کہ کسی ہمدرد نے موسیٰؑ کو خبر دی یہاں سے بھاگ جاؤ۔ تمہارے قتل کا مشورہ ہو رہا ہے۔ موسیٰؑ مصر سے نکلے اور مدین کی طرف روانہ ہو گئے۔

موسیٰؑ اور ان کے بھائی ہارون عمران بن یصہر بن قاہت بن لاوی بن یعقوبؑ کے بیٹے تھے مدین کے قریب پہنچ کر ایک کنوئیں پر ٹھہرے۔ اور حضرت شعیبؑ پیغمبر کی بیٹیاں جو کنوئیں پر اپنے جانوروں کو پانی پلانے آئی تھیں۔ ان کو اپنے باپ کے پاس لے گئیں۔ حضرت شعیبؑ نے موسیٰؑ کو تسلی

Marfat.com

دی اور کہا یہاں فرعون کا اثر و اقتدار نہیں ہے تم محفوظ ہو۔ پھر حضرت شعیبؑ نے دس سال خدمت کرنے کے مہر پر اپنی ایک بیٹی کا نکاح حضرت موسیٰؑ سے کر دیا۔ خدمت کی مدت کو پوری کر کے حضرت موسیٰؑ پھر مصر کی طرف روانہ ہوئے اور طور پہاڑ پر خدا نے ان کو نبوت کے منصب سے سرفراز فرما کر حکم دیا کہ تم ہماری نشانیاں (معجزات) لے کر فرعون کے پاس جاؤ اور اسلام و ایمان کی دعوت دو۔ چنانچہ خدا کے حکم سے حضرت موسیٰؑ اپنے بھائی ہارونؑ کو لے کر مصر پہنچے، اور فرعون کو خدا کی نشانیوں سے عاجز کر دیا۔ پھر خدا کے حکم سے بنو اسرائیل کو جمع کر کے حضرت موسیٰؑ مصر سے نکلے اور دریا کو عبور کر گئے۔ ان کے تعاقب میں فرعون اور اس کا لشکر آیا۔ اور خدا نے سب کو غرق کر دیا۔ مصر سے نکل کر حضرت موسیٰؑ کوہ طور پر گئے۔ چالیس روز یہاں قیام رہا اور خدا کی جانب سے الواح (تختیاں) نازل ہوئیں جن پر احکام الٰہی درج تھے۔

قرآن مجید میں حضرت موسیٰؑ کے قصے سب سے زیادہ ہیں اور اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ بنو اسرائیل کے سب سے بڑے پیغمبر تھے۔ اور انہوں نے نہ صرف بنو اسرائیل کو عرصہ دراز کی غلامی سے نجات دلائی تھی بلکہ بنو اسرائیل کی ترقی و کامیابی کی ایک مضبوط بنیاد رکھی تھی۔ کہ عرصہ دراز تک ان کا اقتدار قائم رہا۔ لیکن بنو اسرائیل میں سرکشی و نافرمانی کا مادہ زیادہ تھا۔ اکثر انہوں نے اپنے انبیاءؑ کی مخالفت کی اور خداوند تعالیٰ کے احسانات کو ٹھکرایا۔ خدا نے ان کی نافرمانی کے بدلہ میں سخت سے سخت سزائیں ان کو دیں۔ اور جب وہ آخری نبیؐ کے

Marfat.com

عہد میں بھی راہِ راست پر نہ آئے تو ان کو ہمیشہ کے لئے حکومت و اقتدار سے محروم کر کے ذلیل و خوار بنا دیا گیا۔

حضرت موسیٰؑ کے بعد بنو اسرائیل میں بہت سے پیغمبر آئے ہیں۔ ان میں سے جن کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے ان کا بیان آگے کیا جائے گا۔

۴۔ حضرت داؤدؑ اور طالوت و جالوت کا قصہ

حضرت داؤدؑ یہودا بن یعقوبؑ (اسرائیل) کی اولاد میں سے ہیں۔ زرہ بنایا کرتے تھے۔ ان کا قصہ اور ان کے عہدِ طفلی میں طالوت (بنو اسرائیل) اور جالوت (شاہ فلسطین) کے درمیان جو سخت جنگ ہوئی تھی اس کا واقعہ سورۂ بقرہ رکوع ۳۲، ۳۳۔ سورہ مائدہ رکوع ۹، ۱۱ وغیرہ میں درج ہے۔

طالوت بنو اسرائیل کا بادشاہ تھا جس کے پاس تابوتِ سکینت تھا جس میں حضرت موسیٰؑ ہارونؑ کے تبرکات بھرے ہوئے تھے ایک مرتبہ طالوت فلسطین کے بادشاہ جالوت کے مقابلہ پر لشکر لے کر چلا راستہ میں دریا پڑا تو اس نے لشکر کو حکم دیا کہ کوئی شخص اس دریا کا پانی نہ پیئے۔ ہاں حلق تر کرنے کے لئے ایک چلو پانی پی لے چونکہ گرمی کا وقت تھا۔ اور لشکر بہت پیاسا تھا۔ اس لئے چند بہادر اور اطاعت شعار لوگوں کے سوا سب نے پانی پی لیا۔ فلسطین پہنچ کر لشکروں کا مقابلہ ہوا تو جالوت خود جو بڑا قدآور اور بہادر تھا اور پیتل کی زرہ پہنے ہوئے تھا لشکر سے باہر آیا اور مقابل کو طلب کیا۔ طالوت کے لشکر میں سے کسی کو اس کے سامنے جانے کی جرأت نہ ہوئی۔ آخر حضرت داؤدؑ جو اس وقت نوجوان تھے اپنی لاٹھی لے کر اور جھولی میں چند چکنے پتھر ڈال کر مقابلہ کو آئے اور

Marfat.com

اپنے فلاخن (گوپھن) میں پتھر رکھ کر جالوت کی پیشانی پر مارا جالوت زخمی ہو کر گر پڑا۔ تو حضرت داؤدؑ نے آگے بڑھ کر اسی کی تلوار سے اس کا سر اُتار لیا۔ اس کے بعد پھر فلسطین کا لشکر معمولی مقابلہ کے بعد بھاگ کھڑا ہوا اور طالوت نے فتح حاصل کر لی۔

فتح فلسطین کے بعد طالوت نے حضرت داؤدؑ کو اپنے خاندان میں شامل کر لیا۔ اور اپنی بیٹی کا نکاح کر کے اپنے لشکر کا افسر مقرر کر دیا۔ اس وقت حضرت داؤدؑ کی عمر تیس سال کی تھی۔ بہت تھوڑے عرصہ میں اپنے شریفانہ طرزِ عمل اخلاق اور سلوک سے حضرت داؤدؑ نے بنو اسرائیل کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ طالوت نے یہ اقتدار دیکھ کر آپ کو قتل کرا دینے کی کوشش کی۔ آپ بنو اسرائیل کے چند قبیلوں کو لے کر فلسطین چلے گئے۔ وہاں سے بیت المقدس گئے اور کچھ عرصہ کے بعد قبیلۂ یہودا کے بادشاہ بن کر مقام جبرون میں مستقل اقامت اختیار کی، طالوت کی وفات کے بعد اس کا لڑکا جانشین ہوا۔ اور جب ایک شخص نے اُس کو مار ڈالا تو حضرت داؤدؑ بنو اسرائیل کے سب سے بڑے سردار یا بادشاہ قرار پائے۔ حضرت داؤدؑ عرصہ دراز تک رُومیوں اور کنعانیوں سے لڑتے رہے۔ یہانتک کہ آپ کو منصبِ نبوّت عطا ہوا اور زبور کے ذریعہ زُبور عطا ہوئی۔

سورۂ جن میں حضرت داؤدؑ کے ایک فیصلہ کا ذکر ہے اور تفصیل سے اس واقعہ کو بیان کیا گیا ہے۔ حضرت داؤدؑ ہی کے عہد میں بنو اسرائیل کو ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کرنے کی ممانعت کا حکم صادر ہوا اور جب انہوں نے

Marfat.com

اس حکم کی خلاف ورزی کی تو بندر کی صورت میں مسخ کر دیئے گئے۔ اور پھر تین دن کے اندر ہلاک ہو گئے۔

بیت المقدس کی تعمیر حضرت داؤدؑ نے شروع کی تھی کہ سو برس کی عمر میں چالیس سال حکومت کر کے آپ نے انتقال فرمایا۔ اور بیت اللحم میں دفن ہوئے۔ وفات کے وقت آپ نے اپنے بیٹے حضرت سلیمانؑ کو وصیت کی کہ بیت المقدس کی تعمیر کو مکمل کر دیں۔

۵۔ حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ

حضرت عزیرؑ انبیاء بنو اسرائیل میں سے اور حضرت اسحاقؑ کی اولاد میں سے ہیں ان کا قصہ سورہ بقرہ رکوع ۳۵ اور سورۂ توبہ رکوع ۵ میں ہے مفسرین کا بیان ہے کہ بخت نصر بادشاہ نے بیت المقدس اور ایلیاء پر حملہ کر کے اس کو تباہ و برباد کر دیا تھا اور جو لوگ ان مقامات سے گرفتار کر کے وہ اپنے دار السلطنت بابل میں لے گیا تھا۔ ان میں حضرت عزیرؑ بھی تھے۔

جب حضرت عزیرؑ رہا ہو کر واپس آئے تو اپنے وطن بیت المقدس و ایلیاء کو تباہ و برباد دیکھ کر بہت افسوس کیا، اور دل میں کہا۔ "یہ شہر اب کیا آباد ہوگا؟" خدا نے اپنی قدرت دکھانے کے لئے ان کو مار ڈالا، یعنی وہ وطن کی تباہی کے صدمے سے مر گئے یا بیہوش ہو کر گر پڑے یا خدا نے ان پر موت کی سی نیند طاری کر دی اور وہ سو برس تک اسی حالت میں پڑے رہے اس عرصہ میں ایران کے بادشاہ یوشک نے بیت المقدس اور ایلیاء پر قبضہ کر کے اس کو پھر آباد کیا اور خوب رونق دی۔ پھر خدا نے حضرت عزیرؑ کو زندہ کیا،

Marfat.com

غشی دُور کی یا خواب سے بیدار کیا تو انہوں نے بیت المقدس کو آباد اور پہلے
ے زیادہ بارونق پاکر کہا "اللہ میں سب کچھ قدرت ہے جب اس نے عدم سے
جود بخشا ہے تو مار کر جلانا اس کو کیا مشکل ہے ؟ -

یہود حضرت عزیزؑ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے جس کی تردید خداوند تعالیٰ نے سورۂ
توبہ رکوع ۵ میں کی ہے -

۶- حضرت یعقوب علیہ السلام کا قصہ

یعقوبؑ حضرت اسحٰقؑ بن حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے تھے - ان کا ذکر سورۂ بقر رکوع
۱۰ - آل عمران رکوع ۱۰ - مریم رکوع ۳ - یوسف رکوع ۱، ۲، ۸، ۱۱ انبیاء رکوع - ص
رکوع ۴ وغیرہ میں ہے - حضرت اسحٰقؑ کے دو بیٹے عیص اور یعقوبؑ - حضرت ابراہیمؑ
کی زندگی ہی میں پیدا ہوئے تھے - پھر حضرت اسحٰقؑ کے انتقال کے بعد حضرت یعقوبؑ
اپنے بھائی عیص کی مخالفت سے تنگ آکر حبرون چلے گئے تھے - عیص کی اولاد بہت
پھیلی اور بہت سے شاہان روم و یونان ان کی اولاد میں سے ہوئے - حضرت
یعقوبؑ کے بارہ بیٹے ہوئے ان میں سے حضرت یوسفؑ سے آپ کو بہت محبت
تھی عرصہ دراز تک پیارے بیٹے یوسفؑ کی جدائی کا صدمہ برداشت کیا - یہاں تک
کہ صدمات سے اندھے ہو گئے - پھر یوسفؑ کی قمیض کی بُو پاکر آپ کی آنکھیں روشن
ہو گئیں اور ساٹھ برس مصر میں حضرت یوسفؑ کے پاس ایک سو سینتالیس برس
کی عمر میں انتقال فرمایا اور اپنے والد حضرت ابراہیمؑ کی قبر کے پاس حبرون میں دفن
ہوئے -

Marfat.com

۷۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا قصہ

حضرت عیسٰیؑ حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے معجزہ کے طور پر بغیر باپ کے ہیرودس بادشاہ کے عہد میں بیت اللحم کے اندر پیدا ہوئے ان کا ذکر سورۂ بقر رکوع ۱۱، ۱۶ - آل عمران رکوع ۵، ۶ - سورۂ نساء رکوع ۲۳، ۲۴ - سورۂ مائدہ رکوع ۳، ۷، ۱۰، ۱۵، ۱۶ - سورۂ انعام رکوع ۲ - مریم رکوع ۱، ۲ - سورۂ مومنون رکوع ۳ - سورۂ زخرف رکوع ۶ - حدید رکوع ۴ - سورۂ صف رکوع ۱، ۲ میں ہے۔

حضرت عیسٰیؑ کی پیدائش کے بعد حضرت مریمؑ کی شادی یوسف نجار سے ہوئی، ہیرودس بادشاہ بچوں کو چونکہ قتل کرا دیا کرتا تھا۔ اس لئے مریمؑ اور ان کے شوہر مصر چلے گئے۔ اور جب ہیرودس مر گیا تو شہر ناصرہ میں آکر آباد ہوئے۔ حضرت عیسٰیؑ نے بچپن میں معجزہ کے طور پر لوگوں سے کلام کیا۔ اور اپنا بغیر باپ کے پیدا ہونا خالقِ کل کی قدرت کا نمونہ قرار دیا۔ اس بیان پر کچھ لوگ ایمان لے آئے اور بہت سے لوگوں نے آپ کی والدہ مریمؑ پر تہمت لگائی۔ تیس سال کی عمر میں آپ پر وحی نازل ہوئی اور انجیل آپ کے حوالے کی گئی۔

آپ کے زمانہ میں علمِ طب کا زور تھا اور افلاطون جیسا حکیم اس عہد میں موجود تھا۔ آپ کو اسی سلسلہ میں لاعلاج امراض کے علاج معجزہ کے طور پر عطا کئے گئے۔ آپ پر صرف بارہ آدمی ابتداء میں ایمان لائے تھے۔ جن کو حواری کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

حضرت عیسیٰؑ نے جب حضرت موسیٰؑ کی شریعت کو منسوخ قرار دیا تو یہود (بنو اسرائیل) کو آپ سے سخت عداوت ہو گئی اور آپ کے درپے آزار ہو گئے۔ چنانچہ یہود نے آپ کو تلاش کیا۔ اور ایک آدمی کو اس مکان میں بھیجا جہاں آپ رہتے تھے۔ خدا نے حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھا لیا۔ اور اس شخص کو جو آپ کو دیکھنے کے لئے آیا تھا حضرت عیسیٰؑ کی شکل کے مشابہ کر دیا۔ اور دوسرے لوگوں نے گھر میں گھس کر اس شخص کو عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر سولی پر چڑھا دیا۔

۸۔ حضرت مریم علیہا السلام کا قصہ

حضرت مریمؑ یعنی حضرت عیسیٰؑ کی والدہ کا خاندان بیت المقدس کا خادم اور متولی تھا۔ اور ان کے خاندان میں بچے بہت کم ہوتے تھے۔ مریمؑ کی والدہ زوجہ عمران نبیرۂ حضرت ہارونؑ جب حاملہ ہوئیں تو انہوں نے اس خیال سے کہ پیٹ میں فرزند نرینہ ہوگا۔ یہ نذر مانی کہ میں اس بچہ کو خدمتِ بیت المقدس کے لئے خدا کے نذر کرتی ہوں وضع حمل پر حضرت مریمؑ پیدا ہوئیں اُن کی ماں نے ان کو بیت المقدس کے علماء و احبار کے سپرد کر دیا۔ احبار نے ان کی پرورش کے لئے آپس میں قرعہ ڈالا قرعہ میں حضرت ذکریاءؑ کا نام نکلا۔ اور مریمؑ پرورش کے لئے ان کو دے دی گئیں۔

حضرت مریمؑ کے بطن سے دس سال یا پندرہ سال کی عمر میں بغیر باپ کے عیسیٰؑ پیدا ہوئے اور پھر ان کا نکاح ان کے خالہ زاد بھائی یوسف نجار سے ہوا جو خدا کے ایک مقبول بندے تھے۔

Marfat.com

حضرت مریمؑ کا ذکر سورۂ آل عمران رکوع ۴، ۵ - سورۂ نساء رکوع ۲۲ - سورۂ مریم رکوع ۲ - سورۂ انبیاء رکوع ۶ - سورۂ تحریم رکوع ۲ میں ہے -

۹ - حضرت ذکریاؑ علیہ السلام کا قصہ

حضرت ذکریاؑ بن برخیا حضرت سلیمانؑ کی اولاد میں سے ہیں - ان کا ذکر سورۂ آلِ عمران رکوع ۴ - سورۂ انعام رکوع ۱ - سورۂ مریم رکوع ۱ - سورۂ انبیاء رکوع ۵ میں ہے -

حضرت ذکریا پیغمبرؑ اور حضرت مریمؑ والدۂ حضرت عیسیٰؑ کے خالو تھے - بیت المقدس کی خدمت و تولیت آپ کے خاندان کے سپرد تھی - اس تعلق سے آپ کو بیت المقدس میں رات دن حاضر رہنا پڑتا تھا -

حضرت ذکریاؑ بوڑھے ہو چکے تھے اور کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی کہ حضرت مریمؑ کی کفالت و پرورش آپ کے سپرد ہوئی - آپ نے مریمؑ کو ایک مکان میں رکھا - جب باہر جاتے تو باہر سے مکان کو بند کر جاتے -

ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ باہر سے آکر مریمؑ کی کوٹھڑی میں پہنچے تو ان کے پاس ایسے تازہ پھل رکھے دیکھے - جن کا موسم نہ تھا - حضرت ذکریاؑ نے پوچھا مریمؑ "یہ پھل کہاں سے آئے" - مریمؑ نے جواب دیا "خداوندِ تعالیٰ غیب سے بھیج دیتا ہے" اس پر حضرت ذکریاؑ کو بڑا تعجب ہوا - اور معاً ان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ جب خدا اپنے خزانۂ غیب سے مریمؑ کے لئے تازہ پھل بہم پہنچا سکتا ہے تو اس پیرانہ سالی میں مجھ کو اولاد بھی مرحمت فرما سکتا ہے - یہ خواہش پیدا ہوتے ہی آپ نے خدا سے اولاد کی دعا کی - اللہ نے

Marfat.com

آپ کی دُعاء قبول کی اور یحییٰ جیسا برگزیدہ فرزند عطا کیا اور آپ کی متبنّیٰ لڑکی مریمؑ کو بلا شوہر کے بیٹا مرحمت فرمایا۔

حضرت مریمؑ چونکہ حضرت ذکریاؑ کی نگرانی میں پرورش ہوئی تھیں۔ اس لئے ذکریاؑ کے دشمن ہوگئے اور بعض مؤرخین کا بیان یہ ہے کہ ہیرودس کی بھتیجی نے صرف اس بناء پر کہ حضرت ذکریاؑ کے بیٹے حضرت یحییٰؑ چچا بھتیجی کے نکاح میں مانع تھے۔ حضرت یحییٰؑ کا سر کٹوا منگوایا تھا۔ اور حضرت ذکریاؑ کو اس کا اتنا صدمہ ہوا تھا کہ آپ آبادی سے قطع تعلق کر کے جنگل میں چلے گئے تھے۔ اور ہر وقت اس خوف میں مبتلا رہتے تھے کہ کہیں ہیرودس مجھ کو بھی نہ قتل کرا دے۔ آپ کا اندیشہ درست ثابت ہوا۔ ہیرودس نے آپ کو تلاش کر لیا۔ آپ ایک درخت کے تنہ میں چھپ گئے۔

مختصر یہ کہ بادشاہ کے آدمیوں نے آپ کا پتہ پالیا۔ اور آرہ سے درخت کو کاٹ ڈالا۔ جس سے آپ کے جسم کے بھی دو ٹکڑے ہوگئے۔

حضرت ذکریاؑ نے سو برس کی عمر پائی اور بیت المقدس میں مقام صخرہ کے نیچے آپ کو دفن کیا گیا۔

۱۰۔ حضرت یحییٰ علیہ السّلام کا قصّہ

حضرت یحییٰؑ حضرت ذکریاؑ کے بیٹے تھے۔ اور نو عمری ہی میں خلعت نبوت سے سرفراز ہوئے تھے۔ انبیاء میں آپ کا درجہ اس اعتبار سے ممتاز خیال کیا جاتا ہے کہ آپ انتہا درجہ کے عابد، زاہد اور خدا ترس تھے۔ اور عمر بھر آپ نے شادی نہیں کی تھی۔ اور اس نام کا کوئی شخص آپ سے پہلے نہیں ہوا تھا۔

Marfat.com

دُنیاوی تعلقات سے آپ کو نفرت تھی۔ موت اور واقعات مابعد الموت کو یاد کرکے اکثر رویا کرتے تھے۔ خوف الٰہی سے ہراس رہتے تھے۔ جنگلوں میں پھرا کرتے اور گھاس و پتے کھالیا کرتے تھے۔

تورات میں چچا بھتیجی کا نکاح جائز تھا۔ اور اس وقت تک اس پر عمل ہوتا رہا تھا۔ حضرت یحییٰؑ کے عہد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ شاہ وقت ہیرودس اپنی بھتیجی پر عاشق تھا۔ اور بھتیجی بھی اس پر گرویدہ تھی۔ دونوں نے شادی کا ارادہ کیا۔ تو حضرت یحییٰؑ نے وحی الٰہی کے مطابق اس کو ناجائز قرار دیا۔ اس مزاحمت نے ہیرودس کی بھتیجی کو ان کا دشمن بنا دیا اور اس نے بادشاہ کو مجبور کرکے ان کا سر کٹوا منگوایا۔

بعض مفسرین کا بیان ہے کہ حضرت یحییٰؑ کے قتل کی سزا میں خدا نے ہیرودس اور اس کی بھتیجی وغیرہ کو زمین میں دھنسا دیا۔

ولید بن عبدالملک اموی خلیفہ کے زمانہ میں حضرت یحییٰؑ کا سر مبارک ایک صندوق میں رکھا ہوا مدفون ملا۔ عبدالملک نے اس جگہ علامت کے لئے دو ستون بنوا دیئے۔ آپ کا جسم مبارک بیت المقدس میں مدفون ہے۔

حضرت یحییٰؑ کا ذکر سورۂ آلِ عمران رکوع ۴ اور سورۂ مریم رکوع ۱ میں ہے۔

۱۱۔ حضرت سلیمان علیہ السّلام کا قصّہ

حضرت سلیمان علیہ السّلام حضرت داؤد علیہ السّلام کے بیٹے اور پیغمبر تھے۔ جن کا ذکر سورۂ بقرہ رکوع ۱۔ سورۂ نساء رکوع ۲۳۔ سورۂ انبیاء رکوع ۶۔ سورۂ نمل رکوع ۲۔ سورۂ السبا رکوع ۲۔ سورۂ ص رکوع ۲ میں ہے۔

Marfat.com

حضرت سلیمانؑ بچپن ہی سے ذہین و ذکی اور صاحب فراست تھے۔ آپ کے والد حضرت داؤدؑ اکثر مقدمات میں آپ سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ جس کا ایک واقعہ سورۂ انبیاء رکوع ۶ میں درج ہے۔ بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت داؤدؑ کی وفات کے بعد تیرہ سال کی عمر میں حضرت سلیمانؑ اپنی آبائی سلطنت کے تخت پر متمکن ہوئے اور بعض کہتے ہیں ۲۲ سال کی عمر میں۔ اور اپنی حکومت کے چوتھے سال بیت المقدس کی تعمیر شروع کی جس کو حضرت داؤدؑ ادھورا چھوڑ گئے تھے۔

حضرت سلیمانؑ تمام جانوروں کی بولیاں سمجھتے تھے اور دیو، جنات، حیوان اور ہوا سب آپ کے مطیع تھے۔ سرکش جنوں کو جو لوگوں کو تکلیف دیا کرتے تھے۔ آپ نے قید کر دیا تھا۔ اور دیوؤں اور مطیع جنوں سے بیت المقدس کو تعمیر کرایا تھا۔ شہر سباء واقع یمن کی ملکہ بلقیس نے آپ کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ اور پھر حاضر خدمت ہو کر آپ سے نکاح کر لیا تھا۔

آپ کے عہد میں سحر کا بڑا چرچا تھا۔ لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ سحر کیا چیز تھا آپ نے چالیس سال حکومت کی اور ترپن سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ جب آپ کو اپنی موت کا وقت معلوم ہو گیا تو آپ نے تخت پر کھڑے ہو کر عصا کا سہارا لگا لیا۔ اور اسی حالت میں وفات پائی۔ اس میں مصلحت یہ تھی کہ بیت المقدس کی تعمیر ابھی تکمیل کو نہ پہنچی تھی۔ اور جن علمِ غیب سے واقف نہیں ہیں۔ سال بھر تک آپ اسی تخت پر عصا کے سہارے کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ تعمیر مکمل ہو گئی اور ادھر دیمک نے عصا کو کھا لیا وہ ٹوٹ گیا۔ اور آپ تخت پر گر پڑے۔ آپ کی

Marfat.com

نعش کو آپ کے والد حضرت داؤدؑ کی قبر کے قریب دفن کیا گیا۔

۱۲- ہاروت وماروت کا قصہ

ہاروت وماروت کا ذکر سورۂ بقر رکوع ۱۲ میں ہے۔ مفسرین کا بیان ہے کہ یہ دونوں فرشتے تھے جو انسانوں کے گناہوں پر تعجب کیا کرتے تھے۔ خدا نے محض آزمائش کے لئے ان کو انسانی قوتیں مرحمت فرمائیں۔ تو یہ بھی گناہ کے مرتکب ہوئے۔ یہ دونوں سحر جانتے تھے اور لوگوں کو سحر سکھایا بھی کرتے تھے لیکن سکھانے سے پہلے یہ کہہ دیا کرتے تھے کہ سحر میں نقصان ہی نقصان ہے۔ اور خدا کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہوتا ہے لوگوں کا اعتقاد چونکہ یہ تھا کہ حضرت سلیمانؑ سحر جانتے تھے اور سحر ہی کے ذریعہ انہوں نے اتنا عروج حاصل کیا تھا۔ اس لئے ان کی وفات کے بعد سحر کا بڑا چرچا ہوا اور لوگ آسمانی کتابوں کو چھوڑ کر سحر کی طرف مائل ہو گئے۔ اور بعض مفسرین کا خیال یہ ہے۔ کہ ہاروت وماروت دو نیک، اور فرشتہ سیرت انسان تھے۔ تعویذ گنڈوں عملیات اور حاضرات وغیرہ کا ان کو شوق تھا۔ اور عوام کی رغبت ان کی جانب اتنی بڑھ گئی تھی کہ ان کو فرشتے سمجھنے لگے تھے اور بعض مفسر جو آیت کے جملہ ملکین کے لام کو زیر سے پڑھتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ ہاروت وماروت بابل کے دو بادشاہ تھے ہاروت وماروت کا زمانہ مابعد سلیمانؑ ہے اور بعض کے نزدیک بادشاہ بخت نصر کے عہد کا یہ واقعہ ہے۔

۱۳- ملکہ سبا کا قصہ

بلقیس شہر سبا واقع یمن کی ملکہ تھی۔ جس کا ذکر سورہ نمل رکوع ۲، ۳

Marfat.com

میں ہے۔ حضرت سلیمانؑ کی حکومت چونکہ تمام حیوانات پر تھی۔ اس لئے تمام حیوان آپ کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے۔ ایک روز ہُدہُد پرندہ کو غائب پا کر آپ نے فرمایا کہ میں اس کی غیر حاضری پر اس کو سخت سزا دوں گا۔

جب ہُدہُد حاضر ہوا تو اس نے حضرت سلیمانؑ کو ملکۂ سبا کی خبر دی۔ اور بتایا کہ وہاں کے لوگ سورج کی پرستش کرتے ہیں۔ اور ان کی ملکہ بھی خدا پر ایمان نہیں رکھتی ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے ہدہد کے بیان کی تصدیق کے لئے اس کے ذریعہ ایک خط ملک سبا میں بھیجا۔ جس میں وہاں کے لوگوں کو یہ حکم دیا گیا تھا۔ کہ تم میری اطاعت قبول کر لو۔ خط پڑھ کر بلقیس ملکہ سبا نے اپنے سرداروں سے مشورہ کیا۔ سرداروں نے جنگ کا مشورہ دیا لیکن بلقیس نے جنگ پر مصالحت کو ترجیح دی اور حضرت سلیمانؑ کے پاس قیمتی تحائف بھیجے۔ سلیمانؑ نے بلقیس کے آدمیوں سے جو تحائف لے کر آئے تھے۔ کہا "تم اپنے تحائف پر نازاں نہ ہو۔ میں لشکر لے کر تمہارے ملک میں آتا ہوں" اور پھر اپنے ماتحت سرداروں کو حکم دیا "تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو بلقیس کا تخت اُٹھا لائے اس سے پہلے کہ اطاعت قبول کرنے کے لئے ملک سبا کے لوگ اور اُن کی ملکہ ہماری خدمت میں حاضر ہوں" ایک دیو نے کہا "اس سے پہلے کہ آپ یہاں سے اُٹھیں، میں بلقیس کا تخت لا کر حاضر کئے دیتا ہوں" ایک اور شخص نے جو بقول مفسرین سلیمانؑ کا وزیر آصف تھا اور اسم اعظم جانتا تھا عرض کیا "میں پلک مارنے سے پہلے تخت کو لا سکتا ہوں" چنانچہ وہ بلقیس کے تخت کو اُٹھا لایا اور سلیمانؑ کے حکم سے تخت کی ہیئت و صورت یا زیبائش

Marfat.com

میں کچھ تبدیلیاں کر دی گئیں تاکہ یہ معلوم کیا جا سکے کہ بلقیس اپنے تخت کو پہچانتی ہے یا نہیں۔

جب بلقیس حاضر ہوئی تو اس سے پوچھا گیا۔ کہ کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے۔ بلقیس نے کہا "گویا یہ وہی ہے" اور پھر حضرت سلیمانؑ سے عرض کیا۔ "ہم کو آپ کی نبوت کا علم ہو چکا ہے اور ہم آپ کے اطاعت گذار ہیں" پھر سلیمانؑ نے بلقیس سے کہا "میرے محل میں چلو"

لوگوں نے حضرت سلیمانؑ سے کہا تھا کہ بلقیس ایک بے عقل عورت ہے اور اس کی پنڈلیاں خراب ہیں۔ سلیمان علیہ السلام چونکہ اس سے نکاح کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے آپ نے اس کا امتحان لینے اور پنڈلیاں دیکھنے کے لئے اس کو شیشہ کے فرش پر سے لے جانے کا لوگوں کو حکم دیا۔ بلقیس نے شیشہ کے فرش کو دیکھ کر پانی خیال کیا اور اپنے پائینچے اُوپر چڑھا لئے تاکہ وُہ بھیگ نہ جائیں۔ سلیمانؑ نے اس کی پنڈلیاں دیکھ لیں جو بے عیب تھیں اور فرمایا "اس محل میں شیشے بچھے ہوئے ہیں" اس کے بعد بلقیس نے اسلام قبول کر لیا۔ اور حضرت سلیمانؑ نے اس کو اپنی بیوی بنا لیا۔

۱۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ

حضرت ابراہیمؑ حضرت نوحؑ کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کے باپ آذر بُت پرست تھے۔ اور بُت بنایا کرتے تھے۔ آپ کا ذکر سورۂ بقر رکوع ۱۵، ۱۶، ۳۵۔ سُورۂ آلِ عمران رکوع ۷، ۱۰۔ سورۂ نساء رکوع ۱۸۔ سورۂ انعام رکوع ۹۔ سورۂ توبہ رکوع ۱۴۔ ہودؑ رکوع ۷۔ سورۂ یُوسفؑ رکوع ۱۔ ابراہیمؑ رکوع ۶۔ سورۂ حجر رکوع ۴۔ سورۂ نحل رکوع ۱۶۔ سورۂ مریم رکوع ۳۔ سورۂ انبیاء رکوع ۵۔ سورۂ حج رکوع ۴

Marfat.com

سورۂ شعراء رکوع ۵۔ عنکبوت رکوع ۲، ۴۔ صافات رکوع ۳۔ ص رکوع ۴۔ زخرف رکوع ۳۔ ذاریات رکوع ۲۔ حدید رکوع ۴۔ ممتحنہ رکوع ۱ میں ہے۔

بابل واقع عراق عرب میں حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی اولاد کی حکومت تھی۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں یہاں کا بادشاہ نمرود تھا۔ آپ کے والد آذر مقام عور میں جو دریائے فرات پر واقع تھا، رہتے تھے۔ اسی مقام پر ابرہیمؑ پیدا ہوئے اور منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد ملک کے لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور کفر و شرک سے منع کیا۔ اس پر بادشاہ اور عام لوگ آپ کے دشمن ہو گئے۔ اور تبلیغ و دعوت اسلام پر آپ کو مستعد پا کر آخر آپ کو آگ میں ڈلوا دیا۔ لیکن اللہ نے آپ کو آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں سے بچا لیا اور آپ اپنے اصلی وطن عرب کی طرف ترکِ وطن کر کے چلے گئے۔ حضرت لوطؑ نے جو آپ کے بھتیجے تھے ہجرت میں آپ کا ساتھ دیا اور کنعان میں جا کر آباد ہوئے۔ یہاں خدا نے آپ کے کاروبار میں بڑی برکت دی اور بہت تھوڑے دنوں میں آپ اس علاقہ کے رئیس و سردار بن گئے۔

تھوڑے عرصہ بعد حضرت ابراہیمؑ بسلسلۂ تبلیغ مصر گئے یہاں کے بادشاہ نے آپ کے معجزات کو دیکھ کر اپنی بیٹی حضرت ہاجرہؑ کو آپ کی خدمت کے لئے دے دیا۔ اور آپ نے ہاجرہؑ سے نکاح کر لیا۔ آپ کی عمر ۸۰ سال سے زیادہ ہو گئی تھی۔ اور کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ آپ نے نذر مانی کہ اگر خدا مجھ کو اولاد مرحمت فرمائے گا۔ تو میں اپنا پہلا بیٹا خدا کی نذر کر دوں گا۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت ہاجرہؑ کے بطن سے حضرت اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے۔ اور پھر ۹۹ سال کی عمر میں حضرت سارہؑ

Marfat.com

پہلی بیوی کے بطن سے حضرت اسحٰق؈ پیدا ہوئے۔

ان بچوں کی پیدائش کے بعد حضرت ابراہیم؈ تبلیغی سفر پر روانہ ہوئے اور اس مقام پر پہنچے جہاں اب مکہ آباد ہے۔ یہاں آپ کے قلب کو خاص طمانیت نصیب ہوئی۔ اور خواب میں آپ کو دکھلایا گیا کہ آپ اپنے بیٹے اسمٰعیل؈ کو خدا کی راہ میں قربان کر رہے ہیں۔ بیدار ہو کر اس خواب کی تعبیر پر غور کیا۔ اور قرار دیا کہ اسی مقام پر بیتِ عتیق (یعنی خدا کا گھر) ہے اور اس کے بعد بیتِ عتیق یعنی خانہ کعبہ کی تلاش شروع کی۔ ایک مقام پر ایک چمکتا ہوا پتھر نظر آیا۔ اور دل نے راہبری کی کہ یہیں بیتِ عتیق ہے۔ آپ نے اس مقام پر نشان قائم کر دیا۔ اور گھر کو واپس لوٹے۔ اور مقام بیر سبع واقعہ فلسطین سے جہاں اقامت پذیر تھے۔ اپنے بیٹے اسمٰعیل؈ کو جن کی عمر اس وقت ۱۲ سال کی تھی لے کر پھر اسی مقام کی طرف روانہ ہوئے۔ جہاں نشانی قائم کر آئے تھے۔ بعض مفسرین نے حضرت اسمٰعیل؈ کے مکہ پہنچنے کا دوسرا واقعہ لکھا ہے جو عام طور پر مشہور ہے۔

مکہ پہنچ کر حضرت ابراہیم؈ نے اپنے بیٹے اسمٰعیل؈ سے خواب کا واقعہ بیان کیا۔ حضرت اسمٰعیل؈ نے خواب سن کر عرض کیا۔ "ابا جان جو حکم آپ کو ہوا ہے اس کو پورا کیجئے۔ میں انشاء اللہ صابر رہونگا"۔ چنانچہ حضرت ابراہیم؈ حضرت اسمٰعیل؈ کو مروہ پہاڑی پر لے گئے اور ایک چٹان پر ان کو لٹا کر ذبح کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ کہ غیب سے یہ ندا آئی "اے ابراہیم! آزمائش میں تم پورے اترے اب اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح نہ کرو ایک دنبہ موجود ہے کہ اس کو ذبح کر لو۔ یہی قربانی کافی ہے"۔ حضرت ابراہیم؈ نے دنبہ کو تلاش کیا۔ اور اس کو پا کر ذبح کر دیا۔

Marfat.com

اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ کو تعمیر کعبہ کی ہدایت کی گئی اور یہ حکم دیا گیا کہ اس بات کا اعلان کر دو کہ لوگ اس مرکز توحید میں حاضر ہوں۔ کعبہ کا طواف کریں۔ اور خدا کے نام کی نذر چڑھائیں۔ اور یہ کہ اسمٰعیلؑ جن کو تم نے ہماری نذر کیا ہے۔ اس مرکزِ توحید کا خادم ہوگا۔ اس کی نسل یہاں آباد ہوگی۔ اور اس کی اولاد کو ایک بڑی قوم بنایا جائیگا۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو ساتھ لے کر کعبہ کو تعمیر کیا اور پھر مقام بیر سبع سے اپنی بیوی کو یہاں لے آئے اور خانہ کعبہ کی خدمت کرنے لگے۔

حضرت ابراہیمؑ پر خدا کی جانب سے بیس صحیفے نازل ہوئے۔ ننانویں سال کی عمر میں آپ نے ختنہ کرایا۔ پانی سے استنجاہ کیا۔ مسواک کی۔ ناک کو پانی سے صاف کیا۔ اور مصافحہ و معانقہ کا طریقہ نکالا۔ دو سو برس کی عمر میں آپ نے ضحاک حاکم ایران کے عہد میں وفات پائی۔

۱۵۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا قصہ

حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے بڑے بیٹے ہیں۔ ان کا ذکر سورۂ بقر رکوع ۱۵، ۱۶۔ سورۂ مریم رکوع ۴۔ سورۂ انبیاء رکوع ۶۔ سورۂ صافات رکوع ۴ میں ہے آپ کی والدہ حضرت ہاجرہؑ کا انتقال مکہ میں ہوا۔ اور مقام حجر میں دفن کی گئیں۔ اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال کی تھی۔

خانہ کعبہ کی تعمیر میں آپ اپنے والد حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ تھے۔ آپ نے دو نکاح کئے پہلی بیوی چونکہ احسان فراموش تھیں اور نبی کی بیوی بن کر رہنے کے قابل نہ تھیں اس لئے باپ کی رائے سے اس کو طلاق دے دی اور دوسرا نکاح کر لیا۔ دوسری

Marfat.com

بیوی سے بارہ لڑکے پیدا ہوئے جن کی اولاد حجاز و یمن میں پھیل گئی اور خدا نے اس میں برکت دی۔

آپ نے ایک سو سینتیس سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اور والدہ کی قبر کے پاس دفن ہوئے۔

۱۶۔ حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ

حضرت نوحؑ حضرت ادریسؑ کی اولاد میں سے ہیں جن کا سلسلۂ نسب چھ واسطوں سے حضرت آدمؑ تک پہنچتا ہے۔ ان کا ذکر سورۂ اعراف رکوع ۸۔ یونسؑ رکوع ۸۔ سورۂ ہود رکوع ۳، ۴، انبیاء رکوع ۶۔ سورۂ مومنون رکوع ۲۔ سورہ فرقان رکوع ۴۔ سورۂ شعراء رکوع ۶۔ سورۂ عنکبوت رکوع ۳۔ سورۂ صافات رکوع ۳۔ سورۂ مومن رکوع ۱۔ سورۂ شوریٰ رکوع ۲۔ سورۂ ذاریات رکوع ۲۔ سورہ نجم رکوع ۳۔ سورۂ قمر رکوع ۱۔ سورۂ الحاقہ رکوع ۱۔ سورۂ نوح رکوع ۱، ۲ میں درج ہے۔

حضرت نوحؑ اللہ سے بہت ڈرتے اور اپنی عملی کوتاہی پر اکثر رویا کرتے تھے۔ اس لئے آپ کا نام نوحؑ (رونے والا) ہوگیا۔ اصلی نام کچھ اور تھا۔ آپ نے منصب نبوت پر فائز ہو کر نو سو برس تک اسلام کی دعوت و تبلیغ کی خدمت انجام دی۔ لیکن چند آدمیوں کے سوا تمام لوگ آپ کی مخالفت کرتے رہے اور آپ کو سخت اذیتیں اور تکلیفیں دیتے رہے۔

خدا تعالیٰ کو چونکہ ناپاک اور فسادی آدمیوں سے دنیا کو پاک کرنا منظور تھا۔ اس لئے حضرت نوحؑ کے دل میں دعاء کا جذبہ پیدا کیا۔ اور انہوں نے اپنی قوم (کلدانی) کے لئے بد دعاء کی۔ سیلاب آیا اور تمام غارت ہوگئی۔ حضرت نوحؑ

Marfat.com

نے خدا کے حکم سے ایک کشتی بنائی تھی۔ سیلاب آنے پر آپ اور تمام مسلمان اس پر سوار ہو گئے تھے اور سیلاب سے بچ گئے تھے۔ آپ کی کشتی سیلاب فرو ہونے کے بعد جودی پہاڑ پر ٹھہری اور آپ زمین پر آکر آباد ہوئے اور ملک کو آباد کیا۔ چند روز میں ملک سرسبز و شاداب ہو گیا۔ اور آپ کی اولاد تمام ملکوں میں پھیل گئی۔

نوحؑ کے عہد میں چونکہ سیلاب سے تمام اقوام فنا ہو گئی تھیں اور پھر آپ کی اولاد سے انسانی نسل کا سلسلہ چلا تھا۔ اس لئے آپ کو آدم ثانی کہتے ہیں سیلاب کے بعد آپ ساٹھ برس زندہ رہے۔ اور نو سو پچاس سال کی عمر میں وفات پائی۔

اس قصہ میں دو باتیں قابل گذارش ہیں ایک تو یہ کہ حضرت نوحؑ کے متعدد بیٹے تھے لیکن نسل صرف تین بیٹوں سام، حام اور یافث سے چلی اور تمام دنیا میں پھیل کر تہذیب و تمدن کی بنیاد رکھی۔ اور جہانبانی کے اصول مقرر کئے آج دنیا میں جس قدر انسانی مخلوق پائی جاتی ہے وہ سب حضرت نوحؑ کی اولاد ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت نوحؑ کی کشتی جس پہاڑ پر جا کر ٹھہری تھی اس کا نام قرآن مجید میں جودی بتایا گیا ہے۔ حال کے غیر مسلم مؤرخین نے اس کی تردید کی ہے۔ کہ جودی کوئی پہاڑ نہیں تھا اور کشتی کوہ ارارط پر ٹھہری تھی۔ جیسا کہ توراۃ شریف میں بتایا گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ توراۃ کے بعض نسخوں میں ارارط کا لفظ نہیں ہے۔ بلکہ یہ الفاظ ہیں کہ نوح کی کشتی کردوں کے پہاڑ پر جا کر ٹھہری تھی۔ اور یہ درست ہے۔ کردوں کی زبان میں اس پہاڑ کا نام کاردو یا جاردو ہے جس کی تحریف کر کے یونانیوں نے جوردی بنا لیا ہے اور یونانی زبان سے قرآن کا لفظ معرب ہو کر

Marfat.com

جودی بن گیا ہے۔ بروز س معاصر اسکندر اعظم کا بیان ہے کہ جودی پہاڑ پر کشتی کے آثار موجود ہیں۔ اور اب تک یعنی سکندر اعظم کے وقت تک نظر آتے ہیں۔

۱۷۔ ہُود علیہ السّلام کا قصّہ!

ہُود علیہ السّلام حضرت نوحؑ کے بیٹے سام کی اولاد میں سے ہیں ان کا اور ان کی قوم عاد کا ذکر سُورۂ اعراف رکوع ۹۔ سُورۂ ہُود رکوع ۵۔ فرقان رکوع ۴۔ سورۂ شعراء رکوع ۷۔ ابراہیم رکوع ۲۔ سُورۂ عنکبوت رکوع ۴۔ سورۂ حٰمٓ سجدہ رکوع ۲۔ سُورۂ احقاف رکوع ۳۔ سورۂ ذاریات رکوع ۲۔ سورۂ نجم رکوع ۳۔ سُورۂ قمر رکوع ۱۔ سُورۂ الحاقہ رکوع ۱۔ فجر رکوع ۱ میں ہے۔

قومِ عاد دو ہیں۔ ایک عاد اوّل اور دوسری عاد دوم۔ حضرت ہُودؑ عادِ اوّل کی جانب پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ جو یمن کے ٹیلوں اور عمان و حضرموت کے درمیانی علاقوں میں آباد تھی۔ یہ لوگ بڑے قدآور اور طاقتور تھے۔ اور اُنہوں نے بڑی ترقی کی تھی۔ عالیشان محل اور مضبوط قلعے تعمیر کر لئے تھے اور اپنی طاقت اور ترقی کے گھمنڈ میں دوسرے لوگوں کو حقیر و ذلیل خیال کرتے تھے "باغ اِرم" اسی قوم کے بادشاہ شدّاد کا بنایا ہُوا تھا۔ جس کے بے مثل ہونے کی شہادت قرآن سے ملتی ہے

قومِ نوحؑ کی جانشینی کا شرف جس قوم کو حاصل ہُوا تھا۔ وُہ یہی عادِ اوّل تھے۔ جب ان کا غرور اور گھمنڈ انتہاء پر پہنچ گیا۔ اور بُت پرستی و بدکاری عام ہو گئی تو خدا نے ان کی ہدایت کے لئے حضرت ہودؑ کو بھیجا۔ حضرت ہودؑ نے ان کو سمجھایا بُت پرستی سے روکا اور توحید و ایمان کی ترغیب دلائی۔ لیکن ہُودؑ کی ان باتوں کا اُن پر کوئی اثر نہ ہُوا۔ نہ تو یہ اپنی سرکشی اور بدکاری سے باز آئے اور نہ اسلام قبول کیا۔

Marfat.com

اور حضرت ہودؑ کے ڈرانے پر اُن سے یہ کہا کہ "ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟ جس کی ہم اطاعت کریں"۔ آخر میں حضرت ہودؑ نے ان سے کہا کہ "صرف اللہ کی پرستش اور عبادت کرو۔ ورنہ تم پر خدا کا عذاب نازل ہوگا"۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ "خدا کا عذاب کہاں ہے؟ اس کو لے آؤ۔ تاکہ ہم دیکھیں"۔ مختصر یہ کہ جب قوم عاد اپنی حرکتوں سے باز نہ آئی اور عذاب کا مطالبہ کیا تو خدا نے بارش بند کر دی اور تین سال بارش بند رہنے کے سبب قحط سالی سے ان کو سامنا کرنا پڑا۔ جب لوگ تنگ آ گئے تو قوم کے سرداروں نے خانہ کعبہ میں پہنچ کر بارش کی دُعا کی اور آسمان پر۔ سُرخ، سیاہ اور سفید رنگ کے تین بادل نمودار ہوئے اور پھر غیب سے آواز آئی۔ "ان بادلوں میں سے تم کس کو پسند کرتے ہو"۔ قوم عاد نے یہ خیال کر کے کہ سیاہ بادل میں پانی ہوگا۔ سیاہ بادل کو پسند کر لیا۔ سیاہ بادل یمن کی جانب متوجہ ہوا، اور قوم عاد کی آبادیوں پر چھا گیا۔ اور پھر عذابِ الٰہی کی تیز و تُند آندھی چلی۔ جس نے زمین کو ہلا دیا اور پتھروں پہاڑوں اور درختوں کو اُکھاڑ کر قوم عاد پر گرا دیا۔ سات آٹھ روز تک آندھی برابر چلتی رہی۔ یہاں تک کہ حضرت ہودؑ کے ساتھی مومنوں کے سوا سب کو تباہ و برباد کر دیا اور تمام مکانات منہدم ہو گئے۔ قرآن مجید میں قوم عاد کے واقعہ کو بار بار بیان کر کے اس سے لوگوں کو عبرت دلائی ہے اور ان کی تباہ شُدہ بستیوں کے آثار دیکھ کر عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی ہدایت کی ہے۔

حضرت ہودؑ نے ایک سو پچاس (۱۵۰) سال کی عمر میں وفات پائی۔ اور حضرموت میں مدفون ہوئے۔ بعض مؤرخ کہتے ہیں دمشق میں مدفون ہوئے اور بعض مکہ معظمہ میں دفن ہونا بھی بیان کرتے ہیں۔

Marfat.com

۱۸۔ حضرت صالح علیہ السلام کا قصہ

حضرت صالحؑ حضرت نوحؑ کی اولاد میں سے ہیں ان کا اور ان کی قوم ثمود کا ذکر سورۂ اعراف رکوع ۱۰۔ سورۂ ہود رکوع ۶۔ سورۂ ابراہیم رکوع ۲۔ سورۂ نجم رکوع ۳۔ سورۂ قمر رکوع ۲۔ سورۂ الحاقہ رکوع ۱۔ سورۂ بروج رکوع ۱۔ سورۂ فجر رکوع ۱۔ سورۂ الشمس رکوع ۱ میں ہے۔

قوم ثمود۔ قوم عاد کی جانشین تھی۔ جیسا کہ سورۂ اعراف میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور پہاڑوں کو تراش کر اس نے مضبوط مکانات بنوائے تھے۔ اس سارے علاقہ کو جس میں یہ آباد تھے۔ وادیٔ قریٰ کہا جاتا تھا۔ یہ لوگ بُت پرست تھے۔ راہزنی ان کا پیشہ تھا اور بدکاری و فحاشی ان کا شغل، لوہے کا ایک بُت اُنہوں نے بنا رکھا تھا، اور اس کو اپنا معبود مان کر سجدے کیا کرتے تھے۔

حضرت صالحؑ سو برس کی عمر میں ان کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے۔ اور انہوں نے ان کو بدکاری، راہزنی اور سرکشی سے منع کیا اور خدا کی عبادت کی دعوت دی۔ لیکن کسی نے ان کی بات کو نہ مانا۔ ایک روز قوم کے چند سرداروں نے حضرت صالحؑ سے کہا کہ "اگر تم نبی ہو تو پتھر سے ایک نکیل والی اُونٹنی نکالو"۔ یعنی اپنی نبوت کی تصدیق کے لئے ہم کو معجزہ دکھاؤ۔ حضرت صالحؑ نے خُدا سے دُعا کی۔ اور پہاڑ کی چٹان کے اندر سے ایک اُونٹنی نکل آئی۔ جس نے فوراً بچہ دیا۔ اور پھر چراگاہ کی جانب چرنے کے لئے چلدی۔ اس معجزہ کو دیکھ کر ہزاروں آدمی ایمان لے آئے۔ لیکن رات گذرنے کے بعد ایمان سے پھر گئے۔ حضرت صالحؑ نے ان مُرتدین سے کہا "تم ایمان سے پھر گئے اس کا تو تمہیں اختیار تھا۔ لیکن میں تم کو ہدایت کرتا

Marfat.com

ہوں کہ اللہ کی اس اُونٹنی کو ہاتھ نہ لگانا۔ اس کو یونہی پھرنے دینا۔ کسی قسم کی مزاحمت نہ کرنا۔ بیس برس تک حضرت صالحؑ اپنی قوم کو نصیحت کرتے رہے۔ اور ہزار لاکھوں میں سے صرف چند ہزار آدمی ایمان لائے۔

مختصر یہ کہ قوم ثمود کے چند شریر لوگوں نے آپس میں مشورہ کر کے حضرت صالحؑ کے معجزہ کی اُونٹنی کو مار ڈالا ان کی اس نافرمانی پر خدا کا عذاب نازل ہوا۔ حضرت صالحؑ اپنے مومن ساتھیوں کو لے کر مکہ معظمہ چلے گئے۔ اور یہ قوم زلزلہ سے تباہ و برباد ہو گئی۔ اور ان کے وہ تمام مقامات جن پر ان کو ناز تھا۔ خاک میں مِل گئے قرآن مجید میں ان کی تباہ شدہ بستیوں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنے کی بار بار ہدایت کی گئی ہے۔

حضرت صالحؑ نے ایک سو پچاس سال اور بقول بعض دو سو اسی سال کی عمر میں وفات پائی۔ اور مقام حجر میں مدفون ہوئے۔

۱۹۔ حضرت لُوط علیہ السّلام کا قِصّہ

حضرت لُوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے تھے ان کا اور ان کی قوم کا ذکر سُورۂ انعام رکوع ۱۰۔ اعراف رکوع ۱۰۔ سُورۂ ہُود رکوع ۷، حجر رکوع ۵۔ انبیاء رکوع ۵۔ فرقان رکوع ۲۔ شعراء رکوع ۹۔ نمل رکوع ۴۔ عنکبوت رکوع ۳، ۴۔ صافات رکوع ۴۔ قمر رکوع ۲۔ ذاریات رکوع ۲۔ تحریم رکوع ۲ میں ہے۔

حضرت ابراہیمؑ جب بابل سے ہجرت کر کے آئے ہیں حضرت لُوطؑ ان کے ساتھ تھے۔ حضرت ابراہیم تو بیت المقدس میں ٹھہر گئے اور حضرت لُوطؑ علاقہ اُردن میں سدوم کی طرف چلے گئے۔ اس لئے کہ خُدا نے ان کو اس علاقہ کا نبی

Marfat.com

بنا کر بھیجا تھا۔ یہاں کی آبادیوں میں لواطت یعنی اغلام کا ناپاک مرض پھیلا ہوا تھا۔ اور تمام لوگ بُت پرست اور گمراہ تھے۔ حضرت لوطؑ نے ان کو بہت سمجھایا اور لواطت سے ان کو منع کیا۔ توحید اور ایمان کی دعوت دی۔ لیکن یہ لوگ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے۔ آخر خدا کے حکم سے حضرت لوطؑ اپنے مؤمن ساتھیوں کو لے کر قوم لوطؑ کی بستیوں سے نکل گئے اور قوم لوط پر عذاب الٰہی نازل ہوا۔ اوّل خوب بارش ہوئی اور پھر بارش کے ساتھ پتھر بھی برسے جنہوں نے آبادیوں کا تختہ اُلٹ دیا۔

۲۰۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا قصہ

حضرت شعیبؑ چار واسطوں سے حضرت یعقوبؑ کے پوتے ہیں۔ اور بعض مؤرخین نے چار واسطوں سے ان کو حضرت ابراہیمؑ کا پوتہ بتایا ہے۔ آپ حضرت لوطؑ کے نواسے اور حضرت موسیٰؑ کے خسر بھی ہیں۔ ان کا ذکر سورۂ اعراف رکوع ۱۱۔ ہودؑ رکوع ۸۔ حجر رکوع ۵۔ شعراء رکوع ۱۔ عنکبوت رکوع ۴ میں ہے۔

حضرت شعیبؑ کو دونوں فرقوں یعنی اہلِ مدین اور اصحاب ایکہ کی جانب نبی بنا کر بھیجا گیا تھا۔ مدین شہر کا نام ہے اور اصحاب ایکہ سے مراد یا تو وہی مدین کے باشندے ہیں یا کوئی دوسری قوم ہے ایکہ درختوں کے بن کو کہتے ہیں۔ درختوں کا یہ بن اس سڑک کے اطراف میں تھا۔ جو یمن سے سواحل بحر احمر کے کنارے حجاز و مدین سے گذر کر خلیج عقبہ ہوتی ہوئی تیما تک چلی گئی تھی۔ اس زمانہ میں یہ سڑک ہندوستان یمن، مصر اور شام کے تجارتی کاروانوں کا راستہ تھا۔

Marfat.com

سُورۂ فرقان رکوع ۴ اور سورۂ ق رکوع ۱ میں اصحاب الرس کا بھی ذکر آیا ہے جس سے مُراد مفسرین نے قوم شعیبؑ لی ہے۔ اصحب الرس کا ترجمہ خندق والے بھی کیا گیا ہے۔ ممکن ہے یہ تیسری قوم ہو جس کی ہدایت کی خدمت حضرت شعیبؑ کے سپرد ہوئی تھی۔

مختصر یہ کہ جو قومیں ابتدا میں اسلام پر قائم تھیں۔ پھر خوش حالی اور تمدن نے ان کو اسلام سے بیگانہ کر دیا۔ اور یہ بُت پرستی کرنے لگیں۔ صرف یہی نہیں، بلکہ اپنی کاروباری زندگی میں بھی اُنہوں نے حق تلفی اور بد دیانتی شروع کر دی تھی اور ماپ تول میں کمی اُن کا شیوہ ہو گیا تھا۔ حضرت شعیبؑ نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ توحید و ایمان کی روشنی کی طرف بلایا اور حق تلفی و بد دیانتی سے منع کیا۔ لیکن انہوں نے ان کی بات کو نہ مانا۔ اور خدا نے اُن کی نافرمانی بد عہدی اور دغا بازی کی سزا میں ان پر زلزلہ کا عذاب نازل کیا جس نے سب کو ہلاک کر دیا۔

حضرت شعیبؑ کو فصاحت میں کمال حاصل تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خطیب الانبیاء کا خطاب مرحمت فرمایا ہے۔ جب اہلِ مدین وغیرہ عذاب الٰہی سے ہلاک ہو چکے تو حضرت شعیبؑ مکہ چلے گئے اور وہیں ایک سو چالیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ بعض مفسرین کا بیان ہے کہ قوم شعیبؑ پر لوہ کا عذاب نازل ہوا تھا۔ جس نے ان کے اجسام کو جُھلس دیا۔

۲۱۔ حضرت ایوب علیہ السّلام کا قصّہ

حضرت ایوبؑ پانچ واسطوں سے حضرت اسحٰق بن ابراہیمؑ کی اولاد میں

Marfat.com

سے ہیں آپ رُومی علاقہ کے شہر بصریٰ میں رہتے جو فلسطین کے قریب ایک مشہور شہر ہے۔ ان کا ذکر سورۂ انعام رکوع ۱۰۔ سُورۂ انبیاء رکوع ۱۶۔ اور سُورہ ص رکوع ۴ میں ہے۔ حضرت ایوبؑ کی بیوی رحمتہ حضرت یوسفؑ کی پوتی اور والدہ حضرت لُوطؑ کی بیٹی تھیں۔ آپ کے والد اموص حضرت ابراہیمؑ پر ایمان لائے تھے اور مُسلمان تھے۔ آپ بڑے عبادت گزار اور مخیر تھے۔ شیطان کو آپ پر حسد ہُوا۔ اور چونکہ اس زمانہ میں وُہ آسمان پر آتا جاتا تھا۔ فرشتوں میں ان کی عبادت کا ذکر سُن کر جل گیا۔ اور خداوند تعالیٰ سے عرض کیا "بارالہا! تیرا بندہ ایوبؑ اس لئے عبادت کرتا ہے کہ تو نے اس کو دنیوی عیش اور مال و دولت دے رکھا ہے تو مجھ کو اختیار دے کہ میں اُن کی دولت و اولاد کو ضائع کر کے اُن کا امتحان لُوں۔ اور بعض مفسرین کا بیان یہ ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ نے ان کی شکر گذاری اور عبادت کا امتحان لینے کے لئے ان کو مصیبت میں مُبتلا کیا۔

واقعہ کچھ ہی ہو حضرت ایوبؑ آزمائش میں مُبتلا کئے گئے ان کا تمام مال ضائع ہو گیا۔ اور اولاد اور لونڈی غلام جن سے گھر بھرا رہتا تھا۔ سب مر گئے۔ جو لوگ ہر وقت ان کے پاس رہتے تھے ان کو مفلس و بے نوا پا کر علیحدہ ہو گئے۔ صرف بیوی رحمتہ ان کے پاس رہ گئیں۔ پھر حضرت ایوبؑ کو بیماری میں مُبتلا کیا گیا یعنی بدن میں آبلے پیدا ہوئے۔ پھوٹے اور اُن کے پانی سے سارا بدن سڑ گیا اور کیڑے پڑ گئے۔ بیوی جو آج تک ہمدرد تھیں ان کی خدمت سے اُکتا گئیں۔ لیکن بایں ہمہ حضرت ایوبؑ کی شکر گزاری اور عبادت میں ذرا فرق نہ آیا۔ جب اُنہوں نے دیکھا کہ تمام دوست اور آشنا علیحدہ ہو گئے ہیں اور بیوی بھی نفرت کرتی ہے۔

Marfat.com

درعام طور پر یہ کہا جا رہا ہے۔ کہ یقیناً ایوبؑ نے کوئی سخت گناہ کیا ہے۔ جس
کی سزا یہ مِل رہی ہے تو حضرت ایوبؑ نے یہ دُعا کی۔

رَبِّ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝

ترجمہ:۔ اے پروردگار مجھ کو بیماری لگ گئی ہے۔ اور تو سب سے
زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

فوراً دریائے رحمت جوش میں آیا۔ زمین سے ایک چشمہ جاری ہُوا حضرت
ایوبؑ اس میں نہائے اور اس کا پانی پیا۔ خدا نے صحت و تندرستی عطا فرما دی۔
اور پھر چند سال کے اندر بہت سی دولت اور اولاد عطا کر دی۔

حضرت ایوبؑ کا واقعہ خدا کے برگزیدہ بندوں کے لئے موجبِ عبرت و نصیحت
ہے جس سے یہ سبق مِلتا ہے کہ جب کسی نیک بندے پر دُنیا میں بُرا وقت آئے
تو اس کو ایوبؑ جیسا صبر و استقلال رکھنا چاہیئے اور صرف اپنے خدا ہی سے فریاد
کرنی چاہیئے۔

حضرت ایوبؑ نے ترانوے برس کی عمر پائی۔ جس میں سے تین یا سات یا تیرہ
برس تک آزمائش الٰہی میں مُبتلا رہے۔

۲۲۔ حضرت ادریس علیہ السّلام کا قصّہ

حضرت ادریسؑ کا سِلسلۂ نسب پانچ واسطوں سے حضرت آدم سے جا
ملتا ہے آپ کا اصلی نام خنوخ تھا۔ اور حضرت نوحؑ کے پردادا تھے۔ سورۂ مریم
رکوع ۴۔ سورۂ انبیاء رکوع ۲ میں آپ کا ذکر ہے۔

حضرت ادریسؑ نے علمِ نجوم اور علمِ حساب کو ایجاد کیا۔ سب سے پہلے

Marfat.com

قلم سے لکھا۔ اور ناپ تول کے آلات اور اسلحہ آپ نے ہی بنائے۔ آپ سیؑ (سلائی) کا کام کرتے تھے۔ سورۂ مریمؑ میں آپ کی نسبت یہ الفاظ ہیں۔

وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝

ترجمہ:۔ یعنی خداوندِ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم نے ادریسؑ کو بلند جگہ پر اُٹھالیا۔

اِس جُملہ کا مطلب بعض مفسرین نے تو یہ بتایا ہے کہ حضرت مسیحؑ کی طرح حضرت ادریسؑ کو بھی زندہ آسمان پر اُٹھا لیا گیا۔ اور وُہ اب تک زندہ ہیں بعض کہتے ہیں آسمان پر آپ کو پہنچا کر رُوح قبض کی گئی۔ اور بعض کہتے ہیں وَرَفَعْنَاهُ الخ کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے ادریسؑ کو بلند مرتبہ بنایا تھا۔

۲۳۔ حضرت الیاس علیہ السّلام کا قصّہ

حضرت الیاسؑ حضرت ہارونؑ اور حضرت موسیٰؑ کی اَولاد میں سے ہیں۔ آپ ذکر سورۂ انعام رکوع ۱۰۔ سورۂ صافات رکوع ۴ میں ہے۔

حضرت الیاسؑ کو شہر بعلبک کے باشندوں کی اصلاح و ہدایت کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا۔ ان لوگوں نے بیس ہاتھ لمبا ایک بُت بعل نامی بنا کر اس کی پُوجا (پرستش) شروع کر دی تھی۔ حضرت الیاسؑ نے جو شریعتِ مُوسوی کے پابند تھے اُن کو بُت پرستی سے منع کیا اور اس کے انجام بد سے ڈرایا۔ لیکن بہت تھوڑے لوگ آپ پر ایمان لائے۔ آخر آپ نے خدا سے دُعا کی کہ مجھ کو اس نافرمان گروہ سے علیٰحدہ کر لے اور اس کے بعد یہاں سے چلے گئے۔

Marfat.com

۲۴۔ حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ

حضرت یونسؑ انبیاء میں برادر یوسفؑ کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کا ذکر سورۂ انعام رکوع ۱۔ سورۂ انبیاء رکوع ۶۔ سورۂ صافات رکوع ۵۔ قلم رکوع ۲ میں ہے۔ سورۂ انبیاء میں ذالنون (مچھلی والا) کے عنوان سے اور سورۂ قلم میں کصاحب الحوت کے لقب سے آپ کا ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت یونسؑ کو نینوی واقع عراق عرب کے باشندوں کی اصلاح و ہدایت کے لئے بھیجا گیا تھا اور شریعت موسیٰؑ کے اتباع کا حکم دیا گیا تھا۔ نینوی کے لوگ انتہا درجہ کے سرکش و بدکار اور نافرمان تھے۔ حضرت یونسؑ سات برس تک تبلیغ و دعوت میں مشغول رہے۔ صرف دو آدمی ان پر ایمان لائے۔

حضرت یونسؑ نے مایوس ہو کر باشندگان نینوی پر نزول عذاب کی دعا کی اور پھر لوگوں سے یہ کہہ کر تیسرے دن عذاب آئے گا، شہر سے نکل گئے تیسرے دن آسمان پر سیاہ بادل چھا گیا۔ اور اس سے دھواں نکلنا شروع ہوا۔ جو لمحہ بہ لمحہ مکانات کی چھتوں سے قریب ہوتا جاتا تھا۔ جب باشندگان نینوا کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا تو یونسؑ کو تلاش کرنا شروع کیا اور جب وہ نہ ملے تو تمام لوگ عورتوں بچوں اور مواشی کو ساتھ لے کر آبادی سے جنگل میں نکل آئے اور عاجزی کے ساتھ خدا سے دعا کی اور اس امر کا اعتراف کیا کہ یونسؑ جو احکام و ہدایت لے کر آئے ہیں ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں۔ اللہ نے ان پر رحم کھایا اور آثار عذاب کو اٹھا لیا۔

ادھر حضرت یونسؑ کو جب یہ معلوم ہوا کہ عذاب ٹل گیا ہے تو وہ ندامت کے سبب خدا کی اجازت کے بغیر نکل کھڑے ہوئے اور کشتی میں سوار ہو کر دریا

Marfat.com

کو پار کرنا چاہا۔ کشتی بھنور میں پھنس گئی۔ اور قرعہ ڈالنے پر معلوم ہوا کہ یونسؑ کے سوا کشتی بھنور سے نہیں نکلتی۔ لوگوں نے یونسؑ کو دریا میں پھینک دیا۔ اور مچھلی ان کو نگل لیا۔ مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونسؑ نے گریہ وزاری کے ساتھ یہ دعا کی

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝

مختصر یہ کہ تین یا سات یا چالیس روز کے بعد مچھلی نے خدا کے حکم سے یونسؑ کو دریا کے کنارے اُگل دیا۔ اور یونسؑ اپنی قوم میں واپس چلے آئے۔ اور پھر آپ پر ایک لاکھ سے زاید آدمی ایمان لائے۔

اِس قصّہ میں دو باتیں قابلِ گذارش ہیں ایک تو یہ کہ عذاب دیکھ کر ایمان لانا درست ہے یا نہیں۔ علماء کا بیان ہے کہ عذاب دیکھ کر ایمان لانا معتبر نہیں ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ فرعون اور اس کے لشکر کے ایمان کو قبول نہیں کیا گیا۔ جبکہ انہوں نے دریا کے اندر اپنے آپ کو ڈوبتے دیکھ کر ایمان کا اقرار کیا تھا۔ اس بنا پر علماء نے قوم یونسؑ کے واقعہ میں دو تاویلیں کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ قوم یونسؑ پر اصلی عذاب نازل نہیں ہوا تھا۔ صرف علامات و آثار نظر آئے تھے۔ اور ایسی حالت کا ایمان معتبر ہے۔ اور دوسرے یہ کہ عذاب اصلی تھا لیکن خدا نے ایسی حالت میں بھی بطور استثناء قوم یونسؑ کا ایمان قبول کر لیا۔ جیسا کہ ارشاد ہوا ہے۔ کہ قوم یونسؑ کے سوا کسی قوم کو ایسا موقع نصیب نہیں ہوا کہ ایمان لانے کے بعد اس کا عذاب ٹل گیا ہو۔ یعنی صرف قوم یونسؑ ایک مثال ہے جس نے ایمان لا کر اپنے آپ کو عذاب الٰہی سے بچا لیا ہے۔ اور یہی صورت فتح مکہ میں منکرین و مشرکین مکہ کے ساتھ پیش آئی۔ کہ فتح مکہ کے بعد ان کا ایمان قبول کر لیا گیا۔

Marfat.com

دُوسری بات یہ ہے کہ عذاب دیکھ کر ایمان لانے سے صرف دنیوی عذاب
گیا یا آخرت کا عذاب بھی۔ علماء کی بڑی جماعت کا خیال یہ ہے کہ دُنیا و آخرت
نوں کے عذاب سے نجات مِل گئی۔ اور دونوں جگہ ایمان لانا معتبر سمجھا گیا۔

۲۵۔ حضرت یُوسف علیہ السّلام کا قِصّہ

حضرت یوسفؑ حضرت ابراہیمؑ کے پوتے حضرت یعقوبؑ کے بیٹے ہیں۔ ان کا
ر سُورۂ انعام رکوع ۱۔ سُورۂ یوسف رکوع ۱ تا ۱۱ سُورۂ مومن رکوع ۴ میں ہے۔
قرآن مجید نے یُوسفؑ کے قصّہ کو بہترین قصّہ بتایا ہے۔ اس کے حسن کی وجہ
فسرین نے یہ بیان کی ہے کہ اس قصّہ میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جن سے
نسان کو بہترین سبق مِلتا ہے۔
حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے یُوسفؑ اور بنیامینؑ ایک بیوی سے
اور دس دُوسری بیوی سے۔ یوسفؑ اور بنیامین سے باپ کو غیر معمولی محبت تھی
یُوسفؑ نے سات یا بارہ برس کی عمر میں خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے اور چاند
سُورج آسمان سے نیچے جُھکے اور میرے سامنے سجدے میں گر پڑے ہیں۔ یہ خواب
انہوں نے اپنے باپ سے بیان کیا۔ باپ نے اس کی یہ تعبیر قرار دی کہ گیارہ بھائی
اور ماں باپ سب کے سب یُوسفؑ کے مطیع ہونے والے ہیں۔ اور پھر یُوسفؑ کو
ہدایت کی کہ وُہ اپنا خواب کِسی سے خصُوصًا بھائیوں سے بیان نہ کریں لیکن بھائیوں
کو خواب اور اس کی تعبیر کا علم ہو گیا۔ اور وُہ حسد سے جل گئے اور یُوسفؑ کو کھیل
کے بہانے لے جا کر ایک اندھے کنوئیں میں جا ڈالا۔ اور ان کا خون آلُود کُرتہ باپ کے
سامنے رکھ کر ظاہر کیا کہ یوسفؑ کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔

Marfat.com

ایک قافلہ اُدھر سے آنکلا اور یُوسفؑ کو کنوئیں سے نکال لیا۔ بھائیوں نے قافلہ میں پہنچ کر سالارِ قافلہ سے کہا یہ ہمارا بھاگا ہُوا غلام ہے اور پھر یُوسفؑ کو اس کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ قافلہ یُوسفؑ کو لے کر مصر پہنچا۔ اور عزیز (حاکم مصر کے) ہاتھ یُوسفؑ کو بیچ ڈالا۔ عزیز مصر کی بیوی زلیخا آپ پر فریفتہ ہوگئی۔ اور خلوت میں آپ سے ملنے کی خواہش کی۔ یُوسفؑ نے انکار کر دیا۔ اس پر زلیخا نے اتہام لگایا۔ اور یُوسفؑ کو جیل خانہ میں بھیج دیا گیا۔ بارہ یا سترہ برس یوسفؑ جیل خانہ میں رہے۔ انہیں ایام میں شاہ مصر نے جو عمالقہ خاندان سے تھا اور جس کا لقب فرعون اور نام ریان بن ولید یا ولید بن ریان تھا۔ ایک خواب دیکھا اور یُوسف ؑ سے جو خواب کی تعبیر میں شہرت حاصل کر چکے تھے۔ تعبیر دریافت کی۔ یُوسفؑ نے خواب سُن کر کہا تمہارے مُلک میں سخت قحط پڑے گا۔ بادشاہ نے یہ تعبیر سُن کر یُوسفؑ کو قید خانہ سے نکال لیا۔ اور چونکہ عزیز مصر مر چکا تھا۔ اس کی جگہ آپ کو عزیز مصر مقرر کر دیا۔ اور زلیخاؑ سے آپ کا نکاح کر دیا۔

عزیز مصر خزانہ کا حاکم ہوتا تھا۔ آپ نے اس منصب پر فائز ہو کر ملک کا غلّہ جمع کرنا شروع کیا۔ اور کافی غلّہ جمع کر لیا۔ جب قحط پڑا تو دُور دُور سے لوگ غلّہ لینے آئے۔ یُوسفؑ کے بھائی بھی کنعان سے غلّہ لینے آئے آپ نے ان کی کافی امداد کی اور پھر اپنے والد کو جو نابینا ہو گئے تھے۔ اور اپنے بھائی بنیامین کو مصر میں بلوا لیا۔ اور پھر سارے خاندان کو، اور سب مصر میں رہنے لگے۔ آپ نے ایک سو بیس ۱۲۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

اس قصہ میں یہ بات قابلِ گذارش ہے۔ کہ حضرت یوسفؑ کے بھائی انبیاء نہ تھے

Marfat.com

اور دِیندار خدا پرست شخص ہا فتح الباری شرح صحیح بخاری کے مصنف ابنِ حجر نے آخری قول کو ترجیح دی ہے اور ذوالقرنین کو حضرت ابراہیمؑ کا معاصر قرار دیا ہے۔ عرب کے شعراء کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین عرب تھا۔ اور یمن کے سلاطین حمیر میں سے تھا اور یہی صحیح و درست معلوم ہوتا ہے۔

ذوالقرنین کو سیاحت کا شوق تھا اور خدا نے اس کو متعدد خارق عادت باتیں اور سامان و وسائل سے نعمت فرمائی تھیں۔ عرب میں اس کی نسبت مشہور تھا۔ کہ وُہ آفتاب نکلنے اور آفتاب غروب ہونے کے مقامات تک پہنچ گیا تھا۔ قرآن مجید نے اس خیال کی تردید کی ہے اور بتایا ہے کہ ذوالقرنین سیاحت کرتا ہؤا ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں دَلدَل تھی۔ کہ اس سے نہ آدمی گذر سکتا تھا اور نہ کشتی اُس پر چل سکتی تھی۔ وہاں اس نے سُورج کو کیچڑ کے ایک چشمہ میں ڈوبتا ہؤا دیکھا۔ یعنی جس طرح بحری سفر کرنے والوں کو سُورج پانی میں سے نکلتا ہؤا اور پانی میں ڈوبتا ہؤا دکھائی دیتا ہے اِسی طرح ذوالقرنین کو اس مقام سے ایسا نظر آیا۔ گویا سُورج دَلدَل کی ندی میں ڈوب رہا ہے۔ وُہ سُورج ڈوبنے کے مقام تک نہیں پہنچا تھا۔ یعنی اس کو اللہ کے ملک کی حد نہیں ملی تھی۔ اس مقام پر ذوالقرنین نے کافروں کی ایک قوم کو دیکھا اور خدا نے اس قوم کی بابت ذوالقرنین کو یہ اختیار دیا کہ چاہے تو وُہ اس کو قتل کر دے اور چاہے پہلے اِسلام کی دعوت دے۔ ذوالقرنین نے اس کو قتل نہیں کیا۔ اِسلام کی دعوت دی اس کے بعد ذوالقرنین نے مشرق کے سفر کا ارادہ کیا۔ اور سُورج نکلنے کے مقام تک پہنچا۔ یعنی ایسی جگہ جہاں سے آگے بڑھنے کا کوئی ذریعہ وسیلہ نہ تھا۔ اور وہاں سے

Marfat.com

ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ گویا سورج یہیں سے نکل رہا ہے۔ اور وہاں ایک ایسی قوم دیکھی جس کو آفتاب کی شعاعیں بے روک ٹوک پہنچتی تھیں۔ یعنی وُہ ایسی وحشی قوم تھی۔ جس کے پاس گھر تھا نہ کپڑا جس سے وُہ اپنے آپ کو آفتاب کی تپش سے بچاتے اور بعض مفسرین نے یہ بتایا ہے۔ کہ اس کے پچھم جانب کوئی پہاڑ نہ تھا کہ دوپہر کے وقت دھوپ سے اس کو بچاتا۔ مطلب یہ ہے کہ وُہ لوگ وحشی تھے۔ گھر بنانے کا سلیقہ نہیں رکھتے تھے۔ اور دُھوپ سے بچنے کے لئے ان کے پاس کوئی پناہ نہ تھی۔ ان لوگوں کو بھی ذوالقرنین نے اسلام کی دعوت دی اور تہذیب و حق شناسی سکھائی۔

پھر ذوالقرنین نے شمالی جانب کا سفر کیا اور ایک ایسے مقام پر پہنچا۔ جس کے دونوں جانب پہاڑ تھے اور وہاں ایک ایسی قوم کو دیکھا۔ جو اس کی زبان نہیں سمجھتی تھی۔ یعنی وُہ لوگ ذوالقرنین اور اس کے ساتھیوں کی زبان نہیں سمجھتے تھے۔ ان لوگوں نے غالباً کسی غیر قوم کے ترجمان کے ذریعہ ذوالقرنین سے کہا۔ "اس درّہ کے پیچھے یاجوج ماجوج ایک قوم آباد ہے۔ جو بڑا فساد مچاتی ہے۔ ہم چندہ جمع کر کے تم کو دیں گے۔ تم ہمارے اور اس قوم کے درمیان دیوار بنا دو کہ پھر یہ ہم تک نہ پہنچ سکے۔ اور ہم اس کی لُوٹ مار سے محفوظ ہو جائیں"

صُورت غالباً یہ ہوگی کہ اس قوم کے اطراف میں دو اُونچے پہاڑ ہوں گے۔ جن پر چڑھائی ناممکن ہوگی۔ اور ان پہاڑوں کے درمیان قوم یاجوج و ماجوج آباد ہوگی۔ جو پہاڑی درّہ سے نکل کر ان لوگوں کو لُوٹ لیا کرتی ہوگی۔

Marfat.com

اور یہ ہمیشہ ان کے ہاتھوں جانی اور مالی نقصانات برداشت کرتے رہتے ہوں گے۔
اور ذوالقرنین کے سامان اور جاہ و حشم کو دیکھ کر اُنہوں نے دیوار بنانے کی استدعا کی ہوگی
ذوالقرنین نے انسانی خدمت کو ملحوظ رکھ کر اس خدمت کو خود انجام دیا اور چندہ لئے
بغیر آہنی دیوار قائم کر دی۔

یاجوج ماجوج اور ذوالقرنین کی آہنی دیوار کے وجود کے متعلق مفسرین کے مختلف
اقوال ہیں۔ ہماری رائے میں بعید از قیاس تاویلات میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے
صرف یہ کہہ دینا کافی ہے کہ جس طرح دنیا کا چوتھا برِاعظم عرصہ دراز کے بعد دریافت
ہُوا ہے۔ اسی قسم کا ایک اور برِاعظم دُنیا میں موجود ہے جس کا پتہ اس وقت تک کسی
کو نہیں مِلا ہے۔ اور یہ برِاعظم ممکن ہے وہی ہو جس میں یاجوج ماجوج آباد ہیں۔ اور
ذوالقرنین کی آہنی دیوار موجود ہے۔ اسلام بتاتا ہے کہ یاجوج ماجوج کا خروج
حضرت عیسیٰ مسیح ؑ کی دوبارہ آمد پر ہوگا۔ ممکن ہے اس علاقہ کی دریافت خدا نے اسی
وقت کے لئے اُٹھا رکھی ہو۔

۳۱۔ حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ

قرآن مجید میں خضر علیہ السلام کا نام کہیں نہیں آیا۔ البتہ موسیٰ ؑ کے ایک واقعہ
میں عبداً من موسیٰ ؑ اپنی قوم کو مؤثر الفاظ میں سمجھا رہے تھے کہ ایک شخص نے ان سے
کہا "موسیٰ ؑ! کیا آپ دنیا میں اپنے سے زیادہ بڑا عالم کسی اور کو پاتے ہیں"۔ حضرت
مُوسیٰ ؑ نے کہا "مجھ سے بڑا عالم کوئی نہیں ہے"۔ غرور کا یہ کلمہ اور موسیٰ ؑ جیسے پیغمبر
کی زبان سے خدا کو ناگوار گذرا۔ اور وحی کے ذریعہ موسیٰ ؑ کو حکم دیا گیا کہ "جہاں دو
دریا جا کر ملتے ہیں۔ تم وہاں جاؤ۔ وہاں تم کو ہمارا ایک بندہ ملے گا۔ جو تم سے زیادہ

Marfat.com

علم رکھتا ہے۔" قرآن مجید میں مجمع البحرین کا لفظ ہے۔ اس سے کیا مُراد ہے۔ بعض نے کہا ہے۔ اس سے مُراد بحر روم اور بحر فارس ہیں اور ان کے باہمی قرب کو مجمع البحرین سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔ بعض نے دجلہ اور فرات کے مقام اتصال کو مجمع البحرین بتایا ہے۔ اور بعض افریقہ کے رود بار مُراد لیتے ہیں۔

مختصر یہ کہ حکمِ خداوندی ملنے پر مُوسیٰؑ نے خدا سے پتہ و نشان کی وضاحت چاہی خدا نے بتایا کہ ایک تلی ہوئی مچھلی ساتھ لے لو۔ جہاں وُہ مچھلی گم ہو جائے وہیں میرے بندے کو تلاش کرنا۔ چنانچہ حکم کے مطابق موسیٰؑ نے مچھلی ساتھ لے لی اور اپنے خادم یُوشعؑ بن نُون سے کہا کہ مچھلی کا خیال رکھنا۔ جہاں گم ہو بتا دینا۔ میں برابر سفر کرتا رہوں گا۔ اگرچہ اس سفر میں قرن گزر جائیں۔ مجمع البحرین پہنچ کر حضرت موسیٰؑ اور ان کا خادم ایک بڑے پتھر کے نیچے جس کے قریب آبِ حیات کا چشمہ جاری تھا۔ مچھلی زنبیل سے نکلی اور چشمہ میں سرک گئی۔ یُوشعؑ نے بیدار ہو کر چاہا کہ مُوسیٰؑ سے مچھلی کے گم ہو جانے کا حال کہدیں۔ لیکن موسیٰؑ کے بیدار ہوتے ہی وُہ کہنا بھُول گئے۔ اور دونوں آگے چل دیئے۔ دُور پہنچ کر مُوسیٰؑ نے خادم سے کہا۔ ناشتہ نکالو۔ ہم بہت تھک گئے ہیں۔ اس وقت خادم کو مچھلی یاد آئی اور کہا "میں بھُول گیا۔ مچھلی تو وہاں گم ہو گئی۔ جہاں ہم پتھر کے نیچے سوئے تھے۔" موسیٰؑ نے کہا۔ ہم اسی جگہ کی تلاش میں تو ہیں۔" یہ کہہ کر واپس لوٹے۔ اور مجمع البحرین پر حضرت خضر علیہ السلام ملے۔

اس کے بعد کیا ہوا تفصیل سے واقعہ کو قرآن مجید میں بتایا گیا ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

Marfat.com

۳۲۔ اصحاب قریہ کا قصہ

اصحاب قریہ سے مُراد کون سے گاؤں یا آبادی کے لوگ ہیں اس میں اختلاف ہے۔ بائیبل کے بیان کے مُطابق بعض علماء نے شہر انطاکیہ کے باشندے مُراد لئے ہیں اور بعض کسی اور بستی کا واقعہ بتاتے ہیں۔ اس کا ذکر سورہ یٰسین رکوع ۲ میں ہے۔ اس قصہ کو خدا نے مومنین کو خوشخبری دینے اور منکرین کو عبرت دلانے کے لئے بیان کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس بستی کی جانب خدا نے اوّل دو پیغمبر ہدایت کے لئے بھیجے۔ پھر تیسرا پیغمبر بھیجا۔ پیغمبر سے مُراد یا تو وُہ پیغمبر ہیں جن کو بلاواسطہ خدا نے بھیجا ہو۔ لیکن ان کے ناموں کا تعین نہیں ہوسکتا۔ یا مراد وُہ پیغامبر ہیں۔ جن کو کسی نبی نے اپنی طرف سے بھیجا ہو۔ چنانچہ بعض مفسرین کا بیان ہے۔ کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے تین حواریوں کو روانہ کیا تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ کسی اور نبی نے بھیجا تھا۔ اور یہ واقعہ حضرت مسیحؑ سے پہلے کا ہے۔

مختصر یہ کہ دو کی تکذیب کرنے پر تیسرا روانہ کیا گیا۔ لیکن اس بستی کے لوگوں نے کسی کا کہنا نہ مانا اور پتھروں سے مار ڈالنے کی دھمکی دی۔ اتنے میں شہر کے کنارے سے ایک شخص اس دھمکی کو سُنکر دَوڑتا ہُوا آیا۔ اور لوگوں سے کہا "میں تو خدا پر ایمان لے آیا۔ اور ان پیغامبروں کو سچا مانتا ہوں تم بھی ایمان لے آؤ"۔ کہا جاتا ہے کہ اس شخص کا نام حبیب تھا۔ اور صرف یہی شخص ساری بستی میں مُسلمان تھا۔ لوگوں نے اس کی بات نہ سُنی اس پر حملہ آور ہُوئے۔ اور مار ڈالا اور خدا نے اس نافرمانی و سرکشی میں بستی کو اپنے عذاب سے ہلاک کر دیا۔

۳۳۔ اصحاب اُخدود کا قصہ

کفارِ مکہ مسلمانوں کو سخت تکلیف پہنچایا کرتے تھے ان تکالیف پر صبر اور

Marfat.com

اِستقامت کے لئے خدا نے مُسلمانوں کو اصحاب اخدود کا قِصّہ سُنایا ہے جس کا ذکر سورۂ بروج میں ہے۔

مُورخین کا بیان ہے کہ اصحاب اخدود سے مُراد یمن کا آخری یہُودی بادشاہ جس کا نام ذونواس اور اس کے وزراء وغیرہ ہیں جنہوں نے اس زمانہ کے دینِ حق کے پیرو مسیحیوں کو خندقوں میں آگ بھر کر جلا ڈالا تھا۔ اور اس ظلم کی سزا میں خداوند تعالےٰ نے ان ظالموں کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔

۳۴۔ اصحاب فیل کا قصّہ!

ذونواس یہودی بادشاہ نے جس کا ذکر اصحاب اخدود کے قصّہ میں ہو چکا ہے جب نجران کے مسیحیوں کو جلا کر فنا کر دیا تو ان میں سے کچھ لوگ قیصر روم کے پاس پہنچ کر فریادی ہُوئے۔ قیصر روم نے حبش کے مسیحی بادشاہ کو ان کی مدد کرنے کے لئے حکم دیا۔ نجاشی شاہ حبش نے ابرہہ کو لشکر جرّار دے کر یمن بھیجا اور اس نے ذونواس اور یہود کو تباہ و برباد کر دیا۔ اور خود یمن کا حاکم بن گیا۔ پھر ایک کلیسا تعمیر کیا اور خانہ کعبہ کی عظمت گھٹانے اور اپنے کلیسا کو رونق دینے کے لئے اس نے مکّہ پر چڑھائی کی اور ہاتھیوں کا لشکر لے کر مکّہ پہنچ گیا۔ اس کا ذکر سُورۂ فیل میں ہے۔

حضورؐ کے دادا عبدالمطلبؑ کو جب اس لشکر کشی کا علم ہُوا تو اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا "تم اپنے آپ کو بچاؤ، خُدا کے گھر کو خدا کے حوالہ کر دو۔ وُہ خود اس کو بچالے گا"۔ چنانچہ مکّہ میں کسی نے ابرہہ کے لشکر کی مدافعت میں حِصّہ نہیں لیا۔

ابرہہ لشکر لے کر وادی عسیر میں اُترا جو مکّہ کے قریب واقع ہے۔ اور لشکر

Marfat.com

کا پڑاؤ ڈالا ہی تھا کہ سمندر یعنی جدہ کی جانب سے سبز اور زرد رنگ کے پرندوں کی ٹکڑیاں فضا میں اُڑتی ہوئی نظر آئیں۔ اور پڑاؤ کے اُوپر پہنچ کر اُنہوں نے کنکریاں برسانی شروع کیں۔ جن میں زہریلا مادہ تھا۔ یہ کنکریاں جس پر پڑتیں اس کے بدن کو زخمی کر دیتیں اور لمحوں میں زخم بڑھ کر جسم کو گلا ڈالتا۔ اس طرح ابرہہ کا تمام لشکر زخمی ہو کر فنا ہو گیا۔ اور خدا نے اپنے گھر کو ان ظالموں کے ہاتھوں بچا لیا۔

۳۵۔ واقعۂ سیلِ عرم کا

یہ واقعہ حضرت عیسیٰؑ اور حضورؐ کے درمیانی عہد کا ہے۔ جس کا ذکر سورۂ سبا رکوع ۲۔ میں ہے۔

ملک سبا کے شہر مارب میں دو پہاڑیاں تھیں۔ ان پہاڑیوں کے درمیان پانی کو روک کر ایک بند تعمیر کیا گیا تھا۔ جس کے پانی سے اطراف کی بنجر زمین کو سیراب کر کے مزروعہ بنا لیا گیا تھا۔ اور چند روز میں یہ علاقہ سرسبز و شاداب بن گیا تھا۔ اور باغات تیار ہو گئے تھے۔ پھر جب یہاں کے لوگوں نے خدا کی نافرمانی کی اور اس کے پیغمبر کا کہنا نہ مانا تو خدا نے ان پر اپنا عذاب نازل کیا۔ اور پانی کے بند کو توڑ دیا اور سیلاب نے تمام باغات اور مزروعہ زمینوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ اور میووں اور پھلوں کی جگہ اس زمین میں بعد کو خدا نے بیکار اور بدمزہ پھلوں کے درخت پیدا کر دیئے۔

۳۶۔ حضرت لقمان علیہ السلام کا ذکر

لقمانؑ کو بعض لوگ پیغمبر کہتے ہیں۔ اور بعض ان کو صلحاء میں شمار کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ یا ایوبؑ کی اولاد میں سے تھے اور بعض ان کو بنو اسرائیل

Marfat.com

کا حاکم بتاتے ہیں۔ اور بعض کا بیان یہ ہے کہ ہمیشہ کے رہنے والے تھے۔ اور حضرت داؤد علیہ السّلام کے زمانے میں ہوئے تھے۔ ان کا ذکر سورۂ لقمان رکوع ۲۔ میں ہے۔ علماء کا بیان ہے کہ خدا نے لقمانؑ کو اعلیٰ درجہ کی عقل اور فہم مرحمت فرمائی تھی اور انہوں نے صرف اپنی عقل کی راہنمائی سے اپنے بیٹے کو وہ نصیحتیں کی تھیں جو پیغمبروں کی ہدایت کے موافق تھیں۔

۳۷۔ حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکرِ مبارک

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۝

ترجمہ:- محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ اللہ کے رسول اور سلسلۂ نبوت کے ختم کرنے والے (آخری نبی) ہیں۔

حضرت محمدؐ بن عبداللہؓ بن عبدالمطلبؓ بن ہاشمؓ بن عبدالمنافؓ اور آپ کی والدہ مکرمہ کا نام حضرت آمنہؓ بنت وہب ہے۔ یہ عبدمناف کے پوتے تھے۔

ولادت باسعادت ۱۲۔ ربیع الاوّل روز دوشنبہ (پیر) ۱ سنہ عام الفیل کو ہوئی۔ والد کا سایہ قبل از ولادت اُٹھ گیا۔ چھ برس بعد والدہ بھی رخصت ہو گئیں۔ ۸ سال بعد دادا فوت ہوئے۔ حضرت ابوطالبؓ جو آنحضرتؐ کے چچا تھے کفیلِ تربیت ہوئے ۱۲ سال کی عمر میں ہمراہ چچا کے شام کے سفر کو روانہ ہوئے۔ مقام بصریٰ سے واپس آئے۔ ۲۵ سال کی عمر میں بیوہ خاتون حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے شادی کی، ۳۵ سال کی عمر میں جملہ قریش نے عمارت کعبہ کے جھگڑے کے متعلق حکم تسلیم

Marfat.com

کیا ۔ ۴۰ سال کی عمر میں وحی نازل ہوئی ۔ حضرت خدیجہؓ بیوی، علی مرتضیٰؓ بھائی عمر ۱۰ سال، ابوبکر صدیقؓ دوست فوراً مسلمان ہوگئے ۔ پھر زید بن حارثہؓ مولیٰ آنحضرتؐ اور بلالؓ غلام مسلمان ہوئے ۔ حضرت صدیقِ اکبرؓ کی ہدایت سے حضرت عثمان غنیؓ اور زبیرؓ عبدالرحمٰن بن عوفؓ وغیرہ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ۔

بعثت سے تین سال تک خفیہ دعوتِ اسلام کرتے رہے ۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝

اب مجمعِ عام میں آپ نے منادی شروع کی ۔ اس وقت سے اہلِ مکہ آنحضرتؐ اور آپ کے متعلقین کو ستانے اور تکلیف دینے لگے ۔ جو انتہائی وحشیانہ اور روح فرسا وانسانیت سوز تھیں مسلمانوں نے دو سال تک ایذائیں سہنے کے بعد رجب ۵ سنہ نبوت میں حبش کا قصد کیا ۔ پہلے حضرت عثمانؓ معہ زوجہ خود حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہؐ مکہ سے روانہ ہوئے ۔ سمندر تک ۱۲ مرد و عورت راہ خدا میں ہجرت کے لئے حضرت عثمانؓ سے جا ملے ۔ اس کے بعد حضرت جعفر طیارؓ نے ہجرت کی ۔ ۶ سنہ نبوت میں حضرت حمزہؓ عمِ رسول اللہ ان سے تین یوم بعد عمر بن خطابؓ مسلمان ہوئے ۔ ان سے ۴۰ کی تعداد مسلمانوں کی پوری ہوئی ۔ اور علانیہ بیت اللہ میں عبادت ہونے لگی ۔ ۷ سنہ نبوت کو قریش نے بنی ہاشم یعنی خاندانِ آنحضرتؐ سے قطع تعلق کیا ۔ تین سال تک آپ معہ بنی ہاشم شعبِ ابوطالب میں محصور رہے ۔

۱۰ سنہ نبوت میں حضرت ابوطالبؓ سے تین یوم بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے انتقال کیا ۔ اس وقت عمر شریف حضور سرورِ کائنات کی ۴۹ سال ۸ ماہ کی تھی ۔ اسی سال سرکارؐ

Marfat.com

طائف میں تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے وہاں کے کفار نے پتھروں سے زخمی کیا۔ اور بڑی تکلیفیں پہنچائیں۔ لیکن تاجدارِ انبیاء نے بجائے بددُعا دینے کے یہ فرمایا کہ "اگر یہ نہیں تو ان کی اولاد خدا کرے تو وُہ ضرور موحد ہوگی"۔

سنہ ۱۱ نبوت ایام حج میں قبیلۂ خورج (ساکن مدینہ کو دعوتِ اسلام دی۔ ۶ مسلمان ہُوئے اور مقام عقبہ پر بیعت ہوئی۔ سنہ ۱۲ کو اس کے ۱۲ خزرج کے ۶ نے ایامِ حج میں بیعت کی اور مصعب بن عمیرؓ تبلیغ اسلام کے لئے ان کے ہمراہ مدینہ بھیجے گئے۔ ان کی تعلیم سے ایک سال میں بنو النجار، بنی عبدالاشہل کے قبائل دائرہ اسلام میں داخل ہُوئے۔ اسی سال میں آنحضرتؐ کو معراج ہُوا۔ عمر شریف ۵۱ سال ۹ ماہ تھی۔

سنہ ۱۳ کو پانصد افراد مدینہ سے آنحضرتؐ کی زیارت کو آئے۔ مقامِ عقبہ پر ۷۳ مرد ۲ عورتوں نے بیعت کی۔ اس سال سے ۳ ماہ بعد ۸ ربیع الاوّل سنہ ۱ ہجری بروز دوشنبہ آنحضرت مکہ سے نکل کر ۳ یوم غار ثور میں رہے، پنجشنبہ کو مدینہ روانہ ہُوئے۔ ایک اُونٹ پر خود ذات قدسی صفاتؐ اور حضرت صدیقِ اکبرؓ۔ اور دوسرے پر عامر بن فہیرہ، غلام صدیقؓ و عبداللہ بن اریقط دلیلِ راہ تھے۔ اثناءِ سفر میں بریدہؓ معجزات دیکھ کر مع اپنے کل گروہ کے مسلمان ہُوا۔

ہجرت سے نو ماہ بعد مہاجرین و انصار میں بھائی چارہ قائم کیا گیا۔ عبداللہ بن سلام پیشوا الیطریق یہود اسلام لائے پہلی ہجرت سے ۱۴ ماہ بعد غزوات جنگ مدافعانہ شروع ہُوئے۔ جن میں آپ شریک ہوئے۔ بدر، اُحد، خندق، خیبر، مکہ، تبوک مشہور غزوات ہیں۔

Marfat.com

۶ سنہ ہجری کو آنحضرتؐ بہ نیتِ عمرہ مکہ آئے قریش نے شہر میں داخلہ سے روک دیا۔ آخر ایک معاہدہ قرار پایا جس کو معاہدہ حدیبیہ کہا جاتا ہے اس ایک سال میں ۳۰۰۰ اشخاص مسلمان ہوئے ۶ سنہ میں آنحضرتؐ نے بادشاہانِ وقت کو دعوتِ اسلام دی۔

۱ :۔ نجاشی بادشاہ حبش مسلمان ہوا۔

۲ :۔ ہرقل قیصر روم تذبذب میں رہا۔

۳ :۔ خسرو پرویز کسریٰ ایران کا گورنر مسلمان ہو گیا۔

۴ :۔ گورنر شام ہرٹ دھرم رہا۔

۵ :۔ حاکم یمامہ شاہ بحرین خود معہ رعایا مسلمان ہو گئے۔

۶ :۔ نیز شاہِ عمان مسلمان ہوا، عمالہ والیٔ نجد، جبلہ حکمران غسان، مسلمان ہو گئے۔ خالد بن ولیدؓ۔ عثمان بن ابی طلحہؓ۔ عمر بن عاصؓ، عکرمہ بن ابوجہلؓ، عدی بن حاتمؓ اور اکثر قبائل تھے۔ جو پیشتر ازیں آنحضرت صلعم کے سخت دشمن تھے اور ایذا رساں تھے پھر خود مسلمان ہوئے، اور جانثارانِ اسلام ثابت ہوئے۔

اکیدر حکمران دومۃ الجندل ذی الکلاع جس کی حکومت حمیر و طائف اور یمن کے علاقہ میں تھی اور اپنے آپ کو خدا کہلواتا تھا، مسلمان ہوا۔ پورے ۱۸ ہزار غلام آزاد کئے۔ عہدِ فاروقی میں حکومت چھوڑ کر غریبانہ زندگی مدینہ میں بسر کرتا تھا۔

واعظین اسوام سے قبائل بنی مرہ، بنی البکار، بنی الہلال، تمام بن ثعلبہ بنی اسد، اہلِ نجران ۳۰ قبائل نے اسلام قبول کیا۔ ۸ سنہ ہجری کو حضرت ابوبکر

Marfat.com

صدیق رضؓ کو امیرِ حج مقرر فرمایا کہ لوگوں کو حج کرائیں اور حضرت علی مرتضیٰؓ کو مامور فرمایا کہ سورۂ براۂ عوام کو پڑھ کر سنائیں۔

۹ سنہ ہجری کو آپ نے حج کیا۔ جس کو حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔ ایک لاکھ چوالیس ہزار مسلمان شاملِ حج تھے۔ تعلیم اسلام کے متعلق مفصل خطبہ پڑھا۔ جس میں اہلِ بیت کرام کے حقوق اُمت کو تلقین فرمائے۔ اہلِ بیت کے فضائل بیان فرمائے۔

رسومِ بدعت و شرک اور جاہلیت کو معدوم فرمایا۔

۱۰ سنہ ہجری پر دو ماہ گزرنے کے بعد ۶۳ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اور رفیقِ اعلیٰ سے وصال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ○

اُوپر جن قصوں۔ قصّوں کے متعلقات اور واقعات و حالات کا ذکر ہوا ہے۔ اس میں اکثر جگہ قرآن کی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ یعنی جس ترتیب سے قرآن مجید نے ان قصّوں کو بیان کیا ہے وہی ترتیب ہم نے ملحوظ رکھی ہے۔

Marfat.com

باب پنجم

خصائص و فضائل قرآن حکیم

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱ -	مثالِ قرآن	۲۵۹
۲ -	اقسامِ قرآن	۲۶۴
۳ -	مقطعاتِ قرآن	۲۶۹
۴ -	مکرراتِ قرآن	۲۷۵
۵ -	قرآن مجید کے متفرق مضامین :-	۲۸۰
(i)	مساوات	۲۸۰
(ii)	دین میں جبر و کراہ نہیں -	۲۸۱
(iii)	عورتوں کی اصلاح -	۲۸۲
(iv)	غلامی کا استیصال -	۲۸۵
(v)	محتاجوں کی اعانت -	۲۸۶
(vi)	اِتحاد و اتفاق -	۲۸۷
(vii)	جمہوریت -	۲۸۹
(viii)	آزادی رائے	۲۹۰
(ix)	اِستقامت و استقلال	۲۹۱
(x)	احساسِ فرض	۲۹۳

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
(xi)	حفاظت خود اختیاری	۲۹۴
(xii)	قوانین مدنیت و معاشرت	۲۹۵
(xiii)	نذر (ماننا)	۳۰۲
(xiv)	اشتراکیّت	۳۰۲
۶ -	حاکم و محکوم کے لئے قرآنی احکام	۳۰۴
۷ -	قرآن کے علوم و فنون	۳۰۵
۸ -	قرآنی پیشین گوئیاں	۳۰۷
۹ -	قرآن اور شاعری	۳۱۰
۱۰ -	احسانات و صفاتِ خداوندی	۳۱۱

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پانچواں باب

۱۔ امثالِ قرآن

قرآن مجید میں مختلف قسم کے حالات کو مشاہدہ و مشخص کرنے یا اعمال کے حسن و قبح کو دکھانے کے لئے مختلف مضامین کو مثال کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ انہیں امثال پر ہم اس عنوان میں مختصر سی بحث کرنی چاہتے ہیں۔

لفظ مثل کی تحقیق

مثل سے مُراد ایک چیز کو دوسری چیز سے تشبیہ دینا ہے۔ جب کہ ان دونوں چیزوں کے درمیان کسی قسم کی مشابہت پائی جائے کہ اس طرح ایک چیز کے بیان سے دوسری چیز واضح ہو جائے یا تصوّر میں آجائے۔ پھر مثل کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ مشبہ اور مشبہ دونوں صورۃً یکساں ہوں، اور دوسرے یہ کہ مشابہت صوری نہیں معنوی ہو۔

مثل سے غرض

قرآن مجید میں متعدد جگہ امثال کی اغراض بیان کی گئی ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہُوا ہے۔

Marfat.com

ولقد ضربنا للناس فی ھذا القراٰن من کل مثل لعلھم یتذکرون ۝

ترجمہ:- ہم نے آدمیوں کو سمجھانے کے لئے ہر قسم کی مثالیں اس قرآن میں بیان کردی ہیں۔ تاکہ وُہ نصیحت قبول کریں۔

وتلک الامثال نضربھا للناس وما یعقلھا الا العٰلمون ۝

ترجمہ:- لوگوں کے سمجھانے کے لئے ہم یہ مثالیں بیان کرتے ہیں اور صرف ناسمجھ رہے، مگر نہیں سمجھتے ہیں۔

وتلک الامثال نضربھا للنّاس لعلّھم یتفکّرون ۝

ترجمہ:- آدمیوں کے لئے ہم ان سے یہ مثالیں بیان کرتے ہیں، تاکہ وہ فکر کریں۔

ان آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مثالیں صرف غور و فکر کرنے والوں کے لئے بیان کی گئی ہیں۔ تاکہ وُہ ان سے نصیحت حاصل کریں۔ چنانچہ ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ واعتبروا بالامثال قرآن میں جو مثالیں بیان کی گئی ہیں۔ ان سے عبرت حاصل کرو۔

علاّمہ جلال الدین سیوطیؒ نے اتقان میں شیخ عزیز الدین کا یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ "قرآن میں خدا نے امثال کو عبرت اور نصیحت کے لئے بیان کیا ہے"۔

قرآنی امثال کی قسمیں

قرآن میں دو قسم کی امثال ہیں ایک تو ظاہرہ، کہ اس کی تصریح کردی گئی

Marfat.com

ہے اور دوسری پوشیدہ کہ اس میں مثل کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ قسم اوّل کی مثال یہ ارشاد ہے۔

مثلھم کمثل الذی استوقد نارًا الخ

ترجمہ:۔ ان کی مثال اس شخص کی سی ہے۔ جس نے آگ سُلگائی۔

اس مثال میں منافق لوگوں کی دو مثالیں پیش کی گئی ہیں، ایک آگ کی اور دوسری بارش کے ساتھ۔ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ یہ مثال خدا نے ان منافقوں کی بیان کی ہے جنہوں نے قبولِ اسلام کے بعد عزت و عظمت حاصل کر لی تھی۔ اور مسلمانوں سے ان کے ہر قسم کے برادرانہ تعلقات تھے۔ لیکن ان کے مرنے کے بعد اللہ نے یہ اعزاز اُن سے چھین لیا جس طرح آگ روشن رکھنے والے شخص سے اس کی روشنی چھین لی جائے اور ان کو اندھیرے یعنی عذاب میں چھوڑ دیا جائے۔ قرآن مجید میں اس قسم کی بہت سی مثالیں ہیں۔

دوسری قسم کی مثال میں یہ ارشاد ہے۔

لا فارض ولا بکر عوان بین ذٰلک۔

ترجمہ:۔ بوڑھا ہو نہ بچھیا۔ بیچ کی راس ہو۔

کہ اس جملہ پر خیر الامور اوسطہا کی مثال وضع کی گئی ہے۔

قرآن مجید کی تمام امثال پر بحث کی گنجائش نہیں ہے۔ اس لئے چند مثالوں کی تشریح کی جاتی ہے اور بقیہ کو ناظرین کے ذوق پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

۱۔ مثل الّذین اتخذوا من دون اللہ اولیاء کمثل العنکبوت اتخذت بیتاہ وان اوھن البیوت لبیت

Marfat.com

العنکبوت ۔

ترجمہ :۔ اللہ کے سوا جو لوگ دُوسرے حمائتی اختیار کرتے ہیں۔ ان کی مثال مکڑی کی ہے۔ جو اپنے لئے گھر بناتی ہے اور بیشک سب گھروں سے بُودا مکڑی کا گھر ہوتا ہے۔

انسان جب گھر بناتا ہے تو اس کے سامنے کئی مقصد ہوتے ہیں مثلاً موسمی تغیرات سے بچنے کے لئے مکان کا مفید ہونا اور دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رہنے میں مکان کا معاون بننا۔ لیکن مکڑی کا مکان نہ تو ہوا کے جھونکوں سے اس کو بچاتا ہے اور نہ سردی گرمی سے، نہ دشمنوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس آیت میں عنکبوت (مکڑی) کے گھر کی مثال دے کر مشرکوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ معبودِ باطلہ بھی مکڑی کے گھر کی مانند ان کو کسی مُصیبت سے بچانے یا کسی فائدہ کے پہنچانے میں کارگر ثابت نہیں ہوتے ۔

۲ - انزل من السّمآءِ مآءً فسالت اودیة بقدرها فاحتمل السیل زبدًا رابیًا ۰ ومما یوقدون علیه فی النّار ابتغاء حلیة اومتاع زبد مثله کذٰلك یضرب الله الحق و الباطل فاما الزبد فیذهب جفاء واما ما ینفع النّاس فیمکث فی الارض کذٰلك یضرب الله الامثال ۵

ترجمہ :۔ اُسی نے آسمان سے پانی برسایا تو نالے اپنے اندازے سے بہہ چلے اور سیلاب نے اُبھرے ہُوئے جھاگ اُٹھائے اور ایسے ہی جھاگ ان چیزوں میں سے نکلتے ہیں۔ جنہیں لوگ آگ میں زیور یا

Marfat.com

اسباب بنانے کے لئے تپاتے ہیں۔ اس طرح اللہ حق اور باطل کی مثالیں بیان کرتا ہے۔ کف تو نکما ہو کر جاتا رہتا ہے۔ اور جو شئے آدمیوں کو نفع دینے والی ہے وہ زمین میں ٹھہرتی رہتی ہے۔ اللہ اسی طرح مثالیں بیان کرتا ہے۔

اس آیت میں خدا نے دو مثالیں بیان کی ہیں ایک مائی اور دوسری ناری مائی میں اس وحی کو جو خدا نے مومنین کے قلوب اور قوائے نظریہ وغیرہ میں زندگی و تازگی پیدا کرنے کے لئے اتاری ہے پانی سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ جو آسمان سے زمین کی زندگی اور روئیدگی کے لئے اتارا جاتا ہے۔ اور قلوب کو وادیوں سے تشبیہہ دی ہے۔ جو بہت سے علوم کے متحمل ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ بڑی وادی میں زیادہ پانی کی گنجائش ہوتی ہے۔ اور چھوٹی میں کم۔ اسی طرح بعض قلوب تھوڑی استعداد رکھتے ہیں اور بعض زیادہ اور ہر قلب اپنی استعداد کے مطابق علم و ہدایت قبول کر لیا کرتا ہے۔ پھر جب سیلاب جس زمین سے گذرتا ہے زمین کے خس و خاشاک کو اپنے کاندھوں پر اٹھا لیتا ہے اور باہر پھینک دیتا ہے۔ اسی طرح جب علم و ہدایت قلوب میں جاگزین ہوتے ہیں۔ تو تمام شبہاتِ باطلہ کو باہر نکال لاتے ہیں۔ دوسری ناری مثال میں بھی اسی طرح حق و باطل کے امتیاز کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یعنی جب سونے چاندی کو پگھلا جاتا ہے۔ تو کھوٹی چیزیں کھٹالی کے اوپر آجاتی ہیں۔ اور سونا چاندی نیچے رہ جاتا ہے۔ اور دونوں کو علیحدہ کر لینا آسان ہو جاتا ہے۔ یہی حال انسانی قلوب کا ہے۔ کہ جب علم و ہدایت قلوب میں داخل ہوتے ہیں۔ تو شبہات و خواہشات کا میل

Marfat.com

الگ ہوجاتا ہے۔ اور حق و باطل واضح ہوجاتے ہیں۔ (از رسالہ جامعہ ملخصًا)

غالبًا یہی دو مثالیں امثال قرآن کی عظمت و اہمیت کو ظاہر کرنے کے لئے کافی ہوں گی اگر غور سے قرآن مجید کو پڑھا جائے اور امثال پر گہری نظر ڈالی جائے تو عجیب عجیب نکات اُن سے واضح ہوں گے۔

۲۔ اقسامِ قرآن

قرآن مجید میں خداوند تعالیٰ نے متعدد مقامات پر اپنی مخلوق میں سے بعض چیزوں کی قسم کھائی ہے ان قسموں سے خدا کا کیا مقصود ہے اس موضوع پر مختصر سی بحث ضروری ہے۔

قسم کھانے سے کیا مقصود ہوتا ہے؟

متکلم یعنی بات کرنے والے کا مقصود قسم کھانے سے اپنے اس بیان کی تائید و توثیق ہوتی ہے جو وہ لوگوں کے سامنے کر رہا ہے قسم کھانے کا رواج قدیم زمانے سے چلا آتا ہے۔ اور عرب میں کثرت سے قسمیں کھائی جاتی تھیں۔ خداوند تعالیٰ نے چونکہ قرآن مجید کو عرب کی زبان میں اُتارا ہے۔ اس لئے ان کے مذاق کو ہر موقع پر ملحوظ رکھا ہے۔ چنانچہ قسموں میں بھی اس کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اور جن چیزوں کو عرب قابلِ عزت و عظمت سمجھا کرتے تھے ان میں سے بعض کی قسمیں خداوند تعالیٰ نے کھائی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ لوگ جن چیزوں کی تعظیم کیا کرتے تھے انہیں کی قسم کھا کر ان کو یقین دلایا جائے۔

Marfat.com

اس موقع پر یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ جب قسمیں واقعہ اور خبر کی تصدیق و توثیق یا تاکید کے لئے کھائی جاتی ہیں۔ تو خداوند تعالیٰ کا کافروں اور مومنوں کو یقین دلانے کے لئے قسمیں کھانا بالکل بے نتیجہ ہے اس لئے کہ کافر جو اصل چیز کا منکر ہے قسم کی تاکید و توثیق سے متاثر نہیں ہوتا۔ اور قسم اس کے لئے کچھ بھی مفید نہیں ہو سکتی اور دین چونکہ محض اطلاع سے واقعہ کو درست مان لیتا ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں رکھتا اس لئے اس کے لئے تاکیدی قسم کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ عام طور پر معاملات کا انفصال دو صورتوں سے کیا جاتا ہے ایک تو اہل معاملہ کے قسم کھا لینے پر اور دوسرے معتبر شہادت پر خداوند تعالیٰ نے امور حقہ کو پیش کرتے ہوئے انہیں دونوں صورتوں سے کام لیا ہے۔ یعنی کہیں شہادتیں پیش کی ہیں اور کہیں امر حق کی تائید میں قسم کھائی ہے اور یہ اس لئے کیا ہے کہ منکرین و مترددین یا منافقین کے لئے کوئی صورت انکار باقی نہ رہے۔ اور ان پر حجت تمام ہو جائے۔

اس موقعہ پر تاکید بیان کے لئے ایک واقعہ کا ذکر لطف سے خالی نہ ہوگا۔

ایک دیہاتی عرب نے جب قرآن مجید کی اس آیت کو سنا کہ

وفی السّمآء رزقکم وما توعدون فوا ربّ السّمآءِ والارض انه الحق ط

ترجمہ:۔ لوگو! تمہارا رزق اور دیگر امور جو تمہارے لئے موعود ہیں آسمان میں ہیں۔ آسمان و زمین کے پروردگار کی قسم ہے کہ یہ روزی

Marfat.com

اسی طرح برحق ہے جس طرح کہ تم بولتے ہو۔

تو چلّا کر کہا "وہ کون ہے۔ جس نے پروردگار جلیل کو اس قدر غُصّہ دلایا کہ قسم کھانے پر اس کو مجبُور کر دیا" اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ قسم انتہائی تاکید کی صورت میں اور کسی ایسی چیز کی کھائی جاتی ہے جو مخاطب و سامع کی نظر میں خاص وقعت اور عظمت رکھتی ہو۔

ذاتِ پاک کی قسمیں

قرآن مجید میں خداوند بزرگ و برتر نے سات مواقع پر اپنی ذات پاک کی قسم کھائی ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔

۱:۔ قل ای و ربّی انہ لحق (یونس رکوع ۵)

ترجمہ:۔ قسم ہے میرے پروردگار کی بیشک سچ ہیں۔

۲:۔ قل بلیٰ و ربّی لتاتینکم (سبا رکوع ۱)

ترجمہ:۔ قسم ہے میرے رب کی وہ (قیامت) ضرور آئے گی۔

۳:۔ قل بلیٰ و ربّی لتُبعثن (تغابن رکوع ۱)

ترجمہ:۔ قسم ہے میرے رب کی تم ضرور (مرنے کے بعد دوبارہ) اُٹھائے جاؤ گے۔

۴:۔ فوربّک لنسئلنھم اجمعین (سورۂ حجر)

ترجمہ:۔ قسم ہے میرے ربّ کی کہ ہم ان سب سے ان کے اعمال کی باز پُرس کریں گے۔

۵:۔ فوربّک لنحشرنھم والشیاطین (مریم)

Marfat.com

ترجمہ:۔ قسم ہے تیرے رب کی کہ ہم تمام آدمیوں اور شیاطین کو جمع کریں گے۔

۶:۔ فلا وربّك لا یومنون (سُورۂ نساء)

ترجمہ:۔ قسم ہے تیرے رب کی کہ یہ مومن نہیں ہو سکتے۔

۷:۔ فلا اقسم برب المشارق والمغارب۔ (معارج)

ترجمہ:۔ میں قسم کھاتا ہوں مشارق و مغارب کے پروردگار یعنی اپنی ذات کی۔

اشیاء مخلوق کی قسمیں

مذکورۂ بالا قسموں کے سوا باقی تمام مواقع پر خداوندِ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی قسمیں کھائی ہیں۔ مثلاً والصّافات الخ قسم ہے غازیوں کے لشکروں کی۔ وَالتین والزیتون الخ انجیر، زیتون، طورِ سینا اور امن والے شہر (مکّہ) کی قسم ہے۔ والعصر

وَالشَّمسِ الخ آفتاب اور اس کی دُھوپ کی قسم ہے۔ وَاللّیل قسم ہے رات کی۔ وَالضُّحٰی۔ قسم ہے وقت چاشت کی وغیرہ۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت کی گئی ہے۔ اور خدا نے ان چیزوں کی قسم کھائی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ۔

۱:۔ ان مقامات میں ان چیزوں کی قسم نہیں بلکہ ان کے خالق کی قسم کھائی گئی ہے۔ اور ان الفاظ میں ایک لفظ محذوف ہے۔ یعنی رب جس کا مطلب یہ ہے کہ قسم ہے غازیوں کے لشکروں کے پروردگار کی۔ قسم ہے انجیر و زیتون کے

Marfat.com

پروردگار کی قسم ہے آفتاب کے پروردگار کی اس صورت میں یہ قسمیں مخلوق کی نہیں بلکہ خالق کی قسمیں ہیں۔

۲۔ عرب لوگ عام طور پر مخلوقاتِ الٰہی میں سے ان چیزوں کی خاص تعظیم کیا کرتے تھے۔ جن کی قسم خدا نے کھائی ہے اور ان کی قسمیں کھایا کرتے تھے۔ خدا نے ان کی تعظیم اور مذاق کو ملحوظ رکھ کر ان چیزوں کی قسمیں کھائیں تاکہ منکرین اور متردد ین و منافقین ان سے متاثر ہوں۔ اور ان پر خدا کی حجت پوری ہو جائے۔

۳۔ قسم ان چیزوں کی کھائی جاتی ہے۔ جن کی تعظیم قسم کھانے والا کرتا ہو اگرچہ وہ چیزیں قسم کھانے والے سے بالاتر نہ ہوں۔ خدا نے ان مخلوقات کی قسم اس لئے کھائی ہے کہ وہ اس کی اہم مصنوعات ہیں۔ اور ان سے وجودِ صانع کا ثبوت ملتا ہے۔

۴۔ ابن ابی الاصبغؒ کہتے ہیں کہ مصنوعات کی قسم کھانا صانع کی قسم کھانے کو لازم کر دیتا ہے اس لئے کہ مفعول کے ذکر کے ساتھ فاعل کا ذکر لازمی ہے اور بغیر فاعل کے مفعول کا وجود ناممکن ہے۔

۵۔ حسنؓ فرماتے ہیں "اللہ اپنی مخلوقات میں سے جس چیز کی چاہے قسم کھا سکتا ہے۔ اور انسان کے لئے کسی طرح یہ بات درست نہیں"۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ نے ایک موقع پر حضورؐ کی قسم لعمرکؔ کے جملہ سے کھائی ہے اور اس سے مقصود حضورؐ کی ذات کی اس عظمت اور مرتبہ کو بتلانا ہے جو خدا کی نظر میں حضورؐ کو حاصل ہے۔

ابوالقاسم قشیریؒ کہتے ہیں کہ کسی چیز کی قسم کھانا دو وجہ سے ہوتا ہے۔

Marfat.com

ایک تو اس چیز کی فضیلت کے سبب اور دُوسرے اس کی کسی منفعت کے سبب پہلی قسم کی مثال، والطور سینین وھٰذا البلد الامین ہے۔ اور دُوسری قسم کی مثال والتین والزیتون ہے۔

ابن القیم کا بیان ہے کہ خداوندِ تعالیٰ چند امور پر چند امور کے ساتھ قسم کھایا کرتا ہے۔ کبھی وُہ اپنی ذات کی قسم کھاتا ہے۔ جو اس کی ذات یا صفات کو مستلزم ہیں۔ اور کبھی وُہ اپنی بعض مخلوقات کی قسم کھاتا ہے جو اس بات کی دلیل ہوتی ہے۔ کہ یہ مخلوقات اس کی عظیم الشان نشانیوں میں سے ہے۔

مختصر یہ کہ مخلوقات میں سے بعض مخلوق کی قسم کھانے سے مُراد خدا کی یہ ہوتی ہے کہ یہ مخلوقِ خدا کے وجود کی دلیل اور اس کے صانع ہونے کا ثبوت ہے۔

۳۔ مُقطّعاتِ قرآن

قرآن مجید میں بعض صُورتوں کی ابتداء حروف مقطّعات سے ہُوئی ہے۔ یعنی ان مفرد حروف سے جو حروف تہجی کی طرح پڑھے جاتے ہیں۔ عام علماء کا خیال یہ ہے کہ یہ حروف اسرارِ وحی یا اسرارِ الٰہی میں سے ہیں۔ جن کے معنی خدا نے کسی مصلحت سے بندوں پر ظاہر نہیں کئے اور ممکن ہے خُدا نے اپنے رسولؐ کو اُن کے معانی سے آگاہ کر دیا ہو۔ اور رسولؐ نے اسرارِ الٰہی ہونے کے سبب کسی پر ان کو ظاہر نہ کیا ہو اور بعض علماء نے ان حروف کو سُورتوں کے نام قرار دیا ہے اور ان کے معنی کے درپے ہونے سے منع کیا ہے۔ صحابہ میں سے جن حضرات کو قرآن مجید سے خاص ذوق تھا اور معانی قرآن پر وُہ کامل عبُور رکھتے تھے۔ مثلاً حضرت عبداللہ

Marfat.com

بن مسعودؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ وغیرہ۔ اُنہوں نے ان حروف کے کچھ معنی بتائے ہیں اور ظاہر کیا ہے کہ چونکہ خداوندِ تعالیٰ نے کلامِ الٰہی میں غور و خوض کی اجازت دی ہے۔ اس لئے حروفِ مقطعات میں بھی غور و خوض ضروری ہے۔

علماء متاخرین نے صحابہ مذکورین کے معانی اور اقوال کو پیشِ نظر رکھ کر حروفِ مقطعات پر غور کیا اور ان کے معانی پیدا کئے ہیں۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جو معانی وضع کئے گئے ہیں وُہ حقیقی اور دُرست ہیں۔ اور ان سے خُدا کی یہی مُراد ہے جو ظاہر کی گئی ہے۔ لیکن ان کو ایک حیثیت سے معانی کہا جا سکتا ہے اور ان مفردات سے یہ مُراد لی جا سکتی ہے۔

اِمام فخرالدّین رازیؒ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا ہے۔

فی کل کتاب سرّ وسرا فی القرآن اوائل السور

ترجمہ:۔ ہر کتاب میں راز ہوتا ہے قرآن کا راز اس کی سُورتوں کے ابتدائی حروف یا جملے ہیں۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے۔

ان لکل کتاب صفوۃ وصفوۃ وصفوہ ھذا الکتب حروف التھجی۔

ترجمہ:۔ ہر کتاب کا ایک خلاصہ ہُوا کرتا ہے اور اس کتاب یعنی (قرآن پاک) کا خلاصہ اس کے حروف تہجی ہیں۔

Marfat.com

ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے مقطعات اسرار الٰہی میں سے ہیں یا قرآن کے مضامین کا خلاصہ ہیں۔ اور شاہ ولی اللہؒ نے بھی اپنی کتاب فوز الکبیر میں اسی کی تائید کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ حروف مقطعہ اس معنی سے سورتوں کے نام ہیں کہ سورۃ میں جو مضامین تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ یہ نام مجملاً ان مضامین پر دلالت کرتے ہیں۔

بحث طویل ہے اور اس موضوع کے تمام اطراف پر کچھ لکھنا اس موقع پر ممکن نہیں ہے۔ اس لئے ہم صرف یہ بتلا دینا چاہتے ہیں کہ علماء نے قرآن مجید کے حروف مقطعات کے کیا معنی بتائے ہیں۔

۱:۔ الٓمٓ ۝ سورۂ بقر کا آغاز ان الفاظ سے ہوا ہے۔ اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ ان حروف میں الف سے مراد انا ہے۔ لام سے مراد اللہ ہے اور میم سے اعلم جس کا مطلب یہ ہوا کہ "اللہ بہت جاننے والا ہوں"۔ حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہی معنی منقول ہیں۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے چونکہ سورۂ بقرہ کو موسیٰؑ کی الواح سے عنایت کیا ہے۔ اس لئے الٓمٓ میں الف سے مراد اوائل لام سے مراد الواح اور میم سے مراد موسیٰؑ ہے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ سورۂ بقرہ کو موسیٰؑ کی الواح کے اوائل سے عنایت کیا گیا ہے۔

الٓمٓ کے الفاظ سورۂ آل عمران، سورۂ عنکبوت، سورۂ روم، سورۂ لقمان اور سورۂ سجدہ کے آغاز میں بھی آئے ہیں اور ان سے مراد وہی انا اللہ اعلم ہے،

۲:۔ المٓصٓ ۝ سورۂ اعراف ان حروف سے شروع ہوتی ہے۔ الم سے مراد وہی "انا اللہ اعلم" ہے۔ اور ص سے مراد حضورؐ کا نبی صادق ہونا مراد

Marfat.com

ہے اور مضامین سورۃ کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ خداوند تعالیٰ یکتا و تنہا اور خالق کائنات ہے اور محمدؐ اس کے سچے نبی ہیں۔ کہ خدا نے ان کی نبوت کی تصدیق اُن کے گرار قدر اعمال سے کی ہے۔

۳:- الٓمّٓرٰ ۝ سُورۂ یُونس، سُورۂ ہُودؑ، سُورۂ یوسفؑ، سورۂ ابراہیمؑ اور سورۂ حجر کو حروف الف، لام، راء سے شروع کیا گیا ہے۔ جو اشارہ ہے۔ انا اللہ ربکم یعنی میں اللہ تمہارا پروردگار ہوں۔ یا انا اللہ رب العلمین یعنی میں ا تمام جہانوں کا پروردگار ہوں۔

۴:- الٓمّٓرٰ ۝ سورۂ رعد ان حروف سے شروع ہوئی ہے جو اشارہ ہے "انا اللہ اعلم ربکم" یعنی میں اللہ بہت جاننے والا تمہارا پروردگار ہوں۔

۵:- کٓہٰیٰعٓصٓ ۝ سورۂ مریم ان حروف سے شروع ہوئی ہے۔ جو اش ہے۔ کریم۔ ہادی۔ حی۔ علیم، صادق کی طرف اور بعض کا بیان یہ ہے، کہ ا حروف کا مطلب یہ ہے کہ کرامت ہدایت اور خدا کی ذات و صفات اور افعال کا یقین کرنا اور عزت و صدیقیت کے خصالِ حمیدہ ان سب کو عطا فرمائے گئے ہیں۔ جن نیک بندوں کا ذکر اس سُورۃ میں ہے۔

۶:- طٰہٰ۔ یہ حروف سورۂ طٰہٰ کے شروع میں ہیں جن سے مُراد حضورؐ صفات ظاہر و ہادی ہیں۔

۷:- طٰسٓمٓ ۝ یہ حروف سورۂ شعراء اور سُورۂ قصص کے آغاز میں آئے ہیں۔ جن سے اشارہ ہے۔ طورِ سینین کے موعود نبی حضرت محمد مُصطفےٰؐ کی طرف، گویا یہ الفاظ طورِ سینین کے موعود نبی کی پیشین گوئی کا اظ

Marfat.com

ہے جس کا ذکر آٹھنا فصل اٹھارہ میں پایا جاتا ہے۔ یا مُراد وہ پیشین گوئی ہے۔ جو طورِ سینا پر حضرت موسیٰؑ نے کی تھی۔

۸:۔ طٰسٓ :۔ یہ حروف سورۂ نمل کے شروع میں آئے ہیں۔ چونکہ اس سُورۃ میں موسیٰؑ اور سلیمانؑ کے قصے بیان ہُوئے ہیں۔ اس لئے ان حروف سے مُراد یہ ہے کہ طورِ سینا کے موعود نبی کو وہ ملک بھی عطا ہوں گے جو سلیمانؑ کے قبضہ و اقتدار میں تھے۔ حرف ط سے مُراد طورِ سینا ہے اور اس سے سلیمانؑ مُراد ہیں۔

۹:۔ یٰسٓ :۔ یہ حروف سُورۂ یٰسین کے آغاز میں ہیں یا سے مُراد خطاب ہے اور اس سے سیّدالانبیاء کی ذاتِ مبارک مُراد ہے مطلب یہ ہے کہ یا سیّدالانبیاء اس قرآن کی قسم ہے جس میں سرتاپا دانائی اور حکمت کی باتیں ہیں کہ تم بلاشبہ خدا کے رسُول ہو۔

۱۰:۔ صٓ :۔ یہ حرف سُورۂ ص کے آغاز میں ہے۔ اس سورۃ میں چونکہ داؤدؑ اور سُلیمانؑ کا قصہ مذکور ہے۔ اس لئے بتایا گیا ہے۔ کہ نبی صادق تمہاری تکذیب کی تصدیق فتوحات سے ہوگی اور منکرین کو دردناک عذاب دیا جائے گا۔

۱۱:۔ حٰمٓ :۔ یہ حروف سُورۂ مومن، سُورۂ سجدہ، سُورۂ شوریٰ، سُورۂ زخرف، سُورۂ دُخان اور سورۂ جاثیہ کے آغاز میں آئے ہیں۔ ان حروف سے مُراد الواحِ موسیٰؑ ہیں۔ یعنی حٰ سے مُراد الواح اور مٓ سے مُوسیٰ مطلب یہ ہے کہ اے یہود! قرآن مجید کے احکام و مسائل الواح مُوسیٰؑ کی تصدیق کرتے ہیں۔ تعجب ہے کہ تم اس پر بھی اس سے رُوگردانی کرتے ہو۔ اور سورۂ زخرف میں انہیں حروف سے مُراد حواریّینِ مسیح ہیں۔ جنہوں نے حضورؐ کے تشریف لانے کی پیشین گوئی

Marfat.com

کی تھی۔ اور بعض علماء کہتے ہیں۔ حٰم سے مُراد حمید و مجید ہے۔

۱۲:۔ عٓسٓقٓ :۔ یہ حروف سورۂ شوریٰ میں حٰمٓ کے بعد آئے ہیں۔ ح سے مُراد حمیدم سے مجید۔ ع سے مُراد علیم۔ س سے مُراد سمیع۔ اور ق سے مُراد قدیر ہے یعنی دُوسرے حروفِ مقطعات کی طرح یہ حروف بھی اللہ کے نام ہیں اور بعض کا خیال ہے کہ ع۔ س۔ ق میں ع سے مُراد عظمت یا عزّت ہے۔ س سے سُورہ مُراد ہے اور ق سے قرآن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے مدلل یہ ہے کہ اس سُورہ قرآن کی عزّت و عظمت الواح مُوسیٰؑ میں مستور ہے۔ اور بعد میں تمام حروف حٰمٓ عسق کو اسمائے الٰہی قرار دیا ہے۔ یعنی ح سے حفیظ م سے مجید۔ ع سے علی عظیم س سے سمیع اور ق سے قدیر۔

۱۳:۔ قٓ :۔ سورۂ قاف کا آغاز اس حرف سے ہُوا ہے جس سے مُراد یہ ہے کہ میں اللہ قدیر یا قادر۔ قیامت قائم کرنے پر قادر ہوں۔

۱۴:۔ نٓ :۔ یہ حرف سورۂ نُون کے شروع میں آیا ہے جس سے مراد نُورِ احدیت ہے یا نُورِ نبوّت، جس کا ذکر سُورۂ نُون میں ہے۔

مختصر یہ کہ علماء نے خدا کے حکم قرآن میں غور و خوض کے مطابق حروفِ مقطعات کے معنی اس قسم کے کئے ہیں۔ ہم ان معنی پر وثوق نہیں رکھتے۔ اور ہمارا خیال ہے۔ کہ کوئی ایک شخص بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ معانی یا اسی قسم کے اَور معانی درست و صحیح ہیں اور خدا کے مفہوم و مقصد سے قربت رکھتے ہوں یہ سب انسانی قیاسات ہیں۔

Marfat.com

مکررات قرآن

قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے قصوں کو بار بار بیان کیا گیا ہے آیاتِ توحید وغیرہ کو بار بار دہرایا گیا ہے۔ اور آیات کے بعض جملوں کا تو کثرت سے ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً سورۂ رحمٰن اور سورۂ مرسلات میں فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ اور وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ کو کہ تقریباً ہر جملہ کے بعد اس کو دہرایا گیا ہے

قرآنی قصوں۔ آیات اور بعض جملوں کے مکرر نازل ہونے یا بار بار بیان کرنے کی وجوہ علماء کے نزدیک مختلف ہیں۔ تمام وجوہ اور اسباب نزول پر بحث کی گنجائش اس مقدمۃ القرآن میں نہیں ہے اس لئے ہم اختصار کے ساتھ بعض خاص وجوہ کا ذکر کرتے ہیں۔

۱:۔ ابنِ حصار کہتے ہیں کہ کسی قصہ آیت یا جملہ کا دوبارہ نازل ہونا یاددہانی اور نصیحت دینے کی غرض سے ہوتا ہے۔

۲:۔ زرکشی نے لکھا ہے کہ: "کبھی ایک چیز کا بار بار نازل ہونا اس کی شان بڑھانے اور نزول کا رعب دوبارہ پائے جانے پر اس کی جانب توجہ مائل کرنے کی غرض سے ہوتا ہے۔ مثلاً سورۂ اخلاص کہ وہ مکہ میں مشرکین کے سوال کے جواب میں نازل ہوئی تھی اور پھر مدینہ میں اہلِ کتاب کے سوال کے جواب میں" اسی طرح سورۂ فاتحہ مکہ میں بھی نازل ہوئی تھی۔ اور تحویل قبلہ کے بعد مدینہ میں بھی نازل ہوئی۔ دوبارہ نزول کا مقصد یہ تھا کہ سورۂ فاتحہ جس طرح نماز کا رکن پہلے تھی۔ تحویلِ قبلہ کے بعد بھی نماز کا رکن رہے اور ممکن

Marfat.com

ہے پہلی مرتبہ کا نزول کسی اور حرف پر ہوا ہو یعنی الفاظ کچھ اور رہوں اور دوسری مرتبہ کے نزول میں الفاظ کچھ بدل گئے ہوں۔

۳:- واقعہ یہ ہے کہ اکثر اوقات ایک ہی قصہ اپنے مختلف اجزاء کے متعلق بہت سے تذکروں اور متعدد نتائج پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور اس اعتبار سے متکلم کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ہر مقام کی ضروریات کا لحاظ کر کے اسی ایک واقعہ کو مختلف تعبیرات کے ساتھ ادا کرتا رہے۔ اور ہر موقع پر اس سے ایک ایسے نتیجے اور مطلب کو اخذ کرے جس کی نسبت دوسری جگہ نہیں کی گئی ہے۔ مثلاً موسیٰؑ اور فرعون کے قصے کے کئی حصے ہیں۔

(۱) حضرت موسیٰؑ کا ایک حیرت انگیز طریقہ سے فرعون کے محل میں پہنچنا۔ اور فرعون کی آغوش میں پرورش پانا۔

(۲) پھر جوان ہونے کے بعد قبطی کو قتل کر کے مدین کی طرف بھاگنا۔

(۳) پھر وہاں ایک انوکھے طریقے پر نکاح کا ہو جانا۔

(۴) پھر واپسی میں آگ دیکھ کر پہاڑ پر جانا۔ اور وہاں سے منصب نبوت کو پانا۔

(۵) پھر فرعون کے پاس ایمان کی دعوت دینے کے لئے جانا۔

(۶) فرعون کا تمرد و سرکشی کے ساتھ سوال و جواب کرنا۔

(۷) معجزات دیکھ کر فرعون اور تمام ساحروں کا ذلیل ہونا۔

(۸) فرعون کا دریائے نیل میں غرق ہونا۔ اور حضرت موسیٰؑ کا کامیاب ہو کر بنو اسرائیل کو روز روز کے عذاب سے بچا لینا۔ گویا قصہ کے نو جزو ہیں۔

Marfat.com

قرآن میں اس قصہ کو مختلف مقامات پر اغراض و مقاصد سے بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً ایک موقع پہ خداوندِ تعالیٰ کو اپنی وُسعت قُدرت اور عظمت و جلال کا اظہار مقصود ہے۔ تو وہاں اس نے اس قصہ کو اس طرح بیان کیا ہے۔ جس سے اس کی زبردست طاقت اور سطوت و جبروت کا ثبوت مِلتا ہے۔ یعنی یہ کہ اس نے فرعون جیسے مغرور و سرکش بادشاہوں کی کوئی حقیقت نہیں سمجھی۔ دم کے دم میں ان کے تخت اُلٹ دیئے۔ تمام سلطنت کو زیر و زبر کر ڈالا۔ اور اتنے بڑے ساز و سامان رکھنے والا بادشاہ بے گور و کفن مارا گیا۔

ایک اور موقعہ پر اس قسم کے قصّوں سے غافل بندوں کو عبرت دلانا مقصود ہے۔ وہاں ان کا ذکر کر کے یہ بتایا جاتا ہے کہ تم کو بھی ان معاصی اور کفریات سے باز رہنا چاہیئے۔ جن کا خمیازہ پہلی قومیں بُھگت چکی ہیں۔ اگر تم باز نہ آئے تو کچھ بعید نہیں ہے کہ خدا کی طرف سے تمہارے ساتھ بھی وہی معاملہ ہو۔

ایک اور موقع پر حضرت موسیٰؑ اور اُن کے اُمتیوں پر احسان جتانا ہوتا ہے۔ کہ خدا نے تم پر یہ احسان و انعام کئے ہیں۔ یعنی تم کو ایک ایسے جابر و خونخوار بادشاہ کے ہاتھوں سے نجات دلائی ہے۔ جس کے مقابلہ میں تم طاقت نہ رکھتے تھے۔ یہ صرف تائید ایزدی تھی کہ تم کو اس پر غالب کیا۔

ایک اور موقع پر اس قصہ سے معجزات کے ذریعہ حضرت موسیٰؑ کی صداقت کو ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اور اس سلسلہ میں یہ بتایا جاتا ہے کہ ہم نے فرعون کو اتمامِ حجت کے بغیر ہلاک نہیں کیا۔ بلکہ موسیٰؑ نے اپنی نبوت کے ثبوت میں ایسی آیات بینات (معجزات) پیش کی تھیں۔ جن کے بعد فرعون کو ہم سے سرتابی

Marfat.com

کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی تھی۔

مختصر یہ کہ قرآن مجید کے قصوں اور واقعات کی تکرار سے اسی قسم کے مقاصد پیشِ نظر ہوتے ہیں اور ان قصوں اور واقعات کو کسی قدر عبارتی تغیرات سے مناسب مواقع پر ذکر کر دیا جاتا ہے۔

۴ :- یہ قاعدہ کُلیہ ہے کہ اپنے بزرگوں اور مقتداؤں کے محاسن و حالات سُن کر ہر انسان خوش ہُوا کرتا ہے۔ اور کسی شخص کو اپنی طرف مائل کرنے کا یہی ذریعہ ہوتا ہے کہ اس کے آباؤ اجداد اور مذہبی پیشواؤں کی کشادہ پیشانی سے تعریف کی جائے اور ان کے کمالات کا بار بار اعتراف کیا جائے اس قاعدہ کو پیشِ نظر رکھ کر اس امر پر غور کرنا ضروری ہے کہ حضورؐ کے عہد مبارک میں تین ایسی بڑی جماعتیں تھیں۔ جو ہر وقت آپ سے برسرِ پیکار رہتی تھیں اور جن سے قرآن مجید کے اکثر خطابات کا تعلق تھا۔ یعنی یہُود، نصاریٰ اور مشرکین، ان میں سے یہود حضرت مُوسیٰؑ کو اپنا پیغمبر مانتے تھے۔ نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کو اور مشرکین، اگرچہ بُت پرست تھے۔ لیکن حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیلؑ اور بعض اور انبیاء علیہم السّلام کا احترام کرتے اور اپنے آپ کو ان کی نسل سے بتاتے تھے۔

قرآن مجید چونکہ فصاحت و بلاغت کا سرچشمہ ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ اعتدال پسندی اور حکمت کے ساتھ لوگوں کو اپنی پاکیزہ تعلیم کی طرف متوجہ کرے اس لئے ضروری تھا کہ ان اقوام کی غلط فہمیوں کو دُور کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے مسلم مقتداؤں کی سچّی تعریف سے بھی کام لے تاکہ لوگ اس کی آواز کو مانوس پاکر اس کی طرف مائل ہوں۔ ایسی صورت میں حضرت ابراہیمؑ حضرت مُوسیٰؑ حضرت

Marfat.com

عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ وغیرہ کے مناقب و فضائل کو بار بار دوہرانے کی ایک معقول وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ اور چونکہ یہود کو حضورؐ سے سب سے زیادہ عداوت تھی۔ اس لئے بہت ممکن ہے کہ اسی سبب سے حضرت موسیٰؑ کا ذکر قرآن شریف میں دوسرے انبیاء سے زیادہ ہوا ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنی کتاب اکسیر فی اصول التفسیر میں اس موضوع پر جو کچھ لکھا ہے۔ اس کا مطلب کسی قدر توضیح کے ساتھ یہ ہے کہ "قرآن کی تعلیم اور حکم کے مخاطب دو قسم کے آدمی ہو سکتے ہیں ایک تو وہ جو پہلے سے اس حکم سے ناواقف ہوں اور اب ان کو صرف واقف بنانا مقصود ہو۔ اور دوسرے وہ جن کو پہلے سے اس تعلیم کا فائدہ حاصل ہو چکا تھا۔ لیکن ان کے قلب میں تعلیم یا حکم کی کیفیت راسخ نہیں ہوئی تھی۔ اس آخری جماعت سے اس لئے خطاب کیا جاتا ہے کہ اس کے دل میں تعلیم خوب جگہ پکڑ جائے اور پہلی جماعت کو صرف حکم سے آگاہ کرنے کے لئے خطاب ہوتا ہے۔"

وہ کیفیت جس کو قلوب میں راسخ کرنا مقصود ہے۔ شریعت کے تمام علمی اور عملی احکام میں مقصد اعظم قرار دی گئی ہے۔ اور یہ وسوخ یا ملکہ یا کیفیت اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب تک اس کام کی مشق جو مقصود ہے التزام اور مداومت کے ساتھ نہ کی جائے۔ مثلاً نماز اور روزہ وغیرہ عبادات کا پابندی کے ساتھ ادا کرنا اس کا سبب ہے کہ ہم اطاعت کے کامل خوگر ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے ترک سے بعض اوقات اذیت و زحمت محسوس ہوتی ہے۔ اس طرح کلمۂ توحید کی مواظبت کہ اس سے خدا کا تصور اور اس کی توحید ہمارے دلوں میں راسخ

Marfat.com

ہوجاتی ہے۔

یہی کیفیت قرآن کی تلاوت کی کثرت، ازکار کی مواظبت اور وظائف کی مداومت سے حاصل ہوتی ہے اور اُسی پر قرآن کے قصوں آیات اور جُملوں کی تکرار کو قیاس کرلیا جائے کہ اس سے بھی مقصود اسی کیفیت کا پیدا کرنا ہے۔ جو مواظبت مُداومت سے حاصل ہوتی ہے۔

۵۔ قرآن مجید کے متفرق مضامین

قرآن مجید ایک ایسی جامع اور مکمّل کتاب ہے جو انسانی ترقی کے تمام اصول ومبادی اور قواعد وقوانین پر مشتمل ہے اگر اس میں ایک طرف دینی احکام ومسائل ہیں تو دُوسری طرف دنیوی زندگی کے مراحل کو بھی بتایا گیا ہے۔ ایک طرف جسمانی زندگی کے اصول وضوابط اور باہمی تعلّقات ومعاملات کے احکام ومسائل ہیں تو دُوسری جانب منازل روحانی طے کرنے کے وسائل بھی بیان کئے گئے ہیں۔

مختصر یہ کہ قرآن بہمہ وُجوہ ایک کامل کتاب ہے۔ جس کے مضامین ہدایت اور احکام کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔

ضروری احکام ومسائل اور مضامین قرآنی کے متعلّقات مناسب تشریح کے ساتھ اُوپر لکھے جاچکے ہیں۔ اس عنوان کے ماتحت ہم چند ان ضروری باتوں کو اور لکھتے ہیں۔ جن کا مطالعہ آج کل کے مسلمانوں کے لئے ضروری اور مفید ہے۔

(۱) مُساوات

قرآن مجید نے بتایا ہے کہ تمام انسانی افراد مساوی ہیں۔ خُدا انسانوں کی صُورتوں

Marfat.com

اور لباس کو نہیں دیکھتا بلکہ ان کے قلوب پر نظر رکھتا ہے۔ اس کی رحمت اِس شخص کے لئے ہے۔ جو اس کا اطاعت گزار و فرماں بردار ہو۔ خواہ وُہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ اور اس کا عذاب نافرمانوں کے لئے ہے خواہ وُہ نافرمان کوئی شریف قریشی یا سیّد ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

یٰاَیُّھَا النَّاس انا خلقنٰکم من ذکر وانثیٰ وجعلنٰکم شعوبًا وقبائِل لِتعارفوا۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

ترجمہ:۔ لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد (آدم) اور ایک عورت (حوّا) سے پیدا کیا ہے۔ اور تمہاری قوم اور قبیلے بتائے ہیں۔ تاکہ باہم شناخت کر سکو۔ تم میں سب سے بزرگ اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔

اس آیت سے خدا نے اس موہوم امتیاز کو مٹا دیا جو افراد کے درمیان خیال کیا جاتا تھا۔ اور بتا دیا کہ کسی شخص کو کسی شخص پر تفوق و اقتدار حاصل نہیں ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کر دیا کہ اقوام و قبائل یا خاندانوں کی تفریق امتیاز کے لئے نہیں بلکہ تعارف کے لئے کی گئی ہے۔

(ii) دین میں جبر و اکراہ نہیں!

اعتقاد صحیح اس کیفیت کا نام ہے۔ جو کسی دلیل سے عقل کے مطمئن ہو جانے سے قلب میں پیدا ہو جاتی ہے واضح الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ اعتقاد صحیح نہ تو ترغیب سے پیدا ہوتا ہے۔ اور نہ تخویف سے قلب کو اطمینان حاصل نہ ہو۔ ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔ اور طمانیتِ قلب کے بغیر جو شخص اعتقاد کے

Marfat.com

متعلق کچھ ظاہر کرے وُہ مومن نہیں منافق اور جھوٹا ہے۔

چونکہ تہدید قتل یا زدوکوب کی دھمکی سے کسی کے قلب میں کسی عقیدہ کا پیدا کرنا ترغیب ولالچ سے کسی بات کو کسی سے منوالینا بے معنی اور بیکار چیز ہے اس لئے خداوند تعالیٰ نے متعدد مواقع پر قرآن مجید میں اس کی ممانعت فرمائی ہے۔ارشاد ہوتا ہے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ○

ترجمہ:۔ دین میں کچھ جبر نہیں۔ ہدایت اور گمراہی دونوں ظاہر ہوچکی ہیں۔

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ تبدیلِ مذہب کے لئے کسی پر جبر وسختی کرنا ممنوع ہے۔رہی وہ لڑائیاں جو اسلام میں ہوئیں۔ان کا مقصد زبردستی اشاعت دین نہیں تھا۔ بلکہ ان کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کو دشمنوں سے محفوظ رکھا گیا تھا۔

(iii) عورتوں کی اِصلاح

ظہور اسلام سے پہلے دُنیا میں عورتوں کی حالت نہایت افسوسناک تھی۔ بلکہ یُوں کہنا چاہیئے کہ مردان کو انسان نہیں، حیوانات سے بھی بدتر خیال کرتے تھے۔ لڑکیوں کو زندہ دفن کردیا جاتا تھا۔ زندگی میں عورت کسی حق کی مالک نہ تھی۔ معمُولی معمُولی باتوں پر عورتوں کو طلاق دیدی جاتی تھی۔طلاق کے بعد بھی اذیت پہنچاتے اور کسی دُوسرے شخص سے نکاح نہ کردینے کے خیال سے ان کو گھروں میں بند کردیا جاتا تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد بیٹا اپنے باپ کی عورتوں اور

Marfat.com

لونڈیوں کا مالک سمجھا جاتا تھا۔ اور ان پر تصرف کا پورا حق رکھتا تھا۔ یعنی عورتیں ورثہ خیال کی جاتی تھیں بے شمار نکاح کئے جاتے تھے اور منکوحہ عورتوں کو مویشی کے مانند خیال کیا جاتا تھا۔ غرض اسی قسم کے سیکڑوں مصائب تھے۔ جو عورتوں کی جانوں پر روا رکھے جاتے تھے۔

قرآن مجید نے دنیا میں سب سے پہلے عورتوں کے حقوق مقرر فرمائے۔ ان کو انسان قرار دیا۔ اور زندگی میں ان کو مردوں کے برابر حصّہ دیا۔ چند آیات اصلاح خواتین کے سلسلہ میں یہاں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ واذالموؤدۃ سُئلت بای ذنب قتلت۔

ترجمہ:۔ (قیامت کے دن) زندہ درگور لڑکیوں سے پُوچھا جائے گا۔ کہ تم کس گناہ میں ماری گئی تھیں۔

اس آیت میں خدا نے بتایا ہے کہ لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا حرام اور قطعی حرام ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کیا کہ اگر لوگ اس فعلِ شنیع سے باز نہ آئے تو قیامت میں ان سے سخت باز پُرس ہوگی۔

۲۔ ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف وللرجال علیھن درجہ۔

ترجمہ:۔ حسبِ دستور جیسا حق عورتوں پر مَردوں کا ہے۔ ویسا ہی حق عورتوں کا مردوں پر بھی ہے اور مردوں کو ان پر فوقیت ہے۔

یعنی عورتوں اور مردوں دونوں کے حقوق مساوی اور یکساں ہیں۔ ہر ایک کو دُوسرے کے حقوق کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ اب رہی وہ فوقیت

Marfat.com

جس کا ذکر آیت کے آخر میں ہے۔ اس سے مُراد وہ فوت اور خرچ ہے۔ جو مرد عورت کی حفاظت کے لئے کام میں لاتا اور اس کی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔

۳۔ وعاشروھن بالمعروفِ فان کرھتموھن فعسٰی ان تکرھوا شیئًا ہ وَ یجعل اللّٰہُ فیہ خیرًا کثیرًا ہ

ترجمہ:۔ عورتوں کے ساتھ تم حسنِ سلوک سے پیش آؤ۔ اگر تم انہیں بُرا جانتے ہو تو عجب نہیں ہے کہ تم ایک چیز کو بُرا جانو اور اللہ اس میں بہت بھلائی پیدا کر دے۔

اس آیت میں خداوندِ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ کوئی معمولی سی ناگوار بات وقوع میں آجائے تو تم ان کو فوراً طلاق نہ دے دو۔ یعنی بغیر سوچے سمجھے عورتوں کے معاملہ میں عجلت سے کوئی فیصلہ نہ کر لو۔ ممکن ہے تم جس بات کو یا جس عورت کو اپنے خیال میں بُرا سمجھتے ہو خدا نے اس میں تمہارے لئے بھلائیاں رکھی ہوں۔

مختصر یہ کہ قرآن مجید نے عورتوں کو اتنے حقوق دیئے ہیں کہ آج تک دُنیا کی کسی مہذب سے مہذب قوم نے بھی نہیں دیئے۔ اور ساتھ ہی ان کی اصلاح کے وُہ قوانین بنائے ہیں۔ کہ آج تک ان کے مثل قوانین عورتوں کے متعلق وضع نہ ہو سکے۔ مثلاً قرابت داروں کے مرنے پر ان کے مال میں سے عورتوں کا حصّہ مِلنا۔ میاں بیوی کی دائمی کشیدگی یا تلخ نفرت سے بچانے کے لئے طلاق و خلع کے حقوق دونوں کو حاصل ہونا۔ بدکاری و بدچلنی کا ثبوت بہم پہنچا دینے پر دونوں

Marfat.com

کا مستحق سزا ہونا۔ بداخلاقی اور بدکاری کے جراثیم سے بچانے کے لئے عورتوں کو پردہ میں رکھنا وغیرہ وغیرہ جن کی تفصیل و تشریح اس مختصر مقدمۃ القرآن میں نہیں ہو سکتی۔

(۱۲) غلامی کا استیصال

ظہورِ اسلام سے پہلے عہدِ قدیم کا ایک بڑا حصہ انسان پر ایسا گزرا ہے۔ جس میں بعض انسان بعض کی غلامی کیا کرتے تھے۔ جس طرح ہم آج حیوانات کے مالک ہیں غلامی کا رواج دُنیا میں یُوں پڑا کہ بعض طاقتور قبائل کمزور قبائل کے لوگوں کو زبردستی اُٹھا لے جاتے تھے خصُوصاً حسین و جوان عورتوں اور توانا بچوں کو اور دوسری جگہ لے جا کر ان کو فروخت کر ڈالتے تھے۔ پھر باہمی جنگوں میں جو لوگ گرفتار ہوتے تھے۔ اُن کو بھی غلام سمجھا جاتا تھا۔ اور ان غلاموں کی خرید و فروخت کا سلسلہ آبادیوں میں اسی طرح جاری رہتا تھا۔ جس طرح آج مواشی وغیرہ کی خرید و فروخت کا سلسلہ جاری ہے۔ اور خرید و فروخت میں غلاموں کے حسن و قبح کی جانچ اس طرح کی جاتی تھی۔ جس طرح آج حیوانات کی خرید و فروخت میں کی جاتی ہے۔ مختصر یہ کہ خدا کی یہ آزاد مخلوق جس کو انسانوں نے اپنا غلام بنا رکھا تھا۔ عہدِ قدیم میں حیوانات سے بدتر زندگی بسر کرتی تھی۔ اور اس پر ایسے ایسے ظلم و ستم ہوا کرتے تھے۔ کہ انسانیت ان سے شرمندہ تھی۔

اِسلام نے دُنیا میں سب سے پہلے غلاموں کی حالت زار پر ترس کھایا اور اس کے استیصال پر آمادہ ہو کر آہستہ آہستہ اس کو درجۂ تکمیل تک پہنچایا۔ یعنی اوّل یہ حکم جاری کیا کہ غلام صرف وہ غیر مسلم لوگ بنائے جا سکیں گے جو جنگ

Marfat.com

کی حالت میں گرفتار ہوں۔یعنی جن لوگوں کو صلح وامن کی حالت میں کہیں سے اُٹھاکر زبردستی لایا جائے گا۔وُہ غُلاموں میں شمار نہ ہوں گے۔اس کے بعد اِسلام نے حکم دیا کہ غلاموں کے ساتھ احسان اور سلوک کیا جائے۔اور اخلاق ونرمی کے ساتھ ان سے معاملہ کیا جائے۔پھر یہ حکم دیا کہ لونڈی غلاموں کو مہذب بنایا جائے اور تعلیم دِلائی جائے۔پھر حکم دیا کہ لونڈی غلام اگر نکاح کرنا چاہیں تو ان کو نکاح کی اجازت دے دی جائے۔پھر یہ حکم جاری کیا کہ جس لونڈی سے اس کا آقا ہم بستر ہو اور اس سے اولاد پیدا ہو تو وہ اولاد اور اس کی ماں دونوں آزاد ہوں گے۔اور بچّے باپ کے مال کے وارث ہوں گے۔پھر حکم دیا کہ اگر لونڈی غُلام اپنے مالک سے اپنی آزادی کا معاوضہ طے کرکے اور محنت مزدُوری کرکے معاوضہ ادا کریں تو وُہ آزاد ہو جائیں گے۔پھر اسلام نے مُسلمانوں کو غلاموں کے آزاد کرنے کی مختلف صُورتوں سے ترغیب دی اور آزادی کو خیر کثیر سے تعبیر فرمایا۔مختصر یہ کہ اسی طرح بتدریج اسلام نے غلامی کا انسداد واستیصال کر دیا۔اور آج اِسلام ہی کی تعلیم کا یہ نتیجہ نظر آرہا ہے کہ دُنیا نے غلامی کو مٹانے پر کمر باندھلی ہے۔اور دُنیا سے غلامی تقریباً ختم ہو چکی ہے۔

(۷) محتاجوں کی اعانت

قرآن مجید نے بار بار مسلمانوں کو یہ ہدایات دی ہیں۔کہ جو لوگ اعانت و مدد کے محتاج ہوں ان کو مدد دی جائے۔چنانچہ زکوٰۃ وصدقات کو اسی لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس مال کے ساتھ آسانی سے مدد دی جا سکے پھر صرف یہی نہیں بلکہ حاجت مندوں کو بھی بتا دیا ہے اور ساتھ ہی یہ حکم دیا ہے کہ جن فقراء و مساکین

Marfat.com

اور یتامیٰ و مسافر کی امداد کا حکم دیا گیا ہے۔ ان میں سے قرابت دار محلّہ کے لوگ اور شہر کے باشندے زیادہ مستحق ہیں۔ اور پھر مُسلم و غیر مُسلم دونوں برابر اور اسی سِلسلہ میں صلۂ رحم کا خاص حکم دیا گیا ہے۔

(۲۰) اِتحاد و اِتفاق

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق سے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اس کے فوائد بتائے گئے۔ چنانچہ ایک موقع پر ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ۔

ترجمہ:۔ مسلمانو! آپس میں جھگڑا نہ کرو کہ تم ہمت ہار دو گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی۔

یہ آیت جنگ بدر کے سِلسلہ میں نازل ہُوئی ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے۔ کہ مسلمانو! تم اپنے ہر کام میں اتحاد و اتفاق سے کام لو کسی معاملہ میں اختلاف و مخالفت نہ کرو۔ کہ مخالفت تمہاری ہمّتوں کو پست کر دے گی۔ اور تمہاری ہَوا اُکھڑ جائے گی۔ موقع نزول کی نسبت سے یہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ کہ اگر کسی مَوقع پر تم اپنے اتحاد و اتفاق کی برکت سے کامیاب ہو جاؤ۔ تو اس پر تم غرور و تکبّر نہ کرنا اور یہ نہ کہنا کہ ہماری کوشش اور ہمّت سے یہ کام ہُوا۔ بلکہ اِس کو اِتحاد و اتفاق کی برکت اور خدا کی رحمت سمجھنا۔

قرآن حکیم کے اس ارشاد کی روشنی میں مسلمانوں کی موجودہ حالت پر نظر ڈالنے سے واضح ہوتا ہے کہ آج مسلمانوں میں پست ہمتی بداخلاقی۔ بدکاری، بے شرمی بدحالی

Marfat.com

وعسرت اور بد دیانتی کے جو مناظر نظر آرہے ہیں وُہ نزاع باہمی کے کرشمے ہیں۔ بھائی بھائی سے دست و گریباں ہے۔ خاندان کا خاندان دُشمن ہے۔ ایک مُسلمان دُوسرے مسلمان کے خون کا پیاسا ہے۔ ایک مَولوی دُوسرے مَولوی کو گمراہ، زر پرست، مکار، خود غرض، بد قماش اور کافر تک کہہ رہا ہے۔ اور ایک راہنما دُوسرے راہنما میں دُنیا بھر کے عیوب ثابت کر رہا ہے یہ نتیجہ ہے قرآن مجید کی اس ہدایت پر عمل نہ کرنے کا کہ تم خدا اور رسولؐ کی اطاعت کرنا اور اتفاق و اتحادِ باہمی سے رُوگردانی نہ کرنا کہ اتحادِ باہمی مُسلمانوں کے لئے سب سے بڑی سعادت کا مرانی ہے۔ پھر ایک نظر اس منظر پر بھی ڈالیئے جو اتحاد و اتفاق کی سعادت سے بیگانہ بن جانے کے سبب مُسلمانوں میں نظر آرہا ہے۔ ان کی ہوا اُکھڑ گئی ہے۔ غیر مسلم اقوام ان کو ہضم کر لینا چاہتی ہیں۔ اور اس امر کی کوششیں جاری ہیں۔ کہ مسلمانوں کو ربع مسکوں سے مٹا دیا جائے اور ان کے عمرانی آثار تک کو باقی نہ رکھا جائے۔

ایک اور موقع پر خداوندِ تعالیٰ اسی سلسلے میں یہ حکم دیتا ہے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖ اِخْوَانًا وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا۔

ترجمہ: مُسلمانو! تم سب مل کر اللہ کی رسّی مضبوط پکڑو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ اللہ کا وُہ احسان اپنے اُوپر یاد کرو کہ تم ایک دوسرے کے دُشمن تھے۔ اس نے تمہارے دِلوں میں اُلفت پیدا کی اور اب

Marfat.com

اِس کے فضل ہے۔ ہم آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔ تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے۔ اس نے تم کو بچا لیا۔

اس آیت میں خدا نے مُسلمانوں کو ایک دل رہنے اور باہم اختلاف نہ کرنے کی تاکید کی ہے۔ اور اپنی اپنی رائے قائم کر کے نئے نئے مذہب کی بنا ڈالنے کی بھی ضمناً اس سے مُمانعت نکلتی ہے اور باہم متحد رہنے کو اللہ یُوں بتاتا ہے کہ ایامِ جاہلیت میں تم آپس میں لڑتے تھے۔ ایمان کی برکت سے تم لوگوں میں مصالحت کا بیج بویا گیا۔ اب تم احسانمندی کے اظہار کے بجائے مذہبی اُمور میں اختلاف پیدا کر کے اظہارِ نفاق نہ کرو۔

اس آیت کے مطلب پر غور کرو۔ اور سمجھو کہ قدیم نفاق کو کس چیز نے دُور کیا تھا اور پھر یہ سوچو کہ موجودہ اختلاف و نفاق کیوں ہے اور اس میں کیوں ترقی ہو رہی ہے؟ کیا یہ اس کا نتیجہ تو نہیں ہے۔ کہ جس بیج سے خدا نے قلوب کے اختلاف و نفاق کو دُور کیا تھا۔ وہ بیج اب مسلمانوں کے دلوں میں باقی نہیں رہا ہے۔ اور مُسلمانوں نے (معاذ اللہ) اپنے ہاتھوں سے اس کو نکال کر پھینک دیا ہے۔

(vii) جمہُوریّت!

شوروی حکومت قرآن مجید نے مسلمانوں کے لئے پسند کی ہے۔ جس کو آج کل کی اصطلاح میں جمہُوری حکومت کہا جاتا ہے۔ اور آج اس قسم کی حکومت کو بہترین حکومت سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اِسلام نے جس جمہوّریت کی بُنیاد رکھی ہے۔ وُہ حقیقی جمہوّریت ہے اور جو جمہوّریت آجکل پائی جاتی ہے وُہ صحیح معنیٰ میں جمہوّریت نہیں ہے۔

Marfat.com

اِسلام میں شوریٰ کو اس قدر اہم چیز سمجھا گیا ہے کہ قرآن مجید میں ایک سُورت ہی کا نام سورۂ شوریٰ ہے۔ جس میں مختلف واقعات اور سُورتوں سے شوریٰ کو مُسلمانوں کا شعار قرار دیا گیا ہے۔ اسی سُورت کی ایک آیت میں ارشاد ہُوا ہے۔

وامرھم شوریٰ بینھم

ترجمہ:۔ مُومنین کا شعار یہ ہے کہ وُہ آپس میں مشورہ کر کے کام کرتے ہیں۔

یعنی مُسلمان کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وُہ اپنا کوئی اہم کام مشورہ کے بغیر نہیں کرتا۔ اسی ہدایتِ خداوندی کے اصول پر حضورؐ نے اِسلامی مملکت کے نظم و نسق کو قائم کیا۔ اور آپ کے بعد اسی طریقہ پر خلفائے راشدین نے اِسلامی نظامِ حکومت کو چلایا۔

(viii) آزادئ رائے!

قرآن مجید نے آزادئ رائے کے متعلق متعدد مقامات پر ہدایات دی ہیں۔ چند آیات یہاں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ فلا تخشوا الناس واخشون۔

ترجمہ:۔ (مُسلمانوں!) تُم لوگوں سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو۔

۲۔ ولا یتخذ بعضُنا بعضًا اربابًا مِن دون اللہِ۔

ترجمہ:۔ ہم میں سے (یعنی مسلمانوں میں سے) اللہ کے سوا کسی کو (اپنا) لک نہ سمجھے۔

ن آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ دُنیا و آخرت میں صرف خدا ہی کی ذات ایسی ہے۔ جس سے ڈرنا چاہیئے اس کے سوا نہ کسی کا خوف دل میں رکھنا چاہیئے۔ اُور نہ

Marfat.com

کِسی سے ہونا چاہیئے۔

(ix) استقامت واستقلال

توکل کا لفظ مُسلمانوں میں کثرت سے اِستعمال ہوتا ہے اور اس کا مفہوم یہ سمجھا جاتا ہے کہ جدوجہد کو ترک کر دیا جائے اِستقامت واِستقلال سے منہ موڑ لیا جائے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر کسی گوشہ میں بیٹھ رہا جائے۔ خدا رازق ہے غیب سے ضروریات کا انتظام فرماوے گا۔ توکل کا یہ مفہوم قطعًا غلط ہے۔ اور جو لوگ توکل کا مفہوم یہ سمجھتے ہیں۔ وُہ گمراہ ہیں۔ توکل کا مفہوم قرآن مجید نے یہ بتایا ہے۔ کہ انسان مشکلات ومصائب میں استقامت واستقلال سے کام لے۔ پُوری جدوجہد کرے نتیجہ سے بے خوف ہوکر کام میں لگا رہے۔ اور نتیجہ کی بھلائی اور کامیابی کے لئے خدا پر بھروسہ رکھے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قالوا یٰموسٰی اِنّ فیھا قومًا جبّارین واِنا لن ندخلھا حتّٰی یخرجوا منھا۔ فان یخرجوا منھا فانا داخلون۔ قال رجلان من الذین یخافون انعم اللّٰہ علیھما ادخلوا علیھم الباب فاذا دخلتموہ فانکم غالبون ٥ وعلی اللّٰہ فتوکّلوا ان کنتم مؤمنین ٥ (سورۂ مائدہ)

ترجمہ:۔ (بنو اسرائیل نے موسٰی سے کہا) اے موسٰیؑ ارضِ مقدس (شام) میں تو سرکش یا زبردست لوگ رہتے ہیں۔ جب تک وُہ وہاں سے نہ نکل جائیں ہم تو وہاں نہ جائیں گے۔ ہاں وُہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم داخل ہو جائیں گے ان ڈرنے والے لوگوں میں سے دو آدمیوں

Marfat.com

نے جن پر خدا کی نوازش تھی - کہا بیت المقدس کے دروازے میں گھس پڑو۔ جب سب تم اس میں گھس پڑو گے تو بیشک تم ہی غالب رہو گے - اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔

ان آیات کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت مُوسیٰؑ کے زمانہ میں ملک شام خوب آباد تھا - اور یہاں کے لوگ بڑے طاقتور اور سرکش تھے - حضرت موسیٰؑ اس پر دخل کرنے اور بنو اسرائیل کو یہاں آباد کر کے ذکر الٰہی کو جاری کرنے کے لئے آئے۔ ان کے ساتھیوں نے شامیوں سے مقابلہ کرنے میں تامل کیا - اور شامیوں کی قوت سے گھبرا گئے - کہا جاتا ہے کہ عوج بن عنق مشہور قد آور انسان انہیں شامیوں میں تھا - حضرت مُوسیٰؑ کے ساتھیوں میں سے دو مستقل مزاج اور نڈر آدمیوں نے بہتیرا ان لوگوں کو سمجھایا - لیکن یہ نہ مانے، اور چالیس برس تک اس نافرمانی کی سزا میں جنگلوں کے اندر حیران و پریشان پھرتے رہے - آخر ان سب کے مرجانے کے بعد ان کی اولاد نے شام کو فتح کیا۔

ان آیات سے یہ معلوم ہوا کہ پُوری جد و جہد کے بعد نتیجہ کو خدا پر چھوڑ دینے کا نام توکّل ہے - ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہنے اور کچھ نہ کرنے کا نام توکّل نہیں ہے۔

صبر کا مفہُوم !

صبر کا مفہوم آجکل یہ سمجھا جاتا ہے - کہ انسان پر جو اُفتاد پڑے اس کو دُور کرنے کی کوشش کے بجائے خاموش ہو کر بیٹھ رہے، ذِلّتیں برداشت کرے - کچھ نہ کہے، پٹے اور اُف نہ کرے۔

Marfat.com

صبر کا یہ مفہوم نہیں ہے۔ صبر کا مفہوم یہ ہے کہ صحیح طریقہ پر کام کرے۔ اس کام میں جو دقتیں اور رکاوٹیں پیش آئیں ان کو استقلال سے برداشت کرنے اور کام کو برابر جاری رکھے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

وکاین من نبی قاتل معه ربیّون کثیر فما وهنوا لما اصابهم فی سبیل الله وما ضعفوا وما استکانوا ٥ و الله یحب الصابرین ٥

ترجمہ:۔ بہت سے پیغمبر گذرے ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت اللہ والے لوگ دشمنوں سے لڑے ہیں۔ جو مصیبت ان لوگوں کو اللہ کی راہ میں پہنچی اس کی وجہ سے نہ تو انہوں نے ہمت ہاری اور نہ بودا پن دکھایا۔ اور نہ دشمنوں کے سامنے عاجزی کا اظہار کیا۔ اور اللہ تعالیٰ صابروں کو دوست رکھتا ہے۔

(۵) احساسِ فرض!

ایک مسلمان کی شان قرآن مجید نے یہ بتائی ہے کہ وہ جس حال میں رہے اپنے فرض کو نہ بھولے اور ہر وقت فرض اور ذمہ داری کو پیش نظر رکھے چنانچہ ارشاد ہوا ہے۔

والصابرین فی البأساءِ والضرآءِ وحین البأس اولٰئک الذین صدقوا واولٰئک هم المتقون ٥

ترجمہ:۔ تنگی میں، تکلیف میں اور جنگ کی حالت میں ثابت قدم رہنے والے لوگ وہی لوگ ہیں۔ جو سچے نکلے اور جن کو پرہیزگار

Marfat.com

کہنا چاہیئے یہی لوگ ہیں۔

مطلب ظاہر ہے کہ جو شخص ہر حال میں اپنے فرض کو محسوس کرے۔ اور اِستقلال سے اس پر ثابت قدم رہے۔ وہی سچا مسلمان اور پرہیزگار ہے۔

(۴) حفاظت خود اختیاری

خداوند تعالیٰ کا یہ ارشاد بالکل صحیح ہے۔

فان یکن منکم مائۃ صابرۃ یغلبوا مائتین وان یکن منکم الف یغلبوا الفین باذن اللہ۔ ان اللہ مع الصٰبرین ٥

ترجمہ:۔ اگر اے مسلمانو! تم میں سے سو مستقل مزاج اور صابر ہوں گے تو وُہ دوسو پر غالب رہیں گے۔ اور اگر تم میں سے ایسے ہزار ہوں گے تو وُہ دو ہزار کافروں پر غالب رہیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ صابروں کے ساتھ ہے۔

لیکن باایں ہمہ انسان فطرۃً اسباب کا بھی جویاں رہتا اور ایک حد تک اسباب پر بھی بھروسہ رکھتا ہے اسی لئے خداوند تعالیٰ نے اسی کے ساتھ یہ بھی حکم دیا ہے۔

واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم۔

ترجمہ:۔ مسلمانو! جہاں تک ممکن ہو جسمی قوّت (شاہیانہ زندگی) سے اور گھوڑوں کو باندھے رکھنے سے کافروں کے مقابلہ کے لئے ساز و سامان مہیّا رکھو اس طرح تم اللہ کے دشمن اور اپنے

Marfat.com

دشمن پر دھاک بٹھائے رکھو گے۔

ولو اراد الخروج لاعدوا لہ عدۃ والذین کفروا لو تغفلون عن اسلحتکم واستعتکم فیمیلون علیکم میلۃ واحدۃ۔

ترجمہ:۔ اگر یہ گھر سے نکلنے کا ارادہ رکھتے تو کچھ تیاری ضرور کرتے۔ کافر تو یہ چاہتے ہیں کہ تم کسی طرح اپنے ہتھیاروں اور سازوسامان سے غافل ہو جاؤ تو وہ دفعتہً تم پر ٹوٹ پڑیں۔

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حفاظت خود اختیاری ضروری چیز ہے۔ مُسلمانوں کو اپنے دشمنوں سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہیں رہنا چاہیئے۔ اور ہر وقت حفاظت اور مدافعت کے سامان تیار رکھنا چاہئیں۔

(xii) قوانین مدنیت و معاشرت

مُسلمانوں کا تمدّن کیا ہونا چاہیئے۔ ان آیات میں مُلاحظہ فرمایئے۔

۱۔ ولا تاکلوا اموالکُمْ الخ (بقرہ رکوع ۲۳)

ترجمہ:۔ مسلمانو! تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ اور نہ اپنے مال کو حکام رسی کا ذریعہ بناؤ۔ اور اس طرح دُوسروں کے مال سے کچھ لے کر دانستہ تصرّف میں لاؤ۔

۲۔ ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین ٥

ترجمہ: کسی پر زیادتی نہ کرو۔ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

Marfat.com

۳- فمن اعتدیٰ علیکم الخ (بقرۃ رکوع ۲۴)

ترجمہ:- یعنی جس نے تم پر زیادتی کی تم بھی اس پر ویسی ہی (یعنی) اتنی ہی زیادتی کرو۔

۴- ویسئلونکؐ عن الیتامیٰ الخ (بقرۃ رکوع ۲۷)

ترجمہ:- اے محمدؐ! تم سے یتیموں کے بارہ میں پوچھتے ہیں۔ تم کہہ دو کہ جس میں اُن کی بھلائی ہو وہی بہتر ہے۔ تم ان سے مِل جُل کر رہو وُہ تو تمہارے بھائی ہیں۔ مفسد اور مصلح کو اللہ جانتا ہے۔

۵- والوالدٰتِ یرضعن الخ (بقرۃ رکوع ۳۰)

ترجمہ:- ماؤں کو چاہیئے کہ اپنے بچّوں کو پُورے دو برس دُودھ پلائیں۔ اور کھانا کپڑا (اگر باپ نے بچّہ کی ماں کو طلاق دے دی ہے) دُستور کے مُطابق شیر خوار بچّہ کے باپ کو دینا ہوگا۔ کِسی کو ایسی تکلیف نہ دینی چاہیئے جو اس کی وُسعت سے زیادہ ہو۔

۶- اِذَا تدایَنتم الخ (بقرۃ رکوع ۳۹)

ترجمہ:- مومنو! جب تم اُدھار یا قرض کا معاملہ کِسی وعدہ مقررہ تک کرو تو اسے لِکھ لو (تاکہ کوئی شرط مبہم نہ رہ جائے۔ کِسی کا حق کم و بیش پُورا ہو سکے) اور معاہدین کے وارثان میں اختلاف واقع نہ ہو۔ اور آئندہ نزاع کا دروازہ نہ کھلے۔

۷- وان خفتم الخ (سورۂ نساء رکوع ۶)۔

ترجمہ:- اگر تم کو میاں بیوی کے درمیان پھُوٹ پڑنے کا ڈر ہو تو ایک پنچ

Marfat.com

مرد کے کنبہ سے اور ایک پنچ عورت کے کُنبہ سے مقرر کرو۔ اگر یہ دونوں اصلاح چاہیں گے۔ تو اللہ ان میں موافقت کرادے گا۔

۸۔ والذین عقدت ایمانکم فَاٰتوا نصیبھم۔

ترجمہ:۔ جن لوگوں سے تمہارا عہد و پیمان ہے۔ ان کے حصے بھی ادا کرو۔

۹۔ وبالوالدین احسانًا الخ (نساء رکوع ۶)

ترجمہ:۔ ماں باپ سے قرابت والوں سے یتیموں اور مساکین سے قرابت والے ہمسایوں سے۔ اجنبی ہمسایوں سے پاس کے بیٹھنے والوں سے، مسافروں سے، لونڈیوں اور غلاموں سے سلوک کرتے رہو۔ اللہ اترانے والوں اور فخر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

۱۰۔ اِنَّ اللّٰہَ یَأمُرُکم الخ (نساء رکوع ۸)

ترجمہ:۔ مُسلمانوں اللہ تم کو یہ حکم دیتا ہے کہ امانت رکھنے والوں کی امانتیں تم ان کے حوالے کر دیا کرو۔ (یعنی امانت میں خیانت نہ کیا کرو۔)

۱۱۔ من یشفع الخ (نساء رکوع ۱۱)

ترجمہ:۔ جو کوئی نیک کام کی سفارش کرے گا۔ قیامت کے دن اس کے اَجر میں سے اس کو بھی ایک حِصّہ ملے گا۔ اور جو کوئی بُرے کام کی سفارش کرے گا۔ اس کے وبال میں وُہ بھی شریک ہوگا۔

۱۲۔ واِذا حُیّیتم الخ (نساء رکوع ۱۱)

ترجمہ:۔ جب کوئی تم کو سلام کرے تو تم جواب میں بہتر سلام کرو۔ یا پھر ویسا ہی سلام کرو (یعنی جب کوئی تم کو سَلام کرے تو کشادہ پیشانی سے

Marfat.com

اس کے سلام کا جواب دو یا یہ مطلب ہے کہ جب کوئی تم کو ہدیہ دے تو تم اس کو بہتر ہدیہ دو۔)

۱۳۔ والصلح خیر الخ (سورۂ نساء رکوع ۱۹)

ترجمہ:۔ یعنی میاں بیوی جھگڑا ہو جانے کے بعد اگر آپس میں صلح کر لیں۔ تو صلح بہتر چیز ہے۔

۱۴۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ الخ (سورہ رکوع ۲۰)

ترجمہ:۔ مومنو! انصاف پر مضبوطی سے قائم رہو۔ خدا لگتی گواہی دو (یعنی جھوٹ نہ بولو) اگرچہ وہ گواہی خود تمہارے یا تمہارے ماں باپ اور دیگر رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

۱۵۔ لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الخ (سورۂ رکوع ۲۱)

ترجمہ:۔ چلا کر بری بات کہنا (یعنی کسی سے بلا وجہ لڑنا جھگڑنا یا گالی بکنا) اللہ کو پسند نہیں ہے۔ مگر جس پر ظلم کیا گیا پھر وہ معذور ہے (یعنی مظلوم جواب میں کوئی بات کہہ دے اور وہ اعتدال سے بڑھی ہوئی نہ ہو تو قابلِ مواخذہ نہیں اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ کسی برائی کا اعلان کرنا یا معصیت کو علانیہ کرنا بھی معصیت کی خباثت کو بڑھا دیتا ہے۔

۱۶۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ۔

ترجمہ:۔ مومنو! جو مواعید اور اقرار تم کرو ان کو پورا کرو۔

۱۷۔ وَبِالْوَالِدَیْنِ الخ (انعام رکوع ۱۹)

ترجمہ:۔ اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرتے رہو مفلسی کی وجہ سے اپنی

Marfat.com

اولاد کو قتل نہ کرو رزق تو تم کو بھی ہم دیتے ہیں۔ اور ان کو بھی کھلی اور چھپی بے حیائیوں کے قریب نہ جاؤ۔ جس جان کا مارنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ اس کو ناحق نہ قتل کرو۔ ناپ تول میں انصاف کو ملحوظ رکھو۔ کسی کو ہم اس کے مقدور سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔ جب بولو، انصاف کے ساتھ بولو۔ گو تمہارا کوئی قرابت والا ہی کیوں نہ ہو (یعنی حق بات کہنے یا فیصلہ کرنے میں دوستی و قرابت کا لحاظ نہ کرو۔

۱۸۔ خُذِ الْعَفْوَ الخ (اعراف رکوع ۲۴)

ترجمہ:۔ معاف کرنے کا خوگر ہو (یعنی یا قتضائے بشریت کبھی کسی بات پر غصہ آجائے یا جھنجھلاہٹ پیدا ہو جائے تو توبہ کر لیا کرو) نیک کاموں کی ہدایت کرو اور جاہلوں سے دور رہو۔

۱۹۔ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ۔ یعنی آپس کے معاملات میں ٹھیک رہو۔

۲۰۔ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ۔

ترجمہ:۔ آپس میں جھگڑا نہ کرو۔ کہ تم ہمت ہار دو گے۔ اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

۲۱۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ الخ (سورۂ نحل رکوع ۱۳)

ترجمہ:۔ عدل احسان اور صلہ رحم (یعنی قرابت داروں سے واسطہ قرابت کا لحاظ رکھنا) ادا کرنے کا اللہ تم کو حکم دیتا ہے اور بے حیائی بدکاری اور سرکشی سے منع کرتا ہے۔ اور جب تم لوگ عہد کر لو تو اللہ کی قسم کو پورا کرو۔ (اور قسموں کو نہ توڑو)۔

Marfat.com

۲۲- وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ۔

ترجمہ:۔ اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی جتنی کہ تمہیں ایذا پہنچی ہے۔

۲۳- وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ۔

ترجمہ:۔ جب ناپو تو پُورا ناپو اور ترازو کی ڈنڈی سیدھی رکھ کر تولو۔

۲۴- وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا الخ (بنی اسرائیل رکوع ۴)

ترجمہ:۔ زمین پر اکڑتا ہُوا نہ چل۔ نہ تُو زمین کو پھاڑ سکے گا، اور نہ لمبائی میں پہاڑوں کے برابر ہو سکے گا۔ پھر اکڑنا کس بات پر ہے۔

۲۵- اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنَ السَّيِّئَةَ۔

ترجمہ:۔ بدی کا دفعیہ تو بھلائی کے ساتھ کر۔

۲۶- اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الخ (سورۂ نور۔ رکوع ۳)

ترجمہ:۔ پاک دامن بھولی بھالی مومن عورتوں پر اتہام لگانے والوں پر دُنیا اور آخرت میں لعنت ہے۔

۲۷- لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا (نور رکوع ۴)

ترجمہ:۔ مومنو اپنے گھر کے سوا دُوسرے کے گھروں میں بے پُوچھے، اور ان پر سلام کئے بغیر نہ جاؤ اگر تم کو معلوم ہو کہ گھر میں کوئی نہیں ہے تو جب تک تم کو اجازت نہ ملے اس میں نہ جاؤ اور اگر تم سے واپس جانے کو کہا جائے تو واپس چلے جاؤ۔

۲۸- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ (نور رکوع ۸)

ترجمہ:۔ مومنو! تمہارے لونڈی غلام یا تمہارے نابالغ بچے، جب تمہارے

Marfat.com

پاس آنا چاہیں، تو تین وقتوں میں تم سے اجازت لے لیا کریں۔ ایک تو صبح کی نماز سے پہلے۔ دُوسرے جب تم اپنے کپڑے دوپہر کو قیلولہ کرنے کے لئے اُتارے ہُوئے ہو۔ اور تیسرے نمازِ عشاء کے بعد۔ یہ تین وقت تمہارے پردہ کے ہیں۔

۲۹۔ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الخ (فرقان رکوع ۶)

ترجمہ:۔ اللہ کے خاص بندے تو وُہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں۔ اور جب جاہل ان سے خطاب کرتے ہیں تو وہ سلام کرتے ہیں۔

۳۰۔ وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الخ (احزاب رکوع ۷)

ترجمہ:۔ جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر کسی خطا کے اذیّت پہنچاتے ہیں۔ وُہ بہتان اور صریح گناہ کا بار اپنے سر پر لیتے ہیں۔

۳۱۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ (حجرات رکوع ۲) مومنو! کوئی مرد کسی مرد پر نہ ہنسے شاید وُہ اس سے بہتر ہو۔ اور نہ کوئی عورت کسی عورت پر ہنسے شاید وہ اس سے بہتر ہو۔ باہم ایک دُوسرے کو طعنے نہ دو۔ اور نہ ایک دوسرے کو بُرے ناموں سے پکارو۔ ایمان کے بعد بدتہذیبی کا نام ہی بُرا ہے۔ مومنو! لوگوں کی نسبت بہت شک کرنے سے پرہیز کرو۔ ایک دُوسرے کی عیب جوئی اور غیبت نہ کرو۔

۳۲۔ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْھَرْ۔ ترجمہ:۔ سائل کو نہ جھڑکو۔

۳۳۔ اَلَّذِیْنَ ھُمْ یُرَآؤُنَ وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ۔

ترجمہ:۔ خرابی ہے ان کے لئے جو ریا کرتے ہیں۔ اور ماعون کو روکتے ہیں

Marfat.com

(ماعون سے مراد وُہ چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں، جو عام طور پر ہمسایوں کو دینی چاہئیں۔ مثلاً آگ، پانی، سُوئی، کلہاڑی، ترازو وغیرہ۔

(xiii) نذر (ماننا)

ایک مرتبہ حسنینؑ بیمار پڑ گئے۔ حضرت فاطمہؑ اور حضرت علیؑ نے نذر مانی کہ ہر دو بچے تندرست ہو جائیں گے تو اس کے شکریہ میں اللہ کے واسطے تین روز کے روزے رکھیں گے۔ اللہ کے فضل سے حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ اچھے ہو گئے۔ گھر میں افطار کا سامان کچھ نہ تھا۔ حضرت علیؑ ایک یہودی کے یہاں سے تین سیر جَو قرض لائے۔ حضرت فاطمہؑ نے پیس کر پہلے روزہ کے افطار کے لئے روٹی پکائی، ٹھیک روزہ کے افطار کے وقت مسکین نے آواز دی۔ اور پکی ہُوئی روٹی اس کو دے دی گئی۔ اور پانی سے روزہ افطار کر کے اللہ کا شکر ادا کیا۔

دُوسرے دن اسی طرح ایک یتیم کو روٹی دے دی گئی۔ تیسرے روز ایک قیدی نے سوال کیا۔ اس روز کے افطار کا سامان اس کو دیا گیا۔ اس طرح تین دن تک صرف پانی سے روزہ کھولا۔ اور مسلسل تین روز تک ہر دو نے پے در پے روزے رکھے۔ اس کے دُوسرے دن رسول اللہ صلعم حضرت خاتونِ جنت کے گھر تشریف لائے اور یہ حال دیکھ کر آپ کا جی بھر آیا۔ اس پر یہ آیت اُتری

یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَاَسِیْرًا (سورۂ دہر)

(xiv) اشتراکیت

قرآن مجید میں وُہ اشتراکیت تو نہیں ہے۔ جس کو آج کل اشتراکیت کہا جاتا

Marfat.com

ہے۔ اور جس کے اصول و قوانین آج کل کی اشتراکی حکومتوں نے وضع کر رکھے ہیں۔
قرآن مجید کی اشتراکیت صرف یہ ہے کہ ضرورت سے زیادہ مال کو جمع کر کے خدا کی مخلوق
کے ذرائع و رزق کو محدود و تنگ نہ کر دیا جائے اور مفلس و بیکار یا حاجت مندوں
کی ضروریات کی فراہمی پر بھی روپیہ خرچ نہ کیا جائے۔ اسی قسم کی فراہمی مال و جمع
کو خداوند تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور حکم دیا ہے کہ ہر شخص کے ضرورت سے زیادہ
مال میں حاجتمند مسلمانوں کا حق ہے۔ دولت مندوں اور خوش حال لوگوں یا اُن
اشخاص کو جو مستقل آمدنی رکھتے ہیں، یہ چاہیئے کہ وُہ اپنے مال میں سے فریضۂ
الٰہی (زکوٰۃ) کو بھی ادا کریں اور صدقات کے ذریعہ بھی ضرورت مند مسلمانوں
کی مدد کریں۔ اگر وُہ ایسا نہ کریں گے تو ان کا جمع کیا ہُوا روپیہ آخرت میں اِن کے
لئے موجب عذاب و وبال ہوگا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

والّذین یکنزون الذھب والفضۃ وَلا ینفقونھا فی
سبیل اللّٰہ فبشرھم بعذاب الیمہ یوم یحمٰی علیھا
فی نار جھنم فتکوٰی بھا جباھم وجنوبھم وظھورھم
ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون

ترجمہ:۔ جو لوگ سونا چاندی (یا ان کے سکّے) جمع کرتے ہیں اور
خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو اے محمدؐ تم دردناک عذاب
کی خبر دے دو جبکہ وُہ سونا چاندی جہنم کی آگ میں گرم کیا جائیگا۔
اور پھر ان کی پیشانیاں۔ ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں اس سے داغی
جائیں گی۔ اس وقت ان سے کہا جائے گا۔ یہی تو تم نے اپنے لئے

Marfat.com

جمع کیا تھا۔ اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔

۶۔ حاکم و محکوم کے لئے قرآنی احکام

قرآن مجید کے احکام و مسائل کے عنوان میں چونکہ ہم انتظام مُلکی اور سیاست کے قوانین و اصول درج کر چکے ہیں۔ اس لئے اس موقع پر اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

اہلِ کتاب وغیرہ اقوام سے تعلّقات

اِتحاد بین الاقوام اور اقوام اہلِ کتاب سے تعلّقات کی قرآن مجید اجازت دیتا ہے۔ چند آیات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتِ الخ (مائدہ رکوع ۱) ترجمہ:۔ آج تمہارے لئے تمام پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئی ہیں۔ اہلِ کتاب کا کھانا بھی تمہیں حلال ہے۔ اور تمہارا کھانا ان کو حلال ہے۔ (کھانے سے مُراد اہلِ کتاب کا ذبیحہ یا وہ پاک کھانا ہے۔ جس میں کوئی ممنوع چیز شامل نہ ہو اور تم پر اہلِ کتاب کی عورتیں بھی حلال ہیں۔ جبکہ تم اُن کا مہر دے کر اُن سے نکاح کرو۔

۲۔ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَھُمْ مَّوَدَّۃً الخ (مائدہ رکوع ۱۱) ترجمہ:۔ اور جو اپنے کو نصاریٰ کہتے ہیں انہیں اے محمدؐ! تم مُسلمانوں کی محبت میں نزدیک تر پاؤ گے۔ یہ اس لئے ہے کہ نصاریٰ میں علماء و مشائخ ہیں۔ اور یہ لوگ متکبّر نہیں ہیں۔

۳۔ وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَھْلَ الْکِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ۔ ترجمہ:۔ مسلمانو!

Marfat.com

اہلِ کتاب سے تم بحث نہ کرو مگر بطریقِ احسن۔

۴:۔ وَجَعَلْنَا فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ رَأْفَۃً وَّرَحْمَۃً ط۔ ترجمہ:۔ اور مسیحؑ کے تابعین کے دلوں میں ترس اور مہربانی پیدا کی۔

۷۔ قرآن کے علوم و فنون

قرآن مجید میں تمام علوم و فنون کا ذکر ہے لیکن انسانی عقل و فہم ان کے ادراک سے قاصر ہے۔ چند آیات جن سے دُنیا کے علوم و فنون پر روشنی پڑتی ہے درج کی جاتی ہیں۔

۱:۔ سائنس کی تحقیقات یہ ہے کہ زمین اپنے دونوں کناروں سے سُکڑتی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ اَولم یَرَوا انا تاتی الارض ننقصھا مِنْ اَطرافھا۔ ترجمہ:۔ کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ ہم زمین کو اس کے اطراف سے گھٹاتے چلے آتے ہیں۔

۲:۔ علمِ استدلال۔ لوکان فیھما الھۃ اِلّا اللہ لفسدتا۔

۳:۔ علمِ فرائض۔ یُوصیکم اللہ فی اولادکم الخ۔

۴:۔ علمِ ہیئت۔ افلم ینظروا فی ملکوت السمٰوٰت والارض الخ۔

۵:۔ علمِ ہندسہ۔ انطلقوا الی ظل ذی ثلٰث شعب۔

۶:۔ علمِ طب۔ جسمانی علمِ طب ان آیات سے نکلتا ہے۔ وکان ذٰلِکَ بین قواما شراب مختلف الوانہ الخ اور کلوا واشربوا ولا تسرفوا۔ اور رُوحانی علم طب اس جملہ سے وشفاء لما فی الصدور۔

Marfat.com

۷:- علمِ حساب - لتعلموا عدد السنین والحساب -
۸:- علمِ فلاحت - (کاشتکاری) افرأیتم ما تحرثون -
۹:- علمِ سیاحت - قل سیروا فی الارض -
۱۰:- علمِ نجوم - والنجوم مسخرات بامرہٖ -
۱۱:- علمِ تصوف - ویحبونھم ویحبونہ -
۱۲:- علمِ تعبیرِ خواب - علمتنی من تاویل الاحادیث -
۱۳:- علمِ جبر و مقابلہ - الٓمٓ - طٰہٰ - طٰسٓمٓ - کٓھٰیٰعٓصٓ - حٰمٓ عٓسٓقٓ -
۱۴:- علمِ تاریخ - واقعاتِ انبیاء -
۱۵:- فنِ شعر - والشعرآء یتبعھم الغاوٗن -
۱۶:- تجارت و جہاز رانی - وضع الفلک باعیننا -
۱۷:- فنِ عمارت و غوص - کل بنآء وّ غواص -
۱۸:- کتابت - وَعَلَّمَ بِالْقَلَمِ -
۱۹:- طبخ - بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ -
۲۰:- کیالت و وزن - وَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ -

رخوض سے تمام علوم و فنون قرآن مجید سے نکالے گئے ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں ہے - چند چیزیں بیان کر دی گئی ہیں -

اخلاق و نصائح

قرآن مجید اخلاق و نصائح کا ذخیرہ ہے تقریباً ہر صفحہ پر کوئی نہ کوئی نصیحت اور اخلاقی بات آپ کو ملے گی -

Marfat.com

حکومتِ الٰہیہ کی شوکت

قرآن مجید میں بہت سے مواقع پر حکومتِ الٰہیہ کی شوکت اور اختیارات کو بتایا گیا ہے۔ لیکن اس کی تشریح و تفصیل کی مقدمہ میں گنجائش نہیں ہے۔

۸۔ قرآنی پیشین گوئیاں

قرآن میں بہت سی پیشین گوئیاں ہیں جو حرف بحرف وہی ہوئی ہیں۔ تفصیل سے ان پر بحث کرنے کا موقع نہیں۔ اس کا اجمالی ذکر اعجازِ قرآن کے موضوع میں کیا جا چکا ہے۔

کلامِ الٰہی میں جو لاانتہا پیشین گوئیاں ہوئی ہیں۔ ان میں سے چند یہاں لکھی جاتی ہیں تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ سچے خدا نے سچے نبی کے ذریعہ جو سچا کلام انسانی ہدائت کے لئے بھیجا تھا۔ اس میں آنے والے واقعات کے متعلق کتنی سچی باتیں لکھی گئی ہیں۔ جو سو فیصدی سچی ثابت ہوئیں۔

۱:۔ قرآن حکیم میں حضورِ تاجدارِ انبیاء صلعم کی حفاظت کی پیشین گوئی۔

وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ۔

ترجمہ:۔ اللہ آپ کو دشمنوں سے محفوظ رکھے گا۔

مکہ، مدینہ ایران وغیرہ کے دشمنوں نے حضور صلعم کو بہت چاہا کہ ختم کر دیں۔ لیکن چونکہ حضورؐ کو اللہ رب العالمین کی ذات پر بھروسہ تھا۔ قرآنِ حکیم کے وعدہ پر اعتماد تھا۔ اس لئے مکہ کے کافروں، مشرکوں کے انتہائی تشدد کے بعد بھی آپ کی حفاظت ہوئی، حضرت عمرؓ ابن الخطاب کا حملہ کی نیت سے آنا۔ حضرت نبی صلعم کا شب

Marfat.com

ہجرت کو ننگی تلواروں کے سایہ میں سے صاف نکل جانا۔ غارِ ثور میں دشمنوں کا آپ کی گرفتاری میں ناکام ہونا۔ نجدی شیطان کا دار الندوہ میں حضورؐ کے قتل کی سازش میں ناکام ہونا۔ طائف میں آپ کا معجزانہ طریقہ سے زندہ بچ آنا، خیبر میں یہودیوں کا زہر دینا۔ عمرو بن حجافش یہودی کا حضورؐ کے قتل کی سازش کر کے پتھر گرانا۔ خسرو پرویز شہنشاہِ ایران کا آپ کے تبلیغی خط سے غصہ میں آکر آپ کی گرفتاری کا حکم دینا۔ یہود و منافقین کا باہمی حضورؐ کے خاتمہ کی سازش میں ناکام ہونا، یہ سب اعتماد علی اللہ اور آپ کی حفاظت کے لئے قرآن کی پیشین گوئی کرنا ہی دشمنانِ اسلام کی ناکامی اور نامرادی، ذلت و رسوائی کا باعث ہوا۔

۲:- صلح حدیبیہ کو جب کہ مسلمان اپنی شکست سمجھ کر مغموم تھے دشمنانِ اسلام اپنی فتح پر مغرور تھے لیکن قرآن حکیم نے اس کو فتح مبین قرار دے کر بڑے بڑے جنگ بازوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ صلح حدیبیہ کے بعد کثرت سے اسلام کا پھیلنا۔ قبائل سے دوستانہ تعلقات کا استوار ہونا اور پھر خیبر کے مشہور جنگی قلعہ کا فتح ہونا۔ یہ سب قرآن مجید کی پیشین گوئی تھا۔

۳:- قرآن شریف نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ لیکن تیرہ سو برس گزرنے کے بعد بڑے بڑے فصحا اور بلغاء قرآنِ عزیز کے اس دعوے کو جھٹلا نہ سکے۔ اور قیامت تک وہ اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز رہیں گے؟ جیسا کہ آج تک رہے۔

۴:- فتح بدر کے معرکہ میں لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ط کے ارشادِ خداوندی ہی کا یہ ظہور تھا کہ بڑے بڑے سردارانِ مکہ کو حضرت علیؓ نے گاجر

Marfat.com

مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ اور ۱۷ رمضان المبارک ۳ھ کو تین سو تیرہ صحابہ کرام نے کفّار کے ایک بڑے لشکر کو محیر العقول طریقہ سے شرمناک شکست ہُوئی۔

۵:۔ قرآن شریف نے ایرانیوں کی فتح کے بعد عیسائیوں کے ہاتھوں ان کے شکست پانے کی پیشین گوئی، جو سو فیصدی حالات کی نامساعدت کے باوجود پُوری ہُوئی۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیُغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ۝ حالانکہ مکّہ کے سردار ابن ابی کعب نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے سو اُونٹوں کی شرط بھی ہاری۔

۶:۔ حضور صلعم کے فاتحانہ مکّہ میں داخلہ کے روز خلق المسجد الحرام انشاء اللہ امنین الخ کا نزول ہی آپ کے داخلہ کا ضامن تھا۔ چنانچہ ۱۳ رمضان ۸ھ کو حضورؐ اور آپ کے صحابہ کرام مکّہ معظمہ میں نہایت شان سے فاتحانہ اِسی مکّہ میں داخل ہُوئے جس سے آپ ہجرت پر سفّاکانہ اور وحشیانہ مظالم کی وجہ سے مجبُور ہُوئے تھے۔

۷:۔ مدینہ منورہ میں حضور صلعم کی تشریف آوری سے پہلے یہود مدینہ کے حاکم تھے۔ قرآنِ حکیم نے ان کی ابدی غلامی پر مہر ثبت کر دی۔

۸:۔ یہود کے اس دعوے کو "۴۰ روز سے زیادہ کے لئے یہودی دوزخ میں نہ جائیگا" جھوٹا ثابت کرنے کے لئے چیلنج دیا۔ کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچّے ہو تو موت کی تمنا کرو۔ لیکن یہودی اس چیلنج کو قبول نہ کر سکے۔

۹:۔ خدا نے اپنے پاک نبیؐ سے یہ وعدہ قرآنِ حکیم میں کیا تھا کہ وُہ ان کو زمین

Marfat.com

پر اپنا خلیفہ بنائے گا۔ چنانچہ حضور صلعم، حضرات خلفائے راشدین رضؓ کو خلافت عطا ہوئی اور اس کے اثرات میں آجتک دُنیا کے بڑے حصّہ پر مُسلمان حکمران ہیں۔

۱۰:- قرآن شریف نے مُسلمانوں سے وعدہ کیا تھا کہ تم فتوحات سے پہلے سخت اِمتحان سے گذرو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جنگِ احزاب میں مُسلمان چیخ اُٹھے۔ کہ "خدا کی مدد کب آئے گی"۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ ھٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰہُ۔

۹۔ قرآن اور شاعری

قرآن مجید میں کئی جگہ بتایا گیا ہے کہ ہم نے اپنے رسُول محمدؐ کو شعر نہیں سِکھایا۔ اور قرآن مجید شاعر کا کلام نہیں ہے۔ بایں ہمہ علماء نے ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید میں اگرچہ وُہ شاعرانہ عناصر موجُود نہیں ہیں۔ جو شعر کے اصطلاحی اغراض ہیں۔ لیکن شعر کی تمام دُوسری خصُوصیات قرآن مجید کی آیات میں پائی جاتی ہیں۔ خصوصًا ان آیات میں جن میں حشر و نشر عذاب و ثواب اور دوزخ و جنّت کا ذکر کیا گیا ہے۔ یا جن میں کفّار کی ہجو و مذمت، اور مُسلمانوں کی مدح کی گئی ہے۔ یا جن میں کفّار و مشرکین سے معارضہ کیا گیا ہے۔ اور ان کے اعتراضات کا جواب دیا ہے۔

اس بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآنِ مجید کی آیات اگرچہ اصطلاحی اشعار نہیں ہیں لیکن خصُوصیات شعری ان میں پائی جاتی ہیں اور ان کا اثر شعر

Marfat.com

سے بدرجہا بڑھا ہُوا ہے۔ چند آیات اس سلسلہ میں مُلاحظہ ہوں۔

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ وَخَسَفَ الْقَمَرُ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرَ
یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ ۝ کَلَّا لَا وَزَرَ ۝ اِلٰی
رَبِّکَ یَوْمَئِذِ نِ الْمُسْتَقَرُّ ۝ وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰی
رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ وَوُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ بَّاسِرَةٌ تَظُنُّ اَنْ یُّفْعَلَ
بِهَا فَاقِرَةٌ ۝

ترجمہ:۔ جبکہ آنکھیں پتھرا جائیں گی۔ چاند بے نُور ہو جائے گا۔ آفتاب و ماہتاب یکجا کئے جائیں گے۔ اس دن انسان پُوچھے گا۔ آج کہیں جائے گریز ہے۔ ہرگز جائے گریز نہ ہو گی۔ نہ کافروں کو پناہ ہو گی اے مخاطب اُس روز تیرے رب کے پاس جائے پناہ ہو گی۔ کتنے چہرے اس روز شاش ہوں گے۔ اور اپنے رب کی رحمت کی طرف دیکھتے ہوں گے۔ یا وہ کتنے چہرے سُوکھے ہوں گے۔ اور یقین کرتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ وہ برتاؤ کیا جائے گا۔ جو جوڑ جوڑ ڈھیلے کر دے گا۔

محاکات شاعری کی ایک اہم خصُوصیات ہے ان آیات میں واقعات قیامت کی کس قدر اعلیٰ درجہ کی محاکات پائی جاتی ہے۔

۱۰۔ اِحسانات خُداوندی

خداوندِ تعالیٰ نے دُنیا پر اور مُسلمانوں پر جو احسانات کئے ہیں۔ ان کا

Marfat.com

ذکر قرآن مجید میں بہت سی جگہ آیا ہے ماسبق مضامین سے خدا کے بعض احسانات واضح ہو جاتے ہیں اس لئے تفصیلی تذکرہ کی ضرورت نہیں ہے۔

خُدا کی صفات

قرآن مجید میں خدا کی ذات و صفات کا ذکر بہت سی جگہ آیا ہے تفصیل کا موقعہ نہیں ہے۔ خدا کی ماہیت کے متعلق مشرکین و یہود نے حضورؐ سے جو سوال کیا تھا اس کے جواب میں سورۂ اخلاص نازل ہوئی تھی۔ اور اس سورۃ کے چند جملوں سے خدا کی ماہیت ذات اور صفات کا پورا علم ہوتا ہے۔

رسولؐ کی صفات اور مومنین کی صفات بھی قرآن مجید میں جا بجا آئی ہیں۔ جن کا احاطہ اس موقع پر ممکن نہیں ہے۔

مذکورہ بالا عنوانات کے علاوہ سینکڑوں اور عنوان ہیں۔ جن پر بحث کی ضرورت ہے۔ اور اس سلسلہ میں قرآنی تعلیم کی جامعیت و کمال کا اظہار ضروری ہے لیکن مقدمہ کے اوراق اس کی گنجائش نہیں رکھتے اس لئے ہم باب کو یہیں ختم کئے دیتے ہیں۔ دُوسرے ایڈیشن میں اگر خدا نے توفیق مرحمت فرمائی تو ہم اس باب میں اضافہ کی کوشش کریں گے اور جو ضروری چیزیں رہ گئی ہیں ان کو درج کر دیں گے۔

Marfat.com

باب ششم

قرآنی تاریخ

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱ -	صحائف الٰہیہ	۳۱۵
۲ -	قرآن مجید	۳۲۱
	(۱) زبانِ قرآن	۳۲۲
	(۲) رسم الخط	۳۲۳
	(۳) حفاظتِ قرآن	۳۲۴
	(۴) جمع و ترتیبِ قرآن	۳۲۶
۳ -	تذکرہ انبیاء علیہم السّلام	۳۲۹
۴ -	آسمانی کتابوں میں حضرت محمد صلعم کا ذکرِ پاک ۔	۳۳۱
۵ -	سری کرشن جی نے کیا فرمایا۔	۳۴۱
۶ -	فارقلیط ۔	۳۴۹
۷ -	حضورؐ کی آمد کی بشارت کی دُعاء ۔	۳۵۰
۸ -	عہدِ نبوی صلعم کے بُتوں کی تاریخ ۔	۳۵۲

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چھٹا باب

قرآنی تاریخ

قرآن مجید میں تاریخ کا عنصر کافی ہے اگر تفصیل سے اس پر بحث کی جائے تو مستقل کتاب تیار ہو جائے۔ مقدمتہ القرآن کی وسعت کے موافق ضروری باتیں لکھی جاتی ہیں۔

صحفِ الٰہیہ کی تاریخ جن کا ذکر قرآنِ حکیم میں ہے

دُنیا میں ہزاروں پیغمبر آئے ہیں اور ان میں سے بعض پہلے انبیاء کے پیرو ہوئے ہیں اور بعض مستقل مستقل انبیاء پر احکامِ الٰہی اور صحفِ سماوی نازل ہوتے رہے ہیں جس طرح یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کس قدر تعداد میں ان کا نزول ہوا ہے۔

قرآن مجید نے صرف پانچ کتابوں کو بتایا ہے جو دنیا میں مخلوق الٰہی کی ہدایت کے لئے خاص خاص انبیاء پر نازل ہوئی ہیں۔ انہیں کا ذکر ہم کرتے ہیں۔

صحیفۂ ابراہیمی

اُوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ پر جو وحی نازل ہوئی تھی۔ اور جس

Marfat.com

کو صحیفۂ ابراہیمی کہا جاتا ہے وہ آج دنیا میں مستقل حیثیت سے بالکل گم ہے۔ البتہ ضمنی صورت میں اس کا اور اس کی تعلیم و ہدایات کا ذکر قرآن مجید میں پایا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے حضرت ابراہیمؑ پر بیس صحیفے نازل ہوئے تھے جن کا کوئی وجود نہیں ہے۔

تورات

قرآن مجید میں ہے وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ۔ ترجمہ:۔ اور ہم نے موسیٰؑ کے لئے تختیوں پر ہر طرح کی نصیحت اور ہر شے کی تفصیل لکھ دی تھی۔

بنو اسرائیل جب فرعون کے ہاتھوں سے نجات پاکر بحر قلزم کو عبور کر گئے تو انہوں نے ایک مقام پر لوگوں کو بت پرستی کرتے دیکھ کر موسیٰؑ سے یہ خواہش کی، کہ ہمارے لئے بھی ایک بت بنا دو کہ ہم اس کو پوجا کریں۔ موسیٰؑ نے کہا تم تو جاہل ہو بت پرستی کا طریقہ ہلاک ہونے والا ہے۔ تمہارا معبود تو اللہ ہے، صرف اسی کو پوجو۔

اس کے بعد بنو اسرائیل کی خواہش سے حضرت موسیٰؑ کوہ طور پر احکام الٰہی کو لینے گئے اور اپنے بھائی ہارونؑ کو اپنا جانشین مقرر کر گئے۔ کوہ طور پر موسیٰؑ چالیس دن رہے اور ان کو احکام الٰہی کی الواح (یعنی توراۃ) لکھی ہوئی ملیں۔ واپس آکر حضرت موسیٰؑ نے دیکھا کہ بنو اسرائیل نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی ہے۔ یہ دیکھ کر موسیٰؑ غضب ناک ہو گئے۔ اور بنو اسرائیل سے کہا۔ تم نے یہ کیا کیا۔ اپنے معبودِ حقیقی کے وعدہ کا بھی لحاظ نہیں کیا اور اس کے بعد الواح (توراۃ) کو زمین

Marfat.com

پر ٹپک دیا۔" اور اپنے بھائی ہارونؑ کا سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ ہارونؑ نے اپنی مجبوریوں کا ذکر اور خدا سے بخشش کی درخواست کی۔ پھر جب موسیٰؑ کا غصّہ فرو ہوا۔ تو انہوں نے الواح کو اُٹھا لیا۔ اور اس کے احکام کی تبلیغ شروع کی۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے الواح کو صندوق میں بند کرا دیا تھا۔ اسی صندوق کا ذکر قرآن مجید میں غالباً تابوتِ سکینہ کے نام سے کیا گیا ہے۔ حضرت مُوسیٰؑ کی وفات کے بعد یوشعؑ بن نوُن اُن کے جانشین قرار پائے۔ اور تابوت ان کے پاس رہا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد فلسطین کا بادشاہ جالوت بنو اسرائیل سے تابوت کو چھین لے گیا اور حضرت داؤد علیہ السّلام کی پیدائش کے بعد ان کی نوجوانی تک وُہ اسی کے پاس رہا۔

پھر بنو اسرائیل کا بادشاہ طالوت جالوت سے لڑنے کے لئے فلسطین کی جانب چلا۔ حضرت داؤدؑ اس وقت نوجوان تھے اور طالوت کے لشکر میں شامل تھے۔ حضرت داؤدؑ نے جالوت اور اس کی سپاہ کو برباد کر دیا۔ اور طالوت نے فلسطین پر قبضہ کر لیا۔ تابوتِ سکینہ اس جنگ میں حضرت داؤدؑ کے ہاتھ آیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں اس کا تذکرہ ان الفاظ میں ہے۔

وقال لھم نبیّھُمْ ان اٰیۃَ مُلکہٖ ان یأتِیکُمُ التابوت
سکینۃ من ربّکُمْ وبقیۃ ممّا ترکَ اٰل موسٰی وَ اٰلِ
ھَارون ط

ترجمہ:۔ پھر بنو اسرائیل کے نبی نے کہا طالوت کی بادشاہت کی نشانی

Marfat.com

یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایک صندوق ہے اور صندوق میں تمہارے لئے تسلی (توراۃ) اور آلِ موسیٰؑ و آلِ ہارون کی متروکہ چیزیں۔

حضرت داؤدؑ طالوت کی وفات کے بعد اس کے جانشین ہوئے۔ اور حضرت داؤدؑ کے بعد حضرت سلیمانؑ ان کے جانشین ہوئے۔ حضرت سلیمانؑ نے تابوتِ سکینہ کو کھول کر دیکھا تو اس میں پتھر بھرے ہوئے تھے۔ اور توراۃ کی صرف دو لوحیں تھیں۔ جن پر دس احکام لکھے ہوئے تھے۔

اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جالوت اور بنو اسرائیل کے دوسرے دشمنوں نے تورات کو ضائع کر دیا تھا۔ صرف اس میں سے دو لوح باقی بچیں تھیں۔ حضرت سلیمانؑ نے اس تابوت کو توراۃ کے ان نسخوں کو جو بعد میں ترتیب دیئے گئے تھے مسجدِ اقصیٰ میں رکھوا دیا۔

حضرت سلیمانؑ کے بعد بخت نصر شاہ بابل نے بیت المقدس پر حملہ کیا۔ مسجدِ اقصیٰ کو ڈھا دیا اور لاکھوں یہود کو قتل و گرفتار کر لیا اور اس ہنگامہ میں تابوتِ سکینہ اور توراۃ کے مرتب کئے ہوئے نسخے سب برباد ہو گئے۔ پھر ستر برس کے بعد جب یہود پھر بیت المقدس میں واپس آئے تو ان کے پاس توراۃ کیا، کوئی کتاب بھی نہ تھی۔ یہود کے انبیاء نے پھر توراۃ کو یادداشتوں سے مرتب کیا، اور مسجدِ اقصیٰ میں رکھ دیا۔ لیکن اس کے بعد بھی مسجدِ اقصیٰ پر متعدد حملے ہوئے اور جو کتب وہاں رکھی ہوئی تھیں ان کو ضائع کر دیا گیا۔ حضرت مسیحؑ کی پیدائش سے تقریباً ۶۵ سال پہلے مسجد اقصیٰ کو تعمیر کیا گیا۔ اور زبانی روایات سے توراۃ اور زبور کے احکام و قصص کو پھر مرتب کیا گیا۔ یعنی عمل کی دنیا میں حقیقی تورات

Marfat.com

کہیں وجود نظر نہیں آتا۔

حضرت عیسیٰؑ دنیا میں تشریف لائے تو انہوں نے توراۃ کی تعلیم کو پھر زندہ کیا۔ اور توراۃ کے احکام سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ لیکن یہود نے مسیحؑ کو نہ مانا اور ان کی نبوت پر ایمان نہ لائے۔ حضرت عیسیٰؑ کے بعد جب یہود کو پھر کچھ امن ملا تو انہوں نے ضائع شدہ توراۃ کی تعلیمات کو پھر مرتّب کیا۔ یہی وہ مجموعہ ہے جو آج کل توراۃ کے نام سے مشہور ہے۔ اور جس کی نسبت یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ اصلی توراۃ نہیں ہے۔

زبور!

قرآن مجید میں بتایا گیا ہے کہ وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا۔ یعنی ہم نے داؤدؑ کو زبور عطا کی تھی۔ زبور کے معنی کتاب کے ہیں۔ دوسرے صحیفہ الہیہ کی طرح زبور نثر میں نہیں نظم میں تھی۔ اور اس میں مناجاتیں اور دعائیہ قطعات تھے۔ جن کو حضرت داؤدؑ گایا کرتے تھے اور خدا نے ان کو خاص خوش الحانی عطا کی تھی۔ زبور کا بھی وہی حال ہوا۔ جو تورات کا ہوا تھا۔ یعنی یہ کتاب بھی تورات کے مرتّب کئے ہوئے مجموعہ کے ساتھ مسجد اقصیٰ میں رکھی ہوئی تھی جو متعدد حملوں اور جنگوں میں ضائع ہو گئی۔

زبور کا موجودہ نسخہ بھی بعد کا مرتّب کیا ہوا نسخہ ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس میں انسانی کلام کا عنصر زیادہ اور بہت زیادہ ہے۔ اس لئے یہ بھی قابلِ اعتماد نہیں ہے۔

Marfat.com

انجیل!

چوتھی آسمانی کتاب جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ انجیل ہے، جو حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی ہے۔ حضرت مسیحؑ کے زمانہ میں انجیل کو مُرتب نہیں کیا گیا۔ عرصۂ دراز کے بعد مسیحؑ کے حواریوں نے انجیل کو ترتیب دیا۔ اور مختلف حواریوں کے نام سے مختلف انجیلیں مُرتّب ہوئیں۔ جن میں چار بہت مشہور ہیں۔ جن کی مختصر کیفیت یہ ہے۔

۱۔ انجیل متی

سنہ ۶۲ء میں حضرت مسیحؑ کے حواری متی نے عبرانی زبان میں ترتیب دیا جس کی اصل آج دُنیا میں موجود نہیں۔ صرف تراجم موجود ہیں اور نہیں کہا جا سکتا کہ تراجم صحیح ہیں یا غلط۔ کیونکہ اصل مقابلہ کے لئے موجود ہی نہیں ہے۔

۲۔ انجیل یوحنّا

حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے ستّر برس بعد ان کے سب سے کمسن حواری یوحنّا نے اس کو مُرتّب کیا تھا۔ لیکن مسیحی مؤرخین کا خیال ہے کہ یوحنّا نے کوئی کتاب مُرتّب نہیں کی تھی۔ کسی دُوسرے شخص نے ان کے نام سے اس انجیل کو مُرتّب کیا تھا۔

۳۔ انجیل مرقس

حضرت مسیحؑ کے ترسٹھ سال بعد مرقس نامی ایک شخص نے جس کو برناباس حواری کا بھانجا بتایا جاتا ہے۔ اس کو ترتیب دیا تھا۔ لیکن اس نے کسی حواری کو یہ کتاب نہیں دکھائی اصل آج دُنیا میں موجود نہیں۔ صرف تراجم پائے

Marfat.com

جاتے ہیں۔

۴۔ انجیل لُوقا

بعض لوگ لوقا کو حواری کہتے ہیں۔ اور بعض پولاس کا شاگرد بتاتے ہیں۔ لُوقا نے حضرت مسیحؑ کے بعد عیسویت کو اختیار کیا تھا۔ اس کی اصل کتاب دُنیا میں موجود نہیں صرف تراجم پائے جاتے ہیں۔

انجیل کی اس مختصر تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ اصل انجیل دنیا سے گم ہے صرف تراجم موجود ہیں جو قابلِ اعتبار نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان اناجیل میں ممکن ہے حضرت مسیحؑ کے کچھ اقوال ہوں۔

قرآن مجید!

پانچویں الہامی کتاب جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے خود قرآن مجید ہے۔ جس کا نزول رمضان ۱ سنہ نبوی سے شروع ہوا تھا اور ۲۳ برس تک واقعات وحالات کے مطابق نازل ہوتا رہا۔

حضورؐ کی زندگی ہی میں بہت سے صحابہ نے قرآن مجید کو حفظ کر لیا تھا۔ اور اس کے تمام اجزاء حضورؐ کی حیات ہی میں چمڑے کے ٹکڑوں پتوں اور ہڈیوں پر لکھ لئے گئے تھے اور صحابہ کرامؓ کے پاس موجود تھے۔

قرآن مجید کی تاریخ کے سلسلہ میں چند باتیں قابلِ گذارش ہیں۔ جن کا جاننا اس موقع پر ضروری ہے۔

Marfat.com

(۱) زبانِ قرآن!

قرآن مجید میں بتایا گیا ہے کہ قرآن عربی زبان میں ہے۔ اور خدا نے اس کو فصیح عربی زبان میں اُتارا ہے۔ واضح ہو کہ عبدالملک بن حبیب کا دعویٰ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں جنت سے عربی زبان لے کر آئے تھے کچھ عرصہ بعد اسی عربی زبان کی صورت ملک شام میں پہنچ کر جس کو عربی میں سوری یا سوریا کہا جاتا ہے سریانی میں تبدیل ہو گئی۔

حضرت نوحؑ کی قوم طوفان سے پہلے سوریا شام ہی میں مقیم تھی۔ اور طوفان آنے سے پہلے خدا کے حکم سے جو لوگ حضرت نوحؑ کی کشتی میں سوار ہوئے تھے ان کی زبان بھی بگڑی ہوئی عربی یا سریانی تھی۔ صرف ایک شخص جرہم تھا جو اصلی عربی زبان بولتا تھا۔ طوفان کے بعد جب لوگ کشتی سے اُتر کر مختلف علاقوں میں جا کر آباد ہوئے تو حضرت نوحؑ کے پوتے ارم نے جرہم کی بیٹی سے شادی کر لی اور ان سے جو اولاد ہوئی۔ یعنی قبائل عوص ابوعاد۔ عبیل۔ جائر۔ ابوشود۔ اور حدیس۔ ان سب کی زبان عربی ہوئی۔ اور حضرت نوحؑ کے دوسرے پوتے ارفخشد کی اولاد کی زبان بدستور سریانی رہی۔ جو یمن اور اطراف میں آباد تھے۔ پھر اس علاقہ میں جب حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد آ کر آباد ہوئی تو یہاں کے قبائل بنو قحطان نے ان سے عربی زبان سیکھی۔

عربی زبان تمام زبانوں میں افضل و بہتر قرار دی گئی ہے۔ اور اس کی فضیلت کا ذکر قرآن مجید میں بار بار کیا گیا ہے۔ وجہ فضیلت کیا ہے؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ اکثریت کی رائے یہ ہے کہ عربی زبان کی فضیلت تصریف اور اعراب

Marfat.com

ی وجہ سے ہے۔ یعنی مثلاً اعراب وحرکات کی تبدیلی اور تصریف یعنی لفظ یا جملہ
ی ہیئت کے ادنیٰ تغیر سے معانی میں اختلاف وتغیر واقع ہو جاتا ہے۔ اور ایک
ی لفظ اعراب وحرکت کی تبدیلی سے دوسرے معانی پیدا کرتا ہے اور لفظ میں
ذرا سی تبدیلی معانی کو بدل دیتی ہے اور یہ خوبی کسی اور زبان میں نہیں ہے۔
پھر عربی زبان میں اس قدر خصوصیات پائی جاتی ہیں اور اس میں الفاظ کا اتنا بڑا
ذخیرہ ہے کہ کسی اور زبان میں نہیں پایا جاتا۔ اور ساتھ ہی عربی زبان اپنے اندر
بعض ایسے الفاظ بھی کہتی ہے جو کسی تغیر کے متعدد معانی دیتے ہیں۔ یہاں تک
کہ بعض الفاظ کے معانی پانسو بتائے گئے ہیں۔

۲۔ رسم الخط

قرآن مجید کا رسم الخط آج تک وہی چلا آتا ہے جس سے اس کی ابتداء ہوئی تھی
یعنی حضورؐ کے عہد میں جس رسم الخط میں قرآن مجید کو لکھا گیا تھا۔ ساڑھے تیرہ سو برس
گذر جانے کے بعد آج بھی اس کا رسم الخط وہی ہے اور اس پابندی کا نتیجہ یہ ہے
کہ قرآن مجید کے لب ولہجہ، قرأت اور حروف کے ادا کرنے کے طرز میں کوئی فرق
نہیں آیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید کو جس
طریقہ پر حضورؐ کے عہد میں لکھا گیا تھا۔ اسی طریقہ پر لکھا ہوا اب تک چلا آتا ہے اور
الفاظ کے املا، حروف کی نشست اور صورت میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔

عربی زبان کی کتابت، اصولِ کتابت اور طرزِ تحریر میں ہمیشہ تغیر وتبدل ہوتا
رہا ہے۔ لیکن قرآن مجید کے اصولِ کتابت اور طرزِ تحریر میں آج تک کوئی تبدیلی
نہیں ہوئی ہے اور علماء اسلام نے حفاظتِ قرآن کے سلسلہ میں اس امر کو واجبت

Marfat.com

ضروری قرار دیا ہے کہ حضورؐ کے عہد میں قرآن کا جو لفظ جس طرح لکھا گیا ہے۔ اسی طرح اس کو باقی رکھا گیا ہے۔

۳۔ حفاظتِ قرآن

قرآنِ مجید میں بتایا گیا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ یعنی یہ قرآن ہم نے خود اُتارا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حفاظتِ قرآن نہایت اہم چیز ہے۔

دنیا میں ہزاروں انبیاء نازل ہوئے اور بہت سی کتابیں ان پر نازل ہوئیں، جو انسانی ہدایت اور صلاح و فلاح کا سرچشمہ تھیں۔ لیکن انسان کی فطری شرارت اور پھر بدبختی نے قوانینِ الٰہی کے ان مجموعوں کو محفوظ و باقی نہیں رکھا اور اسلام سے پہلے کی تمام سماوی کتابیں ضائع ہوگئیں۔ اور جو باقی تھیں۔ ان کو مذہبی پیشواؤں نے نفس پرستی اور دُنیاوی حرص و طمع میں پڑکر اور عوام کی نادانی اور جہالت سے فائدہ اُٹھاکر بالکل مسخ کر دیا۔

حضورؐ چونکہ خاتم الانبیاء تھے اور قرآن دُنیا کے لئے سب سے آخری کتاب الٰہی تھا۔ اس لئے قدرت نے آخری کتاب کی حفاظت اپنے ذمہ لی تاکہ یہ قانونِ الٰہی قیامت تک باقی رہے اور انسانی مخلوق ہر زمانے میں اس قانون پر عمل کرتی ہے۔

خداوند تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت ابتداء سے کی ہے اور آخر وقت تک کرتا رہے گا۔ چنانچہ سب سے پہلے قرآن مجید کو خدا نے شیاطین کی دسترس سے بچانے کا اہتمام کیا۔ جس کا ذکر سورۂ جن میں ہے۔ پھر قرآن کو حضورؐ تک پہنچانے کے لئے اس

Marfat.com

فرشتہ کو منتخب کیا جس کا لقب امین ہے جیسا کہ قرآن مجید کی سورۂ تکویر میں بیان کیا گیا ہے۔ پھر حضور کو وحی الٰہی کا مہبط قرار دیا۔ جن کی ذاتِ اقدس دشمنوں میں بھی امین کے نام سے مشہور تھی۔ اور جن کے صادق ہونے کا سب سے بڑا ثبوت خود ان کی زندگی کو بتایا گیا ہے۔ پھر خداوندِ تعالیٰ نے قرآن مجید کو بعینہٖ محفوظ رکھنے کے لئے اس قوم کے لوگوں کو منتخب کیا جو اپنی قوتِ حافظہ میں دُنیا کے اندر اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور جو انسانوں سے گذر کر گھوڑوں اور اونٹوں کے نسب نامے پشتہا پشت تک یاد رکھتے تھے۔ پھر ان لوگوں میں سے بھی خدا نے کتابتِ وحی کے لئے ان اشخاص کو منتخب کیا۔ جن کی تعریف میں قرآن نے ان کے تقویٰ اور نیکوکاری کو خاص طور پر بیان کیا ہے۔

عرب قوم کا حافظہ اگرچہ اتنا قوی تھا کہ وُہ ایک مرتبہ قصیدہ سُن کر پُورا قصیدہ یاد کر لیتے تھے۔ بایں ہمہ حضورؐ نے حفاظتِ قرآن کے سلسلہ میں ان کی قوتِ حافظہ پر اعتماد نہیں کیا۔ اور قرآن کا جو حصّہ نازل ہُوا اس کو فوراً لکھوا دیا اور خود صحابہ بھی اپنے پڑھنے کے لئے قرآن کو لکھتے اور جمع کرتے رہے۔

مختصر یہ کہ عہدِ نبوی میں قرآن مجید کتابت اور حفظ کے ذریعہ محفوظ رہا اور اس کے بعد بھی برابر اس کا اہتمام جاری رہا۔ یہاں تک کہ آج تیرہ سو چھیانوے برس گزر جانے پر بھی قرآن مجید کے لاکھوں حافظ دُنیا میں موجُود ہیں۔ اور کروڑوں کی تعداد میں قرآن مجید کے اصل و صحیح نسخے دُنیا میں پائے جاتے ہیں۔ اور روزانہ ان کی تلاوت کی جاتی ہے۔ اور آئندہ بھی قیامت تک خداوند تعالیٰ اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے۔ اور وہ محفوظ رہے گا۔

Marfat.com

۴۔ جمع و ترتیب قرآن

جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ جس طرح قرآن کی ہر ایک آیت اور ہر ایک جملہ الہامی ہے اسی طرح قرآن مجید کی آیات اور سورتوں کی ترتیب بھی الہامی ہے۔

یہ بات تو ہر شخص کو معلوم ہے کہ قرآن مجید کا یہ مجموعہ مرتب ہو کر بیک وقت نازل نہیں ہوا۔ بلکہ حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا حضورؐ کی زندگی کے آخر تک نازل ہوتا رہا ہے۔ اور یہ بات بھی تمام مسلمانوں کو معلوم ہے کہ قرآن مجید کا جو حصہ نازل ہوتا تھا۔ حضورؐ اس کو فوراً لکھوا دیا کرتے تھے۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ قرآن مجید کو نزول کی ترتیب پر نہیں لکھواتے تھے بلکہ وحی الٰہی کے مطابق ربط و نظام سے مناسب مقام و سورۂ آیات کو لکھوایا کرتے تھے۔ یعنی وحی الٰہی کے ذریعہ جن سورتوں کا کچھ حصہ نازل ہو چکا تھا۔ آئندہ نازل ہونے والی آیات کو حکم الٰہی سے انہیں سورتوں میں درج کرایا کرتے تھے اور جو نئی سورتیں شروع ہوتی تھیں ان کو علیحدہ رکھتے تھے۔ چنانچہ ابوداؤد کی روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ "حضورؐ پر جب آیات نازل ہوتیں تو آپ کسی کاتب کو بلاتے اور فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورۃ میں جس میں یہ بیان ہے لکھ لو۔ اور آپ کا یہ حکم الہام پر مبنی ہوتا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ جب آیت وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ الخ نازل ہوئی تو حضرت جبرئیل نے حضورؐ سے فرمایا اس آیت کو سورۂ بقر کی آیت وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ کے بعد لکھوایئے۔

احادیث میں اس قسم کے متعدد واقعات درج ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا

Marfat.com

ہے۔ کہ آیات کا سُورۃ میں اندراج حکم الٰہی سے ہُوا ہے اور سُورتیں حکم الٰہی سے مُرتب ہُوئی ہیں۔ ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضورؐ کو سُورتوں کے فصل کا حکم نہ ہوتا تھا۔ اس کے لئے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہوئی۔ اور ہر سُورۃ کے آغاز میں بسم اللہ لکھ دی گئی۔ اور اس سے سُورتوں کا امتیاز ہو گیا۔

صحاح ستہ کی روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں فلاں فلاں سورتیں پڑھا کرتے تھے یا فلاں سورۃ سے لے کر فلاں سورۃ تک اتنی سُورتیں پڑھا کرتے تھے۔ ان روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ سُورتوں کو خود حضورؐ نے حکم الٰہی سے ترتیب دیا تھا۔

غرض سُورتوں کی ترتیب اور سُورتوں میں آیات کی ترتیب یہ سب حکم الٰہی سے عہدِ نبوت میں ہوا تھا۔ اور جمہور علماء کا عقیدہ یہی ہے کہ قرآن مجید کی موجودہ ترتیب توقیفی یعنی خدا کی جانب سے ہے۔ چند دلائل اِس سلسلہ میں اُوپر بیان ہو چکے ہیں۔ ایک اور دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم احادیث کے بیان کے مطابق ہر سال قرآن پیش کیا جاتا تھا۔ یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام حضورؐ سے قرآن کا دَورہ کیا کرتے تھے۔ اور جس سال حضورؐ نے وفات پائی ہے اس سال دو مرتبہ ایسا ہُوا تھا۔

اب رہا جمع قرآن کا وُہ واقعہ جو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں وقوع میں آیا تھا۔ وُہ حقیقت میں ترتیبِ قرآن مجید کا واقعہ نہیں صرف جمع قرآن کا واقعہ ہے۔ جس کی صورت یہ ہُوئی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چونکہ زندگی کے آخری لمحہ تک نزولِ وحی کا انتظار رہا

Marfat.com

تھا اس لئے آپ نے اپنے عہد میں اگرچہ آیات و سُورۃ کو حکم الٰہی سے ترتیب دے لیا تھا۔ لیکن آپ قرآن کو جمع نہیں کر سکے تھے۔ قرآن کے مختلف اجزا لکھے ہوئے تھے اور ایک جگہ جمع نہ ہو سکے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے عہد میں جب مسلمانوں کی مسیلمۂ کذاب کے لشکر سے مشہور لڑائی جنگِ یمامہ ہوئی اور اس میں ستر ایسے صحابہ شہید ہوئے جو حافظِ قرآن تھے۔ تو حضرت عمر رضؓ نے حضرت ابوبکر رضؓ سے اپنا اندیشہ ظاہر کیا اور یہ رائے دی کہ قرآن کو ایک جگہ جمع کر لیا جائے۔ اوّل تو حضرت ابوبکر رضؓ نے اس کام کو کرنے سے اِنکار کیا جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تھا۔ لیکن جب عمر رضؓ نے ضرورت و مصلحت کو دلائل سے پیش کیا تو حضرت ابوبکر رضؓ اس پر آمادہ ہو گئے۔ اور جمع قرآن کا حکم دے دیا۔ اور کاتبانِ وحی نے قرآن کے اجزاء کو فراہم کر کے ترتیبِ نبوی کے مطابق جمع کر دیا۔ غرض یہ کہ حضرت ابوبکر رضؓ کے زمانہ میں قرآن کو صرف جمع کیا گیا ہے۔ ترتیب نہیں دیا گیا۔ ترتیب وہی پہلی تھی جو حضورؐ کے عہدِ مبارکہ میں ہو چکی تھی۔

حضرت عثمان رضؓ کے عہد میں قرآن کا رسم خط معین کیا گیا ہے اور قرآن کی جمع و ترتیب کو بدستور باقی رکھا گیا ہے اور اس کی صورت یہ ہوئی ہے کہ جب اِسلامی فتوحات کا دائرہ وُسعت پذیر ہوا اور عجمی ممالک پر مُسلمانوں نے قبضہ کر لیا اور عجمی لوگ مُسلمان ہوئے تو عربی زبان کی ناواقفیّت کے سبب قرآن مجید کی قرأت میں اختلافات پیدا ہو گئے۔ حذیفہ بن یمان رضؓ نے مفتوحہ مقامات سے واپس آ کر حضرت عثمان رضؓ سے اس واقعہ کو بیان کیا کہ اختلاف قرأت سے

Marfat.com

قرآن کے معانی و مطالب پر اثر پڑنے کا اندیشہ ہے۔ حضرت عثمانؓ نے یہ سُن کر قرآن مجید کے اس نسخہ کو منگوایا جو حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد حضرت حفصہؓ کے پاس محفوظ تھا اور صحیح قرأت کے موافق اس کی چند نقلیں کرائیں اور اسلامی ممالک میں بھجوا دیں اور یہ حکم جاری کر دیا کہ اسی کے موافق لوگ قرآن کی تلاوت کیا کریں۔

اس سارے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید حضورؐ کے عہد میں اپنی موجودہ شکل میں مرتب ہو چکا تھا۔ لیکن چونکہ اس کے اجزاء متفرق تھے۔ اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے انہیں ایک کتابی شکل میں جمع کر دیا اور حضرت عثمانؓ نے جب اپنے عہد خلافت میں یہ دیکھا کہ لہجہ اور تلفظ کے اختلافات کی بناء پر خرابیاں پیش آنے کا اندیشہ ہے تو انہوں نے عہد صدیقی کے نسخہ کی چند نقلیں صحیح قرأت کے مطابق کرا کے تمام اسلامی مقبوضات میں بھجوا دیں اور یہ حکم دے دیا کہ لوگ اسی قرأت کے مطابق قرآن کو پڑھیں۔

تذکرہ انبیاء علیہم السلام

اُوپر بتایا جا چکا ہے کہ آفرینش دُنیا سے حضورؐ کے عہد تک کثرت سے انبیاء آئے ہیں اور دُنیا کے ہر ملک ہر قوم اور ہر قبیلہ کی صلاح و فلاح کی خدمات اُنہوں نے انجام دی ہیں۔

قرآن مجید میں بعض انبیاء کے نام اور قصّے بیان کئے گئے ہیں اور بعض کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ جن انبیاء کا تذکرہ قرآن میں آیا ہے۔ ان کے حالات

Marfat.com

اور متعلقہ قصص ہم قصصِ قرآن کے عنوان میں درج کر چکے ہیں۔ صرف آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصر حالات کو ہم اس جگہ لکھتے ہیں۔

آنحضرت خاتم الانبیاءؐ کے حالات

حضرت محمد مصطفےٰ صلعم اگرچہ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے ہیں۔ لیکن سلسلۂ نسب کا عدنان سے آگے صحیح پتہ نہیں چلتا۔ حضورؐ نے بھی اپنے سلسلۂ نسب کو اکیس واسطوں سے عدنان تک بتایا ہے۔ اور عدنان کے آگے بیان کرنے یا سلسلہ کو ملانے سے منع فرمایا ہے۔

حضورؐ حضرت آدم علیہ السلام سے چھ ہزار ایک سو تیرہ برس بعد ربیع الاوّل ۴۲ سنہ کسروی مطابق ۲۹ اگست ۵۷۰ء کی اور ۱۲ ربیع الاوّل کو دوشنبہ (پیر) کے دن صبح کے وقت مکہ میں پیدا ہوئے آپ کے والدؓ کا آپ کی پیدائش سے پہلے انتقال ہو چکا تھا۔ اور آپ کی عمر چھ سال کی تھی کہ آپ کی والدہؓ نے بھی انتقال فرمایا۔ ماں کی وفات کے بعد آپ کے دادا اور پھر چچا نے آپ کو پرورش کیا۔ پچیس سال کی عمر میں آپ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے جو بیوہ تھیں اور چالیس سال کی عمر رکھتی تھیں نکاح کیا۔

آپ کی عمر کا چالیسواں سال شروع ہوا تھا کہ آپ کو خلوت میں عبادتِ الٰہی کا شوق ہوا۔ اور آپ غارِ حرا میں جو مکے سے تھوڑے فاصلہ پر تھا، جاکر عبادت کرنے لگے یہ سلسلہ عرصہ تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ جب آپ کی عمر پورے چالیس سال کی ہو گئی تو غارِ حرا میں آپ کو رسالت کا خلعت پہنایا

Marfat.com

گیا اور وحی الٰہی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

تیرہ سال تک حضور صلعم مکہ اور اطراف مکہ میں دینِ الٰہی کی تبلیغ کرتے رہے لیکن بہت کم لوگ مسلمان ہوئے اور اس سلسلہ میں مشرکینِ مکہ و قریش وغیرہ نے آپ کو اور مسلمانوں کو اس قدر سخت تکلیفیں پہنچائیں کہ آپ ہجرت پر آمادہ ہو گئے اور حکم الٰہی سے مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے گئے۔

مدینہ میں دینِ الٰہی نے قوت حاصل کی اور صرف ڈیڑھ ہی سال میں اس قابل ہو گئے کہ مشرکین قریش کا مقابلہ کر سکیں۔ چنانچہ سب سے پہلی جنگ مسلمانوں کی مشرکین قریش سے بدر کے مقام پر ہوئی۔ جس میں مسلمانوں نے شاندار کامیابی حاصل کی۔ اور اس کے بعد جنگوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور اسلامی اقتدار کا دائرہ وسعت اختیار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ تقریباً سارے عرب پر مسلمانوں کا اقتدار قائم ہو گیا۔

مدینہ میں حضورؐ نے صرف دس سال بسر کئے اور تریسٹھ سال کی عمر میں ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ ہجری کو انتقال فرمایا۔

قرآن مجید میں حضورؐ کی ذات و صفات وغیرہ کے متعلق بہت سی آیات ہیں اس موقع پر تفصیل سے ان کا ذکر طوالت کا باعث ہو گا۔ اس لئے صرف چند باتوں پر اکتفا کی جاتی ہے۔

آسمانی کتابوں میں حضورِ انورؐ کا ذکرِ پاک

حضرت نبیٔ کریم اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عالمگیر اور ختمِ نبوت کی تصدیق

Marfat.com

کے لئے تمام آسمانی کتابوں میں آپ کی بعثت کا تذکرہ مختلف نوعیتوں میں صاف موجود ہے جس سے زیادہ حضورؐ کے دعاوی کی سچائی کا ثبوت نہیں ہو سکتا کہ آج دنیا کے ہر آسمانی صحیفہ میں آپؐ کا ذکرِ پاک موجود ہے۔

نبیوںؑ کا مبارکؐ عہد!

۱- واذ اخذ اللہ میثاق النبیّٖن لمآ اٰتیتکم من کتاب و حکمۃ ثم جآءکم ورسول مصدّق لّما معکم لتؤمنّن بہٖ ولتنصُرنّہٗ قال ءَاَقررتم واخذتم علی ذٰلکم امری قالوا اقررنا ؕ

ترجمہ:- یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب تم کو کتاب و حکمت دُوں اور تمہارے پاس رسول آئے، جو تمہاری تصدیق کرتا ہوا اس پر تم ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔

۲- قال فاشھدوا وانا معکم من الشّٰھدین یؤتی بعد ذٰلکّ فاولٰٓئکَ ھم الفاسقون ؕ

ترجمہ:- کیا تم سب نے اس پر اقرار نہ کیا؟ اور بڑا بھاری ذمہ نہ لیا؟ انبیاء نے عرض کیا ہم ایمان لائے (پھر فرمایا) ایک دُوسرے پر گواہ ہو جاؤ، میں بھی تمہارا گواہ ہوں۔ تم میں سے جو اعراض کرے گا۔ وُہ تو فاسقوں میں ہو جائے گا۔

اس کے بعد راز دار دلی۔ مشکوٰۃ نبوّت کے بعض خصوصی احکام حاصل کرنے

Marfat.com

والے، حضورؐ کے تربیت یافتہ، حضورؐ کے انوار و برکات کے مظہر سیدنا حضرت علیؓ ارشاد فرماتے ہیں۔

لم یبعث دونه نبیا من اٰدم فمن دونه الا اخذ علیه العهد فی محمد صلی اللّٰه علیه وسلم۔

ترجمہ:۔ حضور سرورِ کائنات فخر موجودات سے لے کر جس قدر انبیاء گذرے ہیں ان سب نے حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر عہد لیا ہے۔

قرآنِ حکیم کے ارشاد کی اور حضور مولا علیؓ کے کلام کی تصدیق ان کتب آسمانی سے ہوتی ہے جو اب تک میرے مطالعہ میں آئی ہیں۔

ہندوستان ایک برِ اعظم ہے۔ اس میں بھی نبی بھیجے گئے ہیں۔ مُرسل آئے ہیں اور اُنہوں نے اللہ کی وحدانیت اور انسانیت کی بھلائی کے لئے وہی کہا۔ جس کی آخری تعلیم دینے کے لئے حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔

قرآن حکیم ان بزرگان ہنود کی تصدیق اس طرح کرتا ہے۔

وان من امته الا خلا فیها نذیر ہ

ترجمہ:۔ کوئی اُمت ایسی نہیں ہے جس میں ہم نے ڈرانے والا نہ بھیجا ہو۔

لِکُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔

ترجمہ:۔ ہر قوم میں ہادی بھیجا گیا ہے۔

میرے جدِ اعلیٰ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے خلیفہ حضرت امام ربانی مجددِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو اس ارضِ پاک میں رسُولوں اور نبیوں کے مزارات

Marfat.com

نظر آتے ہیں۔

پھر خداوند قدوس ایک طرف انصاف کے بلند مقام کا تذکرہ فرماتا ہے۔ قیامت کے روز سب کے ساتھ انصاف کا دعویٰ کرتا ہے لیکن عمل یہ ہو کہ اس بڑا عظم میں کوئی نبی ہدایت کے لئے نہ بھیجا گیا ہو۔ تو پھر انصاف کیسا؟ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اس قوم کے ساتھ کیونکر انصاف کر سکتا ہے۔ جب کہ اپنی وحدانیت کا پرچار کرنے کے لئے اس براعظم میں نبی اور رسول نہ بھیجے ہوں۔

پس لازم ہوا کہ اس ملک میں بھی دُنیا کے دوسرے ممالک کی طرح انبیاء و رسُول مبعوث ہوئے۔ اور وُہ اپنے ساتھ شریعت لائے اور کتاب لائے تا کہ اللہ کے گمراہ بندوں کو روشنی دکھلائیں۔

اس لئے سب مُسلمانوں پر جس طرح حضورؐ رحمتہ اللعالمین سرورِ کائنات کا نام ادب و احترام سے لینا فرض ہے اس طرح تمام دنیا میں مبعوث ہونے والے نبیوں حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ حضرت سلیمانؑ وغیرہ کی طرح حضرت گوتمؑ حضرت کرشنؑ حضرت رام وغیرہ انبیاء ہند کا نام بھی عزت و احترام سے لینا، ان کو قرآنِ حکیم اور حضور مولا علیؑ کے ارشاد کے مطابق ان کی تعلیم کا احترام کرنا، سب ضروریاتِ دین میں سے ہے۔

میں نے اس مسئلہ پر اس لئے بھی قلم اُٹھانا ضروری سمجھا ہے۔ کہ کچھ عرصہ سے بعض شرارت پسند ہندوؤں میں شرارت پسند عیسائی پادریوں کی دیکھا دیکھی یہ مرض ترقی کر گیا ہے کہ :۔

Marfat.com

"جس طرح ممکن ہو مسلمانوں کے آقا و مولا کی اور اسلامی تعلیمات کی توہین کر کے مسلمانوں کو مشتعل کر کے اپنے ناپاک دلی ارادے پورے کیئے جائیں"

آزادی کے بعد اس مرض نے اور ترقی کی۔ کیونکہ اس ملک میں جو حکومت قائم ہے وہ نہیں چاہتی کہ مسلمانوں کی دل آزاری ہو۔ لیکن آزادئ تحریر اور دل آزاری اور توہین اور اشتعال میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے۔

بہر حال چونکہ شرارت پیشہ یہ جانتے ہیں کہ مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے لیکن اپنے آقا کی توہین برداشت کرنا اس کی قوت سے باہر ہے۔ اس لئے جو لوگ اس حکومت کو امریکہ کے روپئے سے بدامنی میں مبتلا رکھ کر اس حکومت کی ترقیات اور پروگراموں کو ناکام بنانا چاہتے ہیں۔ اور مہاتما گاندھی کے "پیس مشن" کو تہس نہس کر دینا چاہتے ہیں۔ اُن کی اطلاع کے لئے میں لکھنا چاہتا ہوں کہ مجھے اور مسلمانوں کا حال معلوم نہیں لیکن میں اپنا دل اتنا قوی پاتا ہوں اور اپنے قلم میں اتنی طاقت سمجھتا ہوں کہ جوابًا ہندوؤں کے بزرگوں کی توہین کر کے اس ملک میں آگ لگا سکتا ہوں۔ اور کئی بار ایسا ہوا بھی، کہ میں اپنے تئیں جیل میں ڈالنے اور مقدمات کی مصیبت میں گرفتار کرانے کے لئے آمادہ ہوا۔ اور شریر ہندوؤں کی مفسدہ انگیزی کا ترکی بہ ترکی جواب دینے کی تیاری کی۔ لیکن چونکہ میری ابتدا مذہب سے ہوئی۔ مذہب میرا اوڑھنا، بچھونا رہا، مذہب کے سایہ میں پروان چڑھا۔ مذہب کی حفاظت کے لئے اپنوں اور غیروں سے سخت

لہ یہ کتاب ہندوستان میں لکھی گئی ہے۔ اس لئے اس عبارت سے پاکستان مستثنیٰ ہے۔

Marfat.com

لڑائی لڑا۔ مقدمات قائم ہوئے۔ لیکن مذہبی حرارت ٹھنڈی نہ ہوئی۔ اس لئے میں نے سوچا کہ رسول اللہ کی عزت کے تحفظ کے لئے ایک آخری لڑائی اس بڑھاپے میں بھی لڑلوں۔

لیکن میرے اس ارادہ کو جس کو دُنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ مذہبی تعلیم نے مذہب کی رواداری کی اسپرٹ نے دُوسرے مذاہب کے احترام کے حکم نے روکا۔ اور مجھے خوشی ہے کہ میرا یہ ارادہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ اور آج میں اس قابل ہوں کہ :۔

"دُنیا کے تمام مذاہب کی بشارت آسمانی کتابوں میں جو کچھ فخرِ انبیاء تاجدارِ رسالتؐ نجات دہندہ انسانیت کے متعلق لکھا گیا ہے اس کو یکجا کر دوں"

اس کے لکھنے کے لئے مجھے کئی ہزار صفحات کی ورق گردانی پڑی ہے جب اِس کا عطر کھینچ کر پیش کر رہا ہوں۔

کسی مذہب کی توہین کے لئے نہیں۔ چونکہ میرا ملک ہندوستان ہے اور اِس میں مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد رہتی ہے۔ جس کے دِلوں میں اہانت رسولِ پاکؐ سے ناسور پڑے ہوئے ہیں۔ اس لئے میں اس مُلک کے پیغمبروں اور مذہبی صحیفوں میں جو احکام فخرِ کائنات تاجدارِ انسانیت کے متعلق ہیں اُن کو لکھ کر ان شریر ہندوؤں سے جو مسلمانوں کی دل آزاری سے باز نہیں آتے۔ یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ :۔

"کیا ہندو پیغمبروں کے اس صاف ارشاد کے بعد یہ ہندوؤں کی کتب

Marfat.com

قدیم سے درج کر رہا ہوں۔ ہندو اپنے بزرگوں کی توہین کے مرتکب
نہیں بن رہے؟ اور رحمۃ اللعالمین کے خلاف مضامین لکھ کر اپنی مذہبی
کتابوں کی خود ہی تکذیب نہیں کر رہے؟"

میں سب سے پہلے جینی ہندوؤں کے اوتار مہاتما گوتم بدھ کی وصیت لکھتا ہوں
جو انہوں نے آخری وقت میں اپنے ماننے والوں کو کی۔

مہاتما گوتم بدھ بستر علالت پر دراز ہیں۔ ان کو اپنی وفات کا یقین ہو چکا
ہے۔ ان کے چچازاد بھائی جو پوری عمر تک ساتھ رہے۔ مہاتما جی سے دریافت
کرتے ہیں کہ:۔

"اب ہمیں آپ کی وفات کے بعد راہ ہدایت کون دکھائے گا"؟

ہندوستان کے بے مثل تیاگی مہاتما گوتم بدھ مسکراتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

"میں نہ پہلا بدھ ہوں نہ آخری بدھ ہوں۔ جب ضرورت ہوگی
تو دوسرا اور آخری بدھ آئے گا جس میں حسب ذیل صفات ہوں
گی:۔

(۱) اس کو حکومت عطا کی جائے گی۔
(۲) اس کا دور برکت کا دور ہوگا۔
(۳) وہ بے نظیر راہنما ہوگا۔
(۴) اس کے ذریعہ ابدی طاقتوں کا ظہور ہوگا۔
(۵) وہ شاندار مذہب کی دعوت دے گا۔
(۶) پاکیزہ اور مقدس زندگی کا اعلان کرے گا۔

Marfat.com

(۷) یہ تمام نشانیاں جس میں ہوں گی اس کی پیروی سے تمہارا کلیان ہوگا۔"

یہ تمام نشانیاں پیغمبرِ حق وصداقت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود باسعود میں ایک ایک کرکے تھیں۔ جس کی تفصیل کسی دُوسرے مضمون میں دُوں گا۔

تم کو اختیار ہے کہ تم اس آنے والے بُدھ کو، جس کا ظہور عرب کی پاک زمین پر ہوُا۔ مانو، نہ مانو، لیکن تم کو یہ اختیار کس نے دیا کہ تم اس پر جھُوٹے الزام لگا کر دنیا میں اس کے ماننے والے ایک ارب مسلمانوں کی دل آزاری کرو۔

اس مادیت اور الحاد کے زمانہ میں جو لوگ پیغمبرِ اسلام کی اہانت کے مُرتکب ہوتے ہیں۔ وُہ یہ نہیں سوچتے کہ کسی مذہب کے خلاف نفرت پھیلانا خود اس مذہب کے خلاف نفرت پھیلانا ہے۔ جس کے ماننے کے وُہ خود مدعی ہیں۔ کیونکہ کوئی مذہب جو آسمانی ہونے کا مُدعی ہو۔ اس کے لئے یہ ناممکن ہے کہ وُہ کسی دُوسرے مذہب کے داعی پر جھُوٹی تہمتیں تراشے۔ اس کے داعی کی پاک اور برگزیدہ زندگی کے متعلق خود ساختہ نظریوں کی روشنی میں الزام لگائے۔ کیونکہ دونوں نبیوں کا پیغام ایک ہی تھا۔ ایک ہی درخت کی شاخیں تھیں۔

وید مقدس کی شہادت

۱۔ وید جو ہندوؤں کی الہامی کتاب ہے۔ اس کے اس منتر کو ملاحظہ کیجئے کہ

"وہ مخلوق سے نہیں ڈرے گا، وُہ نہایت شجاع اور عرفان والا ہو گا۔ اس کا نام "مہامت" ہوگا۔ ان کی وضع دیکھ کر لوگ حیران

Marfat.com

ہو جائیں گے۔ جو پوجا ان کی قوم کے لوگ کریں گے، وُہ نہ کریگا۔ اَور وُہ اپنی قوم سے کہیں گے۔ کہ مجھ کو قادرِ مطلق، ایک ذات جس کا کوئی شریک نہیں اس کا یہ حکم ہے کہ بے معنی پوجا نہ کروں۔ سوائے خدائے واحد کے کسی اور طرف رجوع نہ کروں "

اس سے زیادہ واضح ثبوت آپ کی رسالت کی تصدیق کے لئے اور کیا ہوگا؟۔

دوسری جگہ اسی وید مقدس میں ارشاد ہوتا ہے۔

۲۔ ایک شخص پہاڑوں میں "مہامت" پیدا ہوگا۔ اور کھجوروں کے مُلک میں رہیگا۔ وُہ اَور اس کے ساتھی تہمد اور پگڑی باندھیں گے "

حضورِ انور ؐ کا نام موجود ہے۔ حضور ؐ کی جائے پیدائش اور حضور ؐ کے دارالہجرت کا تذکرہ ہے۔ حضور ؐ اور آپ کے ساتھیوں کے لباس کا ذکر موجود ہے۔ وید کی قدامت ظاہر ہے۔ سام وید کا منتر ان الفاظ پر ختم ہوتا ہے۔

" ہا ہا، ہو ہو، ہی ہی "

ان الفاظ میں آنے والے پیغمبر کی صداقت کا اظہار کرتے ہیں۔ جس کی صحیح صورت لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ہم معنی ہے۔ ہندوؤں میں آخری وقت یہی الفاظ کہہ کر مرنے والے کے منہ میں پانی ٹپکایا جاتا ہے۔

اسی وید مقدس میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی صراحت سے موجود ہے۔

" آنے والا اندر ہے "

ویدوں میں اندر کی جو تعریف بیان کی گئی ہے وُہ یہ ہے کہ۔

Marfat.com

"پانی برسانے والا بہت بڑا بہادر اور فاتح اعظم"

حضورؐ کی سیرتِ پاک کا مطالعہ کرو۔ اندازہ ہوگا کہ یہ تمام خوبیاں حضورؐ کے کیرکٹر میں تھیں۔

اس پیشین گوئی میں آنے والے نبی کا نام "جگت گرو" بتایا گیا ہے۔

"وُہ کافروں (ڈشٹ) لوگوں سے جنگ کرے گا۔ وُہ فاتح اعظم دس ہزار آدمیوں کو لے کر فتح کرے گا۔"

حضورؐ کی سیرتِ پاک کا جن غیر مسلموں نے بھی مطالعہ کیا ہے ان کو معلوم ہے کہ فتح مکہ کے روز آپ کے جھنڈے کے نیچے دس ہزار بے سروسامان مسلمان تھے۔

آلواُپن شد۔ جس کا ہندوؤں میں وید کے بعد اسی طرح درجہ ہے۔ جس طرح مُسلمانوں میں قرآن شریف کے بعد بخاری شریف کا درجہ ہے۔ لکھا ہے کہ۔

(۱) میں کہتا ہوں کہ اللہ کا نام اللہ ہے اور متر واڑہ وغیرہ اس کے نام ہیں۔

(۲) اللہ وڑن ہے جو ساری دُنیا کا راجہ ہے۔

(۳) اے دوستو! ایسے اللہ کو جانو جو وڑن ہے۔ اور دوستوں کی طرح سب کام پُورے کرتا ہے۔

(۴) وُہ اندر ہے اور جہاں سے اندر ہے۔

(۵) اللہ سب سے بزرگ ہے سب سے افضل ہے۔ کامل و مکمّل ہے۔ اور مقدّس ہے۔

(۶) اللہ کا رسول (محامد و محمد) ہے بزرگ ترین اور وہ ہمارے اللہ کا رسُول ہے۔

Marfat.com

(۷) اوّل اللہ آخر اللہ اور اللہ ہی تمام دُنیا کا پالنے والا ہے۔
(۸) اللہ ہی کے لئے نیک کام اور سب تعریفیں ہیں۔ اللہ ہی نے چاند ستارے سُورج پیدا کئے ہیں۔
(۹) اللہ ہی نے تمام بزرگ، رشی اندر کو پہلے بھیجا۔
(۱۰) اللہ ہی زمین انترکش اور دشو روپ (ہمہ اوست) ہے۔
(۱۱) اللہ بڑا ہے۔ اِلّا اللہ ہے، کہو الا اللہ۔
(۱۲) اوم اللہ ہی ہے۔ الا اللہ جو ازل ہے۔ اتھرا شام ہے، تمام چرند و پرند کی اور بحری جانوروں کی اور نہ دکھائی دینے والے جانوروں کی پرورش کرتا ہے۔
(۱۳) تمام آفتوں اور بلاؤں کو دُور کرنے والا۔ اللہ کا رسول ؐ محمد اکبر ہے اس لئے کہو اللہ ایک ہے ہمارا اللہ اِلا اللہ۔

اپن شد کے اس بیان کے بعد۔

سری کرشن جی نے کیا فرمایا

۱:۔ بھارت جب دھرم کی کمزور دُنیا میں بڑھتی ہے۔ تب تب دھرم و نیکی اور خدا پرستی کی ترقّی کے لئے اور اس کے استحکام کے لئے ایک مہاں آتما جنم لیتا ہے۔ میرے بعد بھی ایک ایسے ہی مہا آتما کا جنم ہوگا۔
۲:۔ جو سادھوؤں کا نجات دہندہ ہوگا۔ اور بڑے لوگوں کا نشٹ کرے گا۔ دھرم کو قائم کرے گا اور اس کا دھرم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوگا۔

Marfat.com

۳۔ بڑے گرو یاسوالیشور نے اس وقت جبکہ انہوں نے دُنیا سے منہ موڑا۔ کلمہ شریف پڑھا تھا۔

ہندوؤں کی مقدّس اور مشہور کتاب "شری لیلا امرت" میں تمام اُمتّوں کے لئے ہدایت نامہ ہے۔ اس کے صفحہ ۳۹ پر کلمہ شریف موجود ہے۔

یاسوالیشور اور ان کے نہجوں نے جو اپنا تبلیغی مرکز کلیانی (ریاست حیدر آباد دکن) میں آج سے ڈیڑھ ہزار برس پہلے کھولا تھا۔ اس میں بھی کلمہ شریف موجود ہے۔

لوکا یوگی سبھوں نے یہ پیشین گوئیاں سری کرشن جی مہاراج سے سُنی تھیں بادشاہ پرکہشٹ سے حسب ذیل الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

"اے بادشاہ پرکھشٹ تمہارے ایک سو پندرہ برس کے بعد وُہ تعلیمات جو سری کرشن بھگوان کی ہیں، کمزور ہو جائیں گی۔ نچھتر سارے مریخ (منگل کو ترجیح ہو گی اور تاریخ کال یوگا ہو گی۔"

اس کے بعد مختلف خاندانوں کے نام بیان کئے ہیں اور کہا ہے۔ کہ اس وقت دُنیا میں کلنگی اوتار کا ظہور ہو گا۔

پرانوں میں وشنو اوتار کے ظہور کے لئے حسب ذیل الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔

"کلنکی اوتار کا ظہور دوبارہ ہو گا اور کل جگ ۵۰۰۰ء کے آخر میں ہو گا، اس وقت عورتوں کی حکومت ختم ہو چکی ہو گی۔ اور ایک سیاہ رتھ جس میں سات اور بے بدن کے ظاہر ہو گا۔ اس وقت ایک عظیم الشان ہستی کا ظہور

Marfat.com

ہوگا۔
وُہ عظیم الشان ہستی وہ وشنو اوتار وُہ کلنکی اَوتار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کون ہو سکتا ہے؟۔
مختلف الہیات میں ہندوستان کے متفقہ نبیوں نے اپنی زبانِ فیض ترجمان سے فرمایا کہ "ایک رسول اعظم پیدا ہوگا۔"
جس کے متعلق اس کے پیدا ہونے سے تین چار ہزار سال پہلے کی کتابوں میں پیشین گوئیاں ہیں۔
کلنکی پوران کے بھاگوت، کے بارہویں سکنڈم (حصہ میں حسب ذیل عبارت موجود ہے۔ "بھگت گرو، کلنکی اوتار پیدا ہوگا۔ اس کے باپ کا نام وشنو بھگت (عبداللہ) ماں کا نام ساتی (آمنہ) ہوگا۔ تاریخ پیدائش ۱۲ ہوگی۔ پیدائش کا دن دوشنبہ ہوگا۔ وقت دو گھڑی دن چڑھے ہے۔ اس کے باپ کا انتقال قبل ولادت ہوگا۔ ماں کا انتقال ولادت کے بعد۔ وہ دنیا میں بے سہارے چھوڑ دیا جائے گا۔ جگت گرو ساکلدیپ (عرب) کی شہزادی (حضرت خدیجہؓ) سے شادی کرے گا۔ شادی کے وقت ایک چچا حضرت (عبدالمطلبؓ) اور ۳ بھائی۔ حضرت علیؑ۔ حضرت جعفرؑ۔ حضرت عقیلؑ ہوں گے۔ وُہ شہر سنبھالد سالملدیپ میں جو اس کی پیدائش کی جگہ ہے۔ مذہب کی تبلیغ کرے گا۔ تو اہل شہر اس کو تکلیف دیں گے۔ پس وُہ اُتر کے پہاڑوں کی طرف چلا جائے گا۔ بعد ازاں وُہ اس شہر کو واپس آئے گا۔ اور اس

Marfat.com

کے پاس ایک تلوار ہوگی۔ جس سے وہ شہروں کو فتح کرے گا۔ بھگت گرُو کے پاس ایک گھوڑا ہوگا۔ جو بجلی کی چمک سے زیادہ تیز ہوگا۔ اس پر سوار ہوکر وہ آسمانوں کی سیر کرے گا۔"

کلنکی اوتار کے علاوہ ہر جملہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر صادق آتا ہے۔ حضورؐ کی پوری زندگی کا خاکہ اس پیشین گوئی میں کھینچ دیا گیا ہے۔ جگت کے معنی کل دنیا کے ہیں۔ پس جتنے نبی آئے وُہ چند اقوام سے مختص تھے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ صرف بنی اسرائیل کے لئے مبعوث ہوئے۔ لیکن میرے آقا اور مولا کی نبوّت تمام کائنات کے لئے تھی۔ آپ کا مشن دُنیا کے ہر حصّہ کے لئے تھا۔ دُنیا کی ہر مظلوم قوم آپ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوتی تھی۔ دُنیا کے تمام جنگجوؤں کو آپ کی تعلیم سے امن حاصل ہوتا تھا۔ اس لئے آپ کو جگت گرُو ظاہر کیا گیا۔

ظاہر ہے کہ ہندوستان کے کسی نبی نے اپنی تعلیم تمام دُنیا کے لئے نہیں بتائی۔ اس لئے ظاہر ہے کہ اس پیشین گوئی کا مصداق حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اَور کوُن ہو سکتا ہے؟ جب کہ آپ کے والد اور والدہ کا نام اس میں موجود ہے۔ آپ کی شادی کا تذکرہ ہے۔ شادی کے وقت حضورؐ کے چچا اور بھائیوں کا تذکرہ موجود ہے۔ شادی کے بعد آپ کا مدینہ منوّرہ کو ہجرت کرنا۔ پھر مکّہ شریف میں فاتحانہ داخلہ، براق پر آسمان پر جانا ثابت ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے، کہ تمام پیشین گوئیوں میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی دُوسرا نبی ہو ہی نہیں سکتا۔ پس جس نبی کے احترام کا حکم ہندوؤں کی کتبِ مقدسہ میں

Marfat.com

واس کے خلاف بعض شریروں کا محاذ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اس لئے مُسلمانوں
ربدل نہ ہونا چاہیئے اوران کی شرارتوں کو اس طرح نظر انداز کرنا چاہیئے۔ جس طرح
حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ شریف کے پیش آمدہ حالات کا مقابلہ کیا۔

تبع یمن کی یادگار

جس طرح چین کے بادشاہ کا لقب خاقان تھا۔ اور فارس کے بادشاہ کا
لقب کسریٰ اور روم کا قیصرِ روم تھا۔ اسی طرح یمن کے بادشاہ کا لقب تبع
تھا جو حضورِ انور کی بعثت سے پہلے بہت بڑی حکومت کا فرمانروا تھا۔
تبع کا گذر یثرب میں ہُوا وہاں مدارت کا انتظام حسبِ دلخواہ نہ ہوسکا۔
غصہ میں بادشاہ یمن نے حکم دیا کہ "یثرب کو تباہ کر دو"۔
لیکن ایک یہودی عالم نے عرض کیا کہ "میں نے توریت کا مطالعہ کیا
ہے۔ انبیاء علیہ السلام کی بشارت کا مطالعہ کیا ہے" ان کا ماحصل یہ ہے کہ:۔
"سرزمین عرب میں ایک پیغمبر مبعوث ہوگا۔ جس کا لقب خاتم النبیینؐ
ہوگا اور اس کا نام محمدؐ و احمدؐ ہوگا۔ وُہ خدا کا سچا ہادی اور نبی ہوگا۔ قریش اس
کو مکہ سے ہجرت پر مجبور کریں گے اور وُہ یثرب میں پناہ گزین ہوگا۔ اے بادشاہ
یہی وُہ بستی ہے جو خاتم النبیینؐ کی آخری قیام گاہ ہے۔ ان کو برباد کرنے کے
بجائے ان پر احسان کیجئے"
بادشاہ یمن نے کہا؟۔
"اے یہودی عالم! میں نے ساری تقریر بغور سُنی۔ میں نے اس

Marfat.com

بستی کے باشندوں کا قصور معاف کیا۔ اور اس بستی کی بربادی سے ہاتھ اُٹھالیا۔ میں ایک مکان یہاں اس آنے والے نبیؐ کے لئے بنوانا چاہتا ہُوں جو اس مکان میں آنے والے نبیؐ کو ٹھہرائے اور میرا سلام پہنچائے"۔

بادشاہ نے فوراً ایک مکان خرید کر اس کا متولی ایک شریف آدمی کو بنا دیا حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہوئے اور حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مکان پر فروکش ہُوئے۔ حضرت ابوایوبؓ اسی متولی کی نسل سے تھے جس کو تبعِ یمن نے اپنے مکان کا متولی مقرر کیا تھا۔ اور وُہی مکان تھا۔ جو تبعِ یمن نے آپ کے لئے مخصوص کیا تھا۔

بشارت حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام

کتاب استثنیٰ باب نمبر ۱۸۔ "مجھ سے کہا میرے خدا نے کہ تجھ سے تیرے بھائیوں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنی شریعت اس کے منہ میں ڈالوں گا جو بات کہ وُہ میرا نام لے کر کہے گا۔ اگر تم نہ مانو گے تو میں کوڑی کوڑی کا حساب لونگا"۔

حضرت سُلیمان علیہ السّلام کی بشارت

غزل الغزلات باب ۵ آیات نمبر ۱ لغایت ۱۶ میں حضورؐ کا حُلیہ مبارک اس طرح درج ہے۔

"میرا دوست نورانی گندم گوں، ہزاروں میں سردار ہے اس کا سر ہیرے کی مانند چمکدار ہے اس کی مسلسل زُلفیں کوے کی سی (کالی) ہیں۔ اس کی آنکھیں ان کبوتروں کی سی ہیں۔ جو دُودھ سے نہا کر

Marfat.com

نکلے ہوں۔اس کے رخسارے ایسے ہیں۔ جیسے ٹٹی پر خوشبودار بیل
چھائی ہو۔ وغیرہ ذالک "
آگے چل کر حضرت سلیمان علیہ السّلام اپنے اس گیت کو اس
طرح ختم کرتے ہیں۔
" اے یروشلم کے بیٹو! یہ ہے میرا دوست محمدیم "
اس بشارت میں حضورؐ کا اسمِ گرامی محمدیمؐ بتایا گیا ہے۔ محمدیم عبرانی زبان میں
عظیم الشان ہستی کے نام تعظیماً جمع بناتے ہیں اوری۔م علامت جمع ہے۔

کتابِ زبور

" میرا برگزیدہ بندہ جس سے میرا جی راضی ہے۔ پورب کی طرف سے
برپا ہوا۔ آٹھ حشمت کی تلوار کمر سے لٹکا لے۔ اور شوکت کے گھوڑے
پر بیٹھ۔ میں نے تجھ کو اپنے پاؤں کے پاس بلایا۔ اور تو ان راستوں
سے سالم گذر گیا۔ جہاں سے کوئی نہیں گذرا۔ یہ ہے میرا برگزیدہ،
بحری ممالک اس کی شریعت کو تکیں اور انتظار کریں "

جناب میکانبی

اپنا خواب بیان کرتے ہیں۔
" مجھے ایک جوڑی دکھائی گئی۔ جو خدا کی بادشاہت کی طرف جاری
ہے۔ ایک اُن میں دراز گوش ہے۔ دوسرا اونٹ پر۔ یہ ہیں وہ کہ دنیا
کے سلسلۂ انتظار میں بیٹھے ہیں "

Marfat.com

جناب مسیح علیہ السلام!

۱:- خُدا سے دُعا کرتے ہیں - انجیل متی باب ۲۱ آیات ۲۳ لغایت ۴۶

"تیری مرضی جو آسمان پر ہے وُہ زمین پر آئے اور ہم لوگوں میں ہو"

۲:- دُوسری جگہ عہد لیتے ہیں اور اپنے غمگین حواریوں کو سمجھاتے ہیں -

"جب تک میں آسمان پر نہیں جاؤں گا - دُنیا کا تسلّی دینے والا، اور مالک نہیں آئے گا - تم کو اس کا انتظار کرنا چاہیئے"

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں -

"ایک مالک نے ایک باغ لگایا - اور اس کے بیچ میں کھود کر کولہو گاڑھا - اور باغبانوں کو سپُرد کر دیا کہ وُہ وقت پر میوہ پہنچائیں اور خود پھر اسی میں چلا گیا - اور پھر اپنے نوکر ان باغبانوں کے پاس بھیجے کہ وُہ میوہ لائیں - ان کو باغبانوں نے مار پیٹا - نکال دیا - پھر دُوسرے نوکروں کو جو پہلوں سے بڑے تھے بھیجا! ان کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا - جو پہلوں کے ساتھ کیا تھا - تب اس نے اپنے بیٹے کو ان کے پاس بھیجا کہ وُہ اس سے دَبیں گے - مگر انہوں نے کہا آؤ ہم اس کو مار ڈالیں - تاکہ اس کی میراث ہماری ہو جائے - اور اس کو باغ کے باہر کُرسی دے دیں - تو بتاؤ - کہ اب مالک اس کے ساتھ کیا کرے گا - تب وُہ بولے کہ ان کو وُہ مار ڈالے گا - اور باغ دُوسرے مالیوں کے سپُرد کر دے گا -"

تو بڑی آب و تاب سے بولے -

Marfat.com

"کہ یہ عجیب بات ہے اور تمہاری نظروں میں بہت ہی عجیب ہے کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی پتھر کونہ کا سرکا ہوا جو اس پتھر پر گرے گا وہ چور ہو جائے گا اور جو اس پر گرے گا اس کو پیس ڈالے گا۔ تب وُہ سمجھے کہ یہ انہیں کے متعلق کہتا ہے۔ اور کسی آنے والے کو بیان کر رہا ہے۔

اس تمثیل میں نوکروں سے مُراد انبیاء ہیں جو یکے بعد دیگرے قیامِ توحید کے واسطے مبعوث ہوتے رہے۔ بیٹے سے مُراد خود حضرت سیدنا مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور باغ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اس لئے کہ بنی اسرائیل کی بادشاہت چھین کر ان کے غلاموں کو ملی۔

فارقلیط ؐ

آخری وقت میں جناب مسیح علیہ السّلام نے یہ بھی فرمایا۔

۱۔ "لیکن فارقلیط وُہ پاک رُوح جس کو باپ میرے نام سے بھیجے گا میرے نام سے ہر بات تم کو سکھا دے گا۔ اور تمہیں وُہ تمام باتیں یاد دلائے گا جو میں نے تم سے کہی ہیں۔ (انجیل یوحنا باب ۱۹)"

۲۔ "میں باپ سے درخواست کروں گا تو وُہ تمہیں دُوسرا وکیل بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔"

"(یوحنا ۱۴ آیات نمبر ۱۵ لغائت نمبر ۱۷)"

جناب مسیح علیہ السّلام نے ان بشارات کے علاوہ اپنے مکاشفات میں حضورؐ انور کی سواری کے گھوڑے کا ذکر فرمایا۔ اور حضورؐ کی امانت و صداقت، حضورؐ کے

Marfat.com

مجاہدات آپ کی آنکھوں کا حلیۂ مبارک اور آپ کا سرتاجِ انبیاء ہونا قرآنِ کریم کا منزل من اللہ ہونا۔ قیصر و کسریٰ کی نافرمانی۔ قہرِ خداوندی کا نازل ہونا، آپ کے علمِ غیب کا بیان ہونا۔ اور صاف و صریح طور پر اپنی رسالت و نبوت کی تصدیق فرمانے کی بشارتیں، جبلِ عرفات کی علامات حجتہ الوداع میں حضرت صحابہ کی تعداد، خطبہ حجتہ الوداع مسلمانوں کی سرفروشی وغیرہ کے تمام حالات پر پوری تفصیل سے ارشاد فرمایا۔ (دیکھو انجیل یوحنا باب ۱۴ و ۱۶)

ان بشارات کو پڑھنے کے بعد کون ہے۔ جس کا دل نورِ ایمان سے لبریز نہ ہو جائے؟ اگر اس کے دل میں ذرا بھی حق کو قبول کرنے کی صلاحیت ہے۔

عیسائی پادری اور شریر ہندو اگر آپ کی چاند سے زیادہ شفاف اور دودھ سے زیادہ سفید زندگی پر گندگی اچھالتے ہیں اور عیب نکالتے ہیں تو مسلمانوں کو اسی طرح صبر کرنا چاہیئے۔ جس طرح حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکی زندگی میں صبر و استقامت کا بے مثال مظاہرہ کیا تھا۔ اور قدرت کا تماشہ دیکھنا چاہیئے کہ چند ہی روز میں سرکارِ رسالت مآبؐ کے یہ دریدہ دہن دشمن حضورؐ کے کارناموں کو پڑھ کر اپنی کتبِ مقدسہ میں حضورؐ کا ذکرِ مبارک دیکھ کر خود بخود شرمندہ ہو کر شرارت اور گستاخی سے باز آئیں گے۔

حضورؐ کی آمد کی بشارت کی دعاء

۱:- رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ط

Marfat.com

حضرت ابراہیمؑ نے تعمیرِ کعبہ کے وقت خُدا سے یہ دُعا کی :-

"اے ہمارے پروردگار ! ان میں سے (یعنی باشندگانِ مکّہ میں سے) کوئی رسول ان میں بھیج جو تیری آیات پڑھ کر ان کو سُنائے اور تیری کتاب و حکمت ان کو سُنائے اور ان کی اصلاح کرے (حضرت ابراہیمؑ کی یہ دُعا خدا نے قبول فرمائی اور مکّہ والوں میں سے حضرت محمّد مصطفٰے صلعم کو ان کا رسول بنا کر بھیجا۔

۲ :- اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الخ (مائدہ رکوع ۱۹)

کوہ طور پر موسیٰؑ سے خدا نے فرمایا "میں اپنی رحمت ان لوگوں کے لئے لکھ لونگا جو آئندہ چل کر ایسے پیغمبر کا اتباع کریں گے جو اَن پڑھ نبی ہوگا۔ اور جس کی بشارت کو وہ اپنے پاس توراۃ اور انجیل میں لکھا ہوا پائیں گے۔

اس آیت میں حضورؐ کو اَن پڑھ نبی کہا گیا ہے۔ اَن پڑھ ہونا بظاہر عیب ہے۔ لیکن حضورؐ کے لئے یہ ہُنر تھا جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ جب تک کوئی خاص فیضانِ الٰہی نہ ہو۔ بے لکھا پڑھا شخص دُنیا کے علماء و فضلا کی راہنمائی نہیں کر سکتا۔

۳ :- وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الخ (صف رکوع ۱)

عیسیٰؑ ابنِ مریم نے بنو اسرائیل سے کہا تھا۔ مجھے اللہ نے تمہاری طرف بھیجا ہے مجھ سے پہلے جو توراۃ ہے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک رسولؐ کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا۔ اور اس کا نام احمدؐ ہوگا۔

حضورؐ دُنیا کے لئے رحمت تھے

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ -

Marfat.com

ترجمہ:۔ اے محمدؐ ہم نے تم کو تمام عالم کے حق میں رحمت بنا کر بھیجا ہے

حضورؐ کی رسالت عام ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا۔

ترجمہ:۔ اے محمدؐ ہم نے تم کو تمام لوگوں کے لئے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

حضورؐ کی پیروی خدا کی اطاعت ہے

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔

ترجمہ:۔ جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔

عہدِ نبوی صلعم کے بتوں کی تاریخ

عہدِ نبوی صلعم میں جن بتوں کی پرستش ہوتی تھی ان کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہے۔ لیکن جن بتوں کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے وہ صرف چودہ ہیں۔ ان میں سے پانچ بتوں کی عبادت مشرکینِ عرب و شام حضرت نوحؑ کے زمانہ سے کرتے چلے آتے تھے اور عرب میں ان کو خاص عظمت حاصل تھی۔ صاحب تفسیر بیضاوی کا خیال ہے کہ شام و عرب میں جو پانچ بت مشہور تھے وہ اصل میں چند آدمیوں کے نام تھے جو حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کے درمیانی زمانہ میں ہوئے تھے۔ ان کے مرنے کے بعد لوگوں نے ان کی مورتیں یادگار کے طور پر بنالی تھیں اور کچھ عرصہ کے بعد ان کی پرستش ہونے لگی تھی۔

سورۂ نوحؑ میں ارشاد ہوتا ہے۔

Marfat.com

قال نوح رب انهم عصونی واتبعوا من لم یزدہ
مالہ وولدہ الا خسارا - ومکروا مکرًا کبّارا وقالوا لا
تذرن الھتکم ولا تذرن ودًّا ولا سواعًا ولا یغوث
ویعوق ونسرًا ہ وقد اضلوا کثیرًا ہ

ترجمہ:- نوحؑ نے کہا! اے میرے رب انہوں نے میری نافرمانی کی ہے اور ایسے لوگوں کی اطاعت کی ہے جن کے مال اور اولاد نے انہیں نقصان کے سوا کچھ نفع نہیں دیتی اور میرے ساتھ انہوں نے بڑا مکر کیا ہے اور باہم ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ اپنے معبودوں کو یعنی ودّ - سواع - یغوث - یعوق اور نسر کو نہ چھوڑو ان لوگوں نے بہتوں کو بہکایا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نوحؑ کے زمانہ میں پانچ بت تھے یہی پانچ بت تھے۔ جن کی حضورؐ کے عہد میں بھی پرستش ہوتی تھی۔ اور ان کی کیفیت یہ ہے کہ:-

ودّ:- مرد کی صورت کا بت تھا جو دومۃ الجندل کے مقام پر رکھا ہوا تھا۔ اور قبیلۂ بنو کلب کے لوگ اس کی پرستش کرتے تھے۔

سواع:- عورت کی شکل کا بت تھا جو مقام رباط میں رکھا ہوا تھا۔ اور قبائل بنو ہذیل کنانہ اور ہمدان اس کی پرستش کرتے تھے۔

یغوث:- شیر کی صورت کا بت تھا جس کی پرستش یمن کے بعض قبائل اور قبیلۂ مذحج کیا کرتا تھا۔

Marfat.com

یعوق :۔ گھوڑے کی شکل کا بُت تھا جو قبائلِ بنو ہمدان اور بنو مُراد کا بُت تھا۔
نسر :۔ عقاب کی صُورت کا بت تھا جو صنعان میں رکھا ہُوا تھا اور قبیلۂ ذو الکلاع اس کی پرستش کرتا تھا۔

سُورۂ نجم میں ارشاد ہوتا ہے۔

افرأیتم اللّات وَالعزّیٰ ومنٰوۃ الثّالثۃ الاخری۔

ترجمہ :۔ مشرکو! "تم نے لات و عزّیٰ اور تیسرے ایک اَور بُت کی جو مات ہے حالت دیکھ لی" یہ تین بُت جن کا ذکر اس آیت میں ہُوا ہے قریش کے بُت تھے ان میں سے :۔

لات :۔ عرب کا قدیم بُت تھا۔ حضرت شعیبؑ کی قوم بھی اس کی پرستش کرتی تھی۔ ستارہ زہرا کے مشابہ اس کی شکل تھی اور حجرِ اسود کی طرح اس کی عزّت و عظمت کی جاتی تھی۔ طائف میں رکھا ہُوا تھا۔ قبیلۂ بنو ثقیف کا معبُود تھا۔ حضورؐ کے حکم سے مغیرہ بن شعبہؓ نے اس کو توڑا تھا۔

عزّیٰ :۔ ابن اِسحٰق کا بیان ہے کہ مقام حاران میں اس کا بڑا معبد تھا اور حضرت ابراہیمؑ کی بعثت سے پہلے سے وہاں اس کی پرستش ہوتی تھی عرب نے اس بُت کو انہیں لوگوں سے حاصل کیا اور منٰی کی وادی میں اس کو نصب کیا۔ قریش کے قبائل اور کنانہ و غطفان اس کی پرستش کیا کرتے تھے حضورؐ کے حکم سے ۸ھ میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس کو توڑا تھا۔

منات :۔ یہ بُت بھی منٰی میں نصب تھا اور اوس و خزرج قبائل اور بنو خزاعہ اس کی پرستش کرتے تھے۔ ۸ھ میں حضرت سعیدؓ نے اس کو توڑا تھا۔

Marfat.com

سورۂ نساء رکوع ۸ میں ارشاد ہوا ہے۔

الم تر الی الذین اوتوا نصیبًا من الکتٰب یؤمنون بالجبت والطاغوت ویقولون للذین کفروا ھٰؤلاء اھدیٰ من الذین اٰمنوا سبیلًا ۝

ترجمہ:- اے محمدؐ! کیا تم نے ان لوگوں کے حال پر نظر نہیں کی جن کو ایک حصّہ کتاب آسمانی کا ملا ہے اور وُہ جبت اور طاغوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ مومنوں سے تو کافر ہی زیادہ تر راہ پر ہیں۔

بعض علماء کا بیان ہے کہ جبت اور طاغوت دو بُتوں کے نام ہیں۔ جن کی پرستش بعض اہلِ کتاب کیا کرتے تھے۔ اور بعض مفسر کہتے ہیں کہ جبت اور طاغوت سے صرف بُت اور شیاطین مُراد ہیں۔

سُورۂ صٰفّٰت میں ہے۔

اتدعون بعلًا وتذرون احسن الخالقین ۝

حضرت الیاسؑ نے اپنی قوم سے کہا "تم لوگ ڈرتے نہیں اور بعل بُت کو پُوجتے ہو۔ اور سب سے بہتر پیدا کرنے والے اللہ کو چھوڑتے ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعل حضرت الیاسؑ کی قوم کا بُت تھا۔

Marfat.com

Marfat.com

باب ہفتم

اماکن قرآنی کی تاریخ

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱ -	دُنیوی اماکن -	۳۵۹
۲ -	اُخروی اماکن -	۳۶۸

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

ساتواں باب

اماکنِ قرآنی کی تاریخ

قرآن مجید میں جن مقامات کا ذکر آیا ہے ان کی مختصر کیفیت یہ ہے۔

دنیوی اماکن

۱۔ عرب

ملک عرب چونکہ ارضِ قرآن ہے۔ یعنی وُہ ملک ہے۔ جہاں قرآن نازل ہُوا ہے۔ اس لئے اس کے مختصر حالات درج کئے جاتے ہیں۔

قرآن مجید میں عرب کو وادی غیر ذی زرع کا خطاب دیا گیا ہے۔ یعنی ایسی زمین یا وادی جس میں کھیتی نہیں ہوتی۔ ناقابلِ زراعت ملک، لیکن خدا کی قدرت دیکھئے کہ جو زمین مادی اشیاء کی زراعت کے ناقابل تھی خدا نے اس کو روحانی کھیتی کا مرکز بنا دیا۔ اور تمام دُنیا نے اسی کھیتی کے کسان یعنی آخری نبی صلعم سے فیضان حاصل کیا۔

۲۔ جغرافیۂ عرب

Marfat.com

عرب کے معنی زبان آوری کے ہیں۔ چونکہ عرب قوم زبان آور تھی۔ اس لئے اس نے اپنا نام عرب رکھا۔ اور دُوسرے ممالک کو اس نے عجم یعنی گونگا قرار دیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ عرب کے بانی کا نام یعرب تھا، اس لئے ملک کا نام عرب ہُوا، اسی بناء پر خدا نے اس کو وادی غیر زرع کہا ہے۔

عرب کے جُغرافیہ کو بیان کرنے میں ہم کو قدیم زمانہ کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف وُہ جغرافیہ ہم بیان کرتے ہیں جو عہد قرآن کا ہے۔

عرب طبعی لحاظ سے اگرچہ ایک جزیرہ نما ہے۔ لیکن اہلِ عرب اس کو ہمیشہ جزیرۃ العرب کہتے رہے ہیں اور اس کو دُنیا کا وسطی ملک قرار دیتے ہیں۔ اس کے مشرق میں خلیج فارس۔ مغرب میں حبشہ[1]، سوڈان اور مصر۔ جنوب میں ہندوستان اور شمال میں شام و جزیرہ اور عراق ہیں۔ ملک کا طول ۱۵۰۰ میل اور عرض ۶۰۰ میل ہے۔ اور رقبہ ۱۲ لاکھ مربع میل ہے۔

عہدِ قرآن میں عرب پانچ حصّوں میں منقسم تھا۔ یمن، حجاز، تہامہ، نجد، یمامہ۔ حجاز کے مشہور شہر مکّہ معظمہ، مدینہ منوّرہ اور جدّہ، طائف ہیں۔

۳۔ مکّہ مُعظّمہ

قرآن مجید میں مکّہ کے تین نام ہیں۔ بکّہ۔ مکّہ اور ام القریٰ۔ یہی وُہ شہر ہے۔ جس کو حضرت ابراہیمؑ نے آباد کیا۔ حضرت اسمٰعیلؑ نے ہجرت کر کے اس کو وطن بنایا اور ایک یتیم پیغمبر (محمد صلعم) اس میں پیدا ہُوا۔ عہدِ قرآن میں اس شہر کے مالک قریش تھے۔ جنوب کی جانب وہ وادی ہے۔ جس کو وادیٔ قریٰ کہا جاتا ہے۔ اس وادی

---

[1] نہر سویز کے بن جانے سے عرب کی سرزمین جزیرہ نما بن گیا ہے۔

Marfat.com

میں شہر حجر واقع ہے۔

۴۔ مدینہ منوّرہ

قرآن مجید میں مدینہ منوّرہ کے دو نام ہیں۔ یثرب جو حضورؐ کی ہجرت سے پہلے کا نام ہے۔ اور مدینہ منوّرہ جو ہجرت کے بعد ابتداءً مدینۃ النّبی (نبی کا شہر) کے نام سے موسوم ہوا۔ اور پھر صرف مدینہ منوّرہ رہ گیا۔ حضورؐ نے دس سال مدینہ منوّرہ میں بسر کئے اور ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ کو وفات پائی اور مزار اقدس تعمیر کیا گیا۔

۵۔ بدر

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۝ خدا نے بدر میں تمہاری مدد کی۔ حالانکہ تم قلیل تھے۔ بدر ایک گاؤں یا کوئیں کا نام ہے۔ جو مدینہ سے ۸۰ میل کے فاصلہ پر بحر احمر کے کنارے اس سڑک پر واقع ہے۔ جو شام سے مدینہ منوّرہ کو آتی ہے۔ مشرکین مکّہ اور مسلمانوں کی سب سے پہلی باقاعدہ جنگ اسی مقام پر ہوئی تھی۔ جس میں مسلمانوں کو شاندار فتح حاصل ہوئی اور یہ مدافعانہ جنگ گویا اسلامی قوّت کے استحکام کا پہلا مظاہرہ تھا۔

۶۔ حنین

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۔ مسلمانو! اللہ نے تمہاری مدد بہت مواقع پر کی اور حنین کے دن بھی۔ حنین مکّہ اور طائف کے درمیان ایک وادی ہے جس کو اوطاس بھی کہتے ہیں۔ شوال ۸ھ میں یہاں قبائل عرب اور مسلمانوں کے درمیان سخت جنگ ہوئی تھی۔ مسلمان بارہ ہزار تھے اور کفار بے شمار۔ مسلمانوں نے چھ ہزار کافروں کو قتل و زخمی کیا۔ اور فتح

Marfat.com

حاصل کرلی۔

۷۔ مشعرِ حرام

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۔ مشعرِ حرام کے نزدیک اللہ کو یاد کرو۔ عرفات اور منیٰ کے درمیان یہ ایک مقام ہے جس کو مزدلفہ بھی کہتے ہیں۔ حج کے ایام میں نویں تاریخ کی شام کو حجاج عرفات سے روانہ ہو کر مزدلفہ یا مشعرِ حرام میں رات کو پہنچتے اور قیام کرتے ہیں۔ یہاں ایک پہاڑی بھی ہے۔ اس کو بھی مشعرِ حرام کہتے ہیں۔

۸۔ عرفات

مقامِ منیٰ سے چھ میل اور مکّہ سے ۹ میل کے فاصلہ پر ایک وسیع میدان ہے۔ درمیان میں جبلِ رحمت ہے نویں تاریخ کا دن حجاج یہیں گذارتے ہیں۔ اور یہ حج کا سب سے بڑا رکن ہے۔

۹۔ آئکہ

وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ۔ اور اہلِ ایکہ بھی ظالم تھے ایکہ مدین کے قریب ایک جنگل تھا۔ جہاں شعیبؑ کی قوم آباد تھی۔ اور ان کو اصحاب ایکہ کہتے ہیں۔ اس قوم پر خدا کا عذاب آیا اور یہ جنگل جس میں ان کی آبادیاں تھیں، تباہ و برباد ہو گیا۔

۱۰۔ حجر

وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ حجر والوں نے بھی، رسولوں کو جھٹلایا تھا۔ شہر حجر وادیٔ قرای میں تھا۔ اور مدینہ اور شام کی درمیانی

Marfat.com

عسفان وأئلہ کے درمیان فلسطین کے ادہر واقع ہے۔ یہ شہر تباہ ہوگیا تھا۔ اور اصحاب کہف انہیں کھنڈرات میں رہتے تھے۔

۱۷۔ عرم

سیلِ عرم کے واقع میں اس کا ذکر ہوچکا ہے۔

۱۸۔ بابل

بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ط بابل دریائے دجلہ اور فرات کے زریں حصّہ ایک مشہور شہر تھا۔ عراق عرب میں اس کے کھنڈرات اب تک موجود ہیں۔

۱۹۔ موتفکات

بیر سبع سے تھوڑے فاصلہ پر چند بستیاں تھیں جن میں سدوم رہتے تھے۔ انہیں بستیوں کی جانب حضرت لوطؑ بھیجے گئے تھے اور انہیں کو موتفکات کہتے ہیں

۲۰۔ مدین

بحرِ احمر کے ساحل پر خلیج عقبہ کے دہانہ کے قریب یہ شہر واقع تھا۔ حضرت شعیبؑ اسی شہر میں اقامت پذیر تھے۔

۲۱۔ مصر

مصر دریائے نیل کے قریب مشہور شہر ہے۔ حضرت ابراہیمؑ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ اور حضرت موسیٰؑ، بہت سے پیغمبروں کا اس سے تعلق رہا ہے۔

۲۲۔ مجمع البحرین

حضرت خضر علیہ السلام کے قصّہ میں اس کی تشریح کردی گئی ہے۔

۲۳۔ ارضِ مقدس

Marfat.com

ارضِ مقدس سے مُراد ملک شام ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے قصّہ میں اس کا ذکر ہوُا ہے۔

۲۴۔ سبا

اس کا ذکر ملکہ سبا بلقیس کے قِصّہ میں ہو چکا ہے۔

۲۵۔ مقامِ ابراہیمؑ

مقامِ ابراہیمؑ سے وُہ پتھر مُراد ہے۔ جس پر حضرت ابراہیمؑ نے کھڑے ہو کر کعبہ کی دیواروں کو تعمیر کیا تھا۔ یہ پتھر خانہ کعبہ کے شمال میں رکھا ہوُا ہے۔ جس پر ایک قُبہ بنا ہوُا ہے۔ خانہ کعبہ کے طواف کے بعد اس مقام پر دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے۔

۲۶۔ مسجد حرام

مسجد حرام سے مُراد خانہ کعبہ ہے جس کو بیت اللہ بھی کہتے ہیں۔

۲۷۔ مسجدِ اقصیٰ

یہ مسجد بیت المقدس ملک شام میں واقع ہے انبیاءِ سابقین کا قبلہ یہی مسجد تھی۔ اہلِ کتاب اس مسجد کو ہیکل کہتے ہیں۔

۲۸۔ بیت المقدس

مسجدِ اقصیٰ کا دُوسرا نام ہے۔ جس کو حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ نے تعمیر کرایا تھا۔

۲۹۔ مسجدِ قبا

مدینہ منوّرہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے مدینہ کی سب سے پہلی

Marfat.com

مسجد ہے۔ جس کی شان میں خداوندِ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔ مَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی یہ وُہ مسجد ہے جس کی بنیاد پہلے ہی دن پرہیزگاری پر رکھی گئی۔

۳۰۔ مسجد ضرار

ابو عامر نامی ایک شخص نے اس مسجد کو حضورؐ اور مسلمانوں کے خلاف سازش کرنے کے لئے تعمیر کیا تھا۔ مسجد تیار ہو گئی۔ تو حضورؐ سے اس میں برکت کیلئے نماز پڑھانے کی خواہش کی گئی۔ حضورؐ نے غزوہ تبوک سے واپسی میں نماز پڑھانے کا وعدہ فرمالیا۔ واپسی کے بعد خدا نے وحی کے ذریعہ آگاہ کیا کہ اس مسجد کو تفرقہ ڈالنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ تم اس میں نہ جاؤ اس کا نام بعد میں مسجد ضرار ہو گیا۔ اور پھر اس کو ڈھا دیا گیا۔

۳۱۔ صفا و مروہ

خانہ کعبہ کے قریب دو پہاڑیاں ہیں ان کے درمیان حج کے ایام میں دَوڑا جاتا ہے۔

۳۲۔ عرفات

مکہ سے ۹ میل اور منیٰ سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک وسیع میدان ہے۔ جس کے درمیان جبلِ رحمت ہے۔ نویں تاریخ کو حجاج یہاں قیام کرتے ہیں اور حج کا سب سے بڑا رکن یہاں کا قیام ہے۔

۳۳۔ اُحد

مدینہ منورہ کے شمال میں ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ ہے۔ اسی جگہ پر دُوسری جنگ لڑی گئی۔ جہاں ناتجربہ کار مسلمان تیر اندازوں کی غلطی سے

Marfat.com

کفارِ مکہ کے مقابلہ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تھی۔

اُخروی اماکن

"فردوس" جنت کا اعلیٰ محل، نبیوں صلحاء کے اعمال کا مقام ہے "سجین" ارواحِ کفار کی جگہ ہے۔ "کوثر" ایک نہر جنت میں ہے جو حضورؐ کو اُمتِ محمدیہ کے سیراب کرنے کی غرض سے مرحمت ہوئی ہے "سبیل اور تسنیم" جنت کے دو چشموں کا نام ہے۔

"صعود" دوزخ کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ غی۔ آثام۔ مویق۔ ویل سعیر۔ سائل اور سحیق جہنم کی وادیوں کے نام ہیں۔ فلق دوزخ کے گہرے غار یا گڑھے کا نام ہے۔

اقوامِ ارضِ قرآن

قرآن مجید میں صراحتاً یا ضمناً جن اقوام کا ذکر ہوا ہے۔ ان کی مختصر کیفیت یہ ہے۔ کہ آدم ثانی حضرت نوحؑ کے تین بیٹے تھے یافث حامؔ اور سامؔ۔ ساری دُنیا انہیں کی نسل سے ہے۔

۱۔ یافث

اس کی اولاد میں سے روم کے قبائل اور اصحابِ کہف ہیں۔

۲۔ حام

اس کی اولاد میں سے مصر وغیرہ کے لوگ ہیں۔

۳۔ سام

Marfat.com

اس کی اولاد سب سے زیادہ ہے۔ اور دُنیا کا بڑا حصّہ اسی کی اولاد میں سے ہے۔ عاد، ثمود، جہیم، طسم، وجدیس، اہلِ معین، بنوحیان، بنوقحطان، یعرب، سبا، تارخ آذر ابراہیمؑ، لوطؑ، اسحاقؑ، اسمٰعیلؑ، ایوبؑ، یعقوبؑ، قیدار، پدرِ قریش، اصحاب ایکہ، شعیبؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ، داؤدؑ، سلیمانؑ وغیرہ سب سامی اقوام و اشخاص ہیں۔

اسلام سے پہلے عرب کی تجارت

اسلام سے پہلے عرب میں کاشتکاری بہت کم اور تجارت زیادہ ہوتی تھی۔ عمان۔ بحرین۔ ایران۔ عراق۔ یمن۔ حضرموت۔ افریقہ۔ ہندوستان مصر۔ شام۔ عرب کے مقابل اور عرب سے ملحق تھے۔ ان ملکوں سے وُہ دوسرے علاقوں میں جاتے اور تجارتی مال کی درآمد و برآمد کیا کرتے تھے۔ سامانِ تجارت میں زیادہ تر خوشبودار چیزیں، سونا، جواہرات، لوہا، کھانے کا مسالہ۔ چمڑا، زین پوش اور بھیڑ بکریاں تھیں۔ تجارت کا یہ سلسلہ قبائلِ قریش میں بھی جاری تھا۔ اور عہدِ قرآن شروع ہونے کے وقت حجاز میں بہت سے تاجر ایسے تھے۔ جن کو آجکل کی اصطلاح میں ملک التجار کہا جاتا ہے۔

ادیانِ عرب قبل از اسلام

اِسلام سے پہلے عرب میں اجسام پرست بھی تھے اور ستارہ پرست بھی تھے۔ اور ارواح پرست بھی اور ملحد و دہریہ بھی تھے۔ پھر پیغمبروں کی تعلیم سے خُدا پرستوں کی بھی ایک جماعت تیار ہُوئی۔ جس نے بعد میں خدا کے ساتھ بتوں

Marfat.com

کی بھی پرستش شروع کر دی تھی۔

قرآن مجید میں قبل از اسلام عرب کے بعض مذاہب کا ذکر کیا گیا ہے اور عرب کے بعض عقائد کی تردید بھی کی گئی ہے۔

غزواتِ نبوی ؐ کا ذکر قرآن مجید میں

قرآن مجید میں صرف چند نبوی ؐ غزوات کا ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی غزوۂ بدر، غزوۂ اُحد، غزوۂ احزاب یا خندق غزوہ حنین۔ بیعتِ رضوان اور غزوۂ یرموک کا۔ ان غزوات کی تشریح اور قرآنی بیان کی تفسیر کی یہ مختصر مقدمتہ القرآن گنجائش نہیں رکھتا۔

تذکرۂ اشخاص

قرآن مجید میں دو قسم کے اشخاص کا ذکر آیا ہے ایک تو صحابہ اور صلحاء کا، دوسرے کفّار کا۔

قسم اوّل میں حضرت زید بن حارثہ رضؓ حضور ؐ کے متبنّیٰ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ۔ حضرت مریم رضؓ۔ اصحابِ کہف رضؓ۔ ذوالقرنین رضؓ۔ لقمان رضؓ۔ طالوت رضؓ۔ اہلِ بیت رضؓ اور حواریّین مسیح ؑ شامل ہیں۔ اور دُوسری قسم میں قارون، جالوت، ہامان، آزر تارخ۔ انسی۔ بشریٰ۔ سامری۔ اُبولہب اور اس کی بیوی شامل ہیں۔

اِن کی تشریح چونکہ طوالت چاہتی ہے۔ اس لئے نظرانداز کی جاتی ہے۔

Marfat.com

باب ہشتم

مختصر تاریخ اشاعت قرآن

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱ -	اشاعتِ قرآن کی مختصر تاریخ	۳۷۳
۲ -	تعلیمِ قرآن کی وسعت حضرت عمرؓ کے عہد میں	۳۷۵
۳ -	قرآن میں نقطے اور اعراب	۳۸۱
۴ -	خلفائے بنو اُمیّہ اور اعراب قرآنِ حکیم	۳۸۲
۵ -	قرآن افریقہ میں	۳۸۳
۶ -	قرآن یورپ میں	۳۸۴
۷ -	قرآن چینی ترکستان میں	۳۸۸
۸ -	قرآن مغلستان میں	۳۸۹

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آٹھواں باب

اشاعتِ قرآن کی مختصر تاریخ

قرآن اُس مجموعۂ کلام الٰہی کو کہتے ہیں جو پیغمبرِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہدِ رسالت (مدت تقریباً ۲۳ سال) بہ اوقاتِ مختلف وحی الٰہی کے ذریعہ نازل ہوا۔ اس کی حفاظت کا ذمہ خود پروردگارِ عالم نے لیا۔ اور منشاء الٰہی کو پورا کرنے کے لئے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ ہدایت کلام اللہ پاک کی حفاظت دو طرح پر کی گئی۔ اوّل حفظ، دوم تحریر۔ قرآنِ کریم کے جس قدر حصے نازل ہوتے تھے۔ صحابہ کرام ان کو یاد کر لیتے تھے۔ یا لکھ لیتے تھے۔

حفاظِ قرآن

اس طرح سینکڑوں حفاظ قرآن پیدا ہو گئے۔ اور ان کی یہ کثرت ہو گئی کہ حضرت ابوبکرؓ کے عہدِ خلافت میں جب مسیلمہ کذاب کے مقابلہ میں ہنگامہ یمامہ بپا ہوا تو اس میں ستر حفاظِ قرآن شہید ہوئے۔

ان حفاظِ قرآن کا شہید ہونا غضب تھا۔ قرآن ان کے نورانی سینوں میں ہی محفوظ نہ تھا بلکہ ان کے تمام اعمال و افعال تعلیم قرآن کے سانچے میں

Marfat.com

ڈھلے ہُوئے تھے۔ جو اشاعت مذہب کا ایک یقینی ذریعہ تھا۔ ان بندگان خدا کی یہ کیفیت تھی کہ جب کوئی شخص ان میں سے آیتیں سیکھ لیتا تو اس سے زیادہ نہ پڑھتا۔ جب تک ان کے معانی کو سمجھ کر ان پر عمل کرنا نہ سیکھ لیتا۔

کتابتِ قرآن

آیاتِ قرآن کو ضبطِ تحریر میں لانے کا کام زیادہ تر حضرت عثمانؓ اور حضرتِ علیؓ کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی یہ خوشگوار فرض ادا کیا۔ ان کے علاوہ دیگر صحابہ کو بھی یہ فخر حاصل ہُوا۔ بعض صحابہ قرآن بطورِ خود لکھ کر اپنے پاس رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نعمت کو عام کرنا چاہتے تھے۔ فرمایا! کہ "تم میں سے افضل وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔" اس کے لئے آپ نے لوگوں میں شوقِ تحریر پیدا کیا۔ اور اعمالِ حکومت کے فرائض میں بھی تعلیمِ قرآن کو داخل فرمایا۔ آپ نے معاذ بن جبلؓ کو جند (یمن) کا قاضی بنا کر بھیجا۔ کہ وہاں کے لوگوں کو قرآن اور شرائع اسلام کی تعلیم دیں۔ جو شخص سب سے بہتر حافظِ قرآن ہوتا اس کو فوج کا سردار بنا دیا جاتا۔ ارشاد تھا کہ قوم کی امامت وہ کرے جو سب سے زیادہ قرآن پڑھا ہو۔ بدر کے قیدیوں میں سے جو لکھنا جانتے تھے۔ ان کا فدیہ حضورؐ نے مقرر کیا کہ وہ مدینہ کے دس دس اُمیوں کو لکھنا سکھا دیں۔ اور آزادی کی ہَوا کھائیں۔

ابتدا میں تحریر کے لئے صرف رِق (چمڑے کے ورق) اِستعمال کئے جاتے تھے مگر بعد میں اور چیزیں بھی استعمال ہونے لگیں۔ مثلاً عسب (کھجور کی شاخ) لحض (پتھر کی پتلی تختیاں) کتف (اُونٹ یا بکری کے شانے کی چوڑی ہڈیاں)

Marfat.com

اقتب (پالان کی لکڑی) غیرہ)

قرآن ایک مجلد میں

قرآنِ کریم یوں تو پیغمبرِ اسلامؐ کی حیات ہی میں معرضِ تحریر میں آچکا تھا۔ اور اس کا بڑا حصہ بھی آنحضرتؐ کے عہد میں مدون ہو چکا تھا۔ مگر ایک مجلد میں نقل کرنے کا کام آنحضرتؐ کی وفات کے بعد انجام کو پہنچا۔ جنگِ یمامہ میں حفاظِ قرآن کی شہادت نے حضرت عمر بن الخطابؓ کے دِل میں اندیشہ پیدا کر دیا۔ کہ اگر حفاظِ قرآن اسی کثرت سے لڑائیوں میں شریک ہوتے رہے تو قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے گا۔ اس لئے قرآن کو ایک مجلد میں نقل کر لینا چاہیئے آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے تحریک کی زید بن ثابتؓ جو کاتبِ وحی تھے۔ اس کام پر مامور ہوئے۔ اور قرآن ایک مجلد میں نقل کر لیا گیا۔

تعلیم قرآن کی وسعت حضرت عمرؓ کے عہد میں

حضرت عمرؓ کے عہد قرآن کی تعلیم کا سلسلہ وسیع ہو چکا تھا۔ آپ خود منڈیوں میں تشریف لے جاتے لوگوں کو قرآن پڑھ کر سناتے اور ان کے تنازعات کا فیصلہ کرتے آپ نے قاریوں اور معلموں کے ذریعہ قرآن کو وسعت دی۔ ان کی تنخواہیں مقرر کیں۔ بدوؤں تک میں قرآن کی تعلیم لازمی کر دی ابوسفیانؓ کا فرض قرار دیا کہ وہ قبائل میں پھر کر ہر شخص کا امتحان لیں۔ اور جس کو قرآنِ کریم کی کوئی آیت یاد نہ ہو اس کو سزا دیں آپ نے معلمانِ دین ہر ملک میں مقرر کئے۔ جن کا کام یہ تھا۔ کہ نومسلموں کو قرآن اور فرائض اسلام کا درس دیں۔

Marfat.com

آپ نے شام کے مسلمانوں کے لئے تین صحابہ مقرر کئے جو حمص، دمشق اور فلسطین میں درس دیتے تھے۔ ابتدا میں قرآن سیکھنے والوں کے لئے روزینے مقرر کئے گئے۔ فوجوں میں اس کا مطالعہ ضروری قرار دیا۔ عمّال کو حکم تھا کہ اہلِ فوج کو قرآن حفظ کرائیں۔ صرف سعد بن ابی وقاص رضؓ کی فوج میں تین سو حفاظ تھے۔ آپ نے ہر جگہ تائیدی احکام بھیجے کہ قرآن مجید کے ساتھ صحتِ الفاظ و اعراب کی تعلیم بھی دی جائے۔ اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ ادب اور عربیت کی تعلیم بھی لازمی کر دی۔ تاکہ لوگ خود اعراب کی صحت و غلطی میں تمیز کر سکیں۔ آپ نے قرآن کی اشاعت و حفاظت کے لئے جو کچھ کیا۔ اس کی نسبت حضرت شاہ ولی اللہؒ نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ "امروز ہر کہ قرآن می خواند از ملوائف مسلمین منّتِ فاروق اعظم رضؓ در گردنِ او ست" یعنی آج مسلمانوں میں سے جو شخص قرآن پڑھتا ہے۔ وہ حضرت عمرِ فاروق رضؓ کا احسانمند ہے اس لئے کہ قرآن کی دنیا میں انہیں کی کوششوں سے پھیلا ہے۔

قرآن کی سب سے پہلی مجلّد

اس طرح قرآن کے مجلّدات کی اشاعت سے پہلے قرآن کی تعلیم چاروں طرف پھیل چکی تھی۔ مجلّدات کے بغیر ابتری کا جو اندیشہ تھا اسے قرآن کو ایک مجلّد میں نقل کر کے رفع کر دیا گیا۔

قرآن کریم کا یہ سب سے پہلا مرتّب و مدوّن نسخہ اوّل حضرت ابوبکر رضؓ کے پاس رہا آپ کے بعد حضرت عمر رضؓ کے قبضہ میں آیا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی صاحبزادی حضرتِ حفصہ رضؓ کو منتقل ہوا۔ حضرتِ حفصہ رضؓ اس نسخہ کو بہت عزیز رکھتی تھیں۔ حضرت عثمان رضؓ خلیفہ ہوئے تو یہ نسخہ لے لیا اور ۲۵ھ میں اس کی سات

Marfat.com

اور بعض روایتوں کے مطابق پانچ نقلیں کرا کر مختلف صوبوں میں بھیجیں۔
کتابت میں آپ نے زبانِ قریش کو قائم رکھا۔ کہ یہی رسولِ خدا کی قرأت تھی۔
آپ نے دیگر قرأتوں کو ترک کر دیا کہ تحریف اختلاف کا اندیشہ جاتا رہے۔ اور خارجی ممالک میں جو زبان عربی سے ناآشنا تھے۔ قرأت کی صرف ایک صورت رائج ہو جائے
آپ نے اس معاملہ میں اس قدر احتیاط سے کام لیا کہ جو غیر مرتب نسخے لوگوں کے پاس تھے وہ جلا دیئے۔ حافظ حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے یہ نسخے جلائے نہیں، بلکہ حکم دیا کہ "یہ نسخے خرقے کی طرح لپیٹ کر رکھ دیئے جائیں۔ یعنی ان سے کام نہ لیا جائے"۔ بہرحال مقصد ایک ہی تھا۔ اور اس کی زیادہ وجہ یہ تھی کہ سلطنت کے دور دراز حصوں مثلاً شام و آرمینیا میں قرآن کی قرأت میں بہت اختلاف تھا۔ اور اس کا رفع کرنا ضروری تھا۔

حضرت عثمانؓ جامع قرآن نہ تھے، جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے۔ مگر اس میں کلام نہیں کہ آپ نے قرأت کا ایک طریقہ رائج کر کے اور سورتوں کو ترتیب دے کر فتنۂ تحریف کو ہمیشہ کے لئے مٹا دیا۔ اور آج کم و بیش ساڑھے تیرہ سو سال بعد ہم قرآن کو بالکل اسی صورت میں پاتے ہیں۔ جس صورت میں کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں جمع اور حضرت عثمانؓ کے عہد میں شائع کیا گیا۔

دیگر مجلّدات اور ان کی اشاعت

حضرت عثمانؓ نے قرآنِ کریم کی جو نقلیں کرائیں۔ ان میں سے ایک مدینہ منورہ میں رکھی گئی۔ اور بقیہ جلدیں مکہ، شام، یمن، بحرین، بصرہ اور کوفہ میں بھیجی گئیں۔ علامہ شبلی نعمانی مرحوم ان نقلوں کے متعلق فرماتے ہیں :-

Marfat.com

دمشق !

اس مصحف کو ابوالقاسم سبتی نے ۶۵۷ھ میں جامع دمشق کے مقصورہ میں دیکھا عبدالملک کا بیان ہے کہ میں نے اس کو ۷۲۵ھ میں دیکھا۔ یہ مصحف میرے سفر قسطنطنیہ کے زمانہ تک دمشق میں موجود تھا۔ کئی برس ہوئے جب سلطان عبد الحمید خاں کے زمانہ میں جامع مسجد جل گئی تو یہ مصحف بھی جل گیا۔

مدینہ منوّرہ

اس مصحف کا بھی ۷۳۵ھ تک پتہ چلتا ہے۔ اس نسخہ کی پشت پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔ ھٰذا ما اجمع علیہ جماعۃ من اصحاب الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منھم زید بن ثابت وعبد اللہ بن الزبیر وسعید بن العاص۔ اس کے بعد اور صحابہ کا نام تھا۔

مکّہ معظّمہ

یہ مصحف بھی ۷۳۵ھ ہجری تک موجود تھا۔

بصرہ یا کوفہ

یہ نسخہ قرآن معلوم نہیں کس زمانہ میں قرطبہ پہنچا۔ پھر عبدالمومن اس کو قرطبہ سے اپنے دارالسلطنت میں بڑے تزک واحتشام سے لایا۔ ۶۴۵ھ میں وہ معتضد کے قبضہ میں آیا۔ اس کے بعد جب ابوالحسین نے تلمسان فتح کیا۔ تو یہ نسخہ اس کے قبضہ میں آیا۔ اس کے مرنے پر پرتگیز میں پہنچا۔ وہاں سے ایک تاجر نے کسی طرح اس کو حاصل کیا اور ۷۴۵ھ میں شہر فاس میں لایا۔ جہاں مدّت تک خزانہ شاہی میں موجود رہا۔

Marfat.com

یہ علامہ شبلی کی روایت ہے۔ ایک دُوسری روایت کے مطابق یہ وُہ مجلّد ہے جس کو تلاوت کرتے ہُوئے حضرت عثمانؓ قتل کیئے گئے۔ یہ مجلّد ایک مُدت تک بنی اُمیّہ کے پاس رہی۔ ان کی خلافت کے ساتھ دمشق سے منتقل ہو کر اُندلس پہنچی۔ اُندلس میں اسلامی سلطنت کے زوال کے بعد مراقش کے دارُالخلافہ فاس میں منتقل ہوئی۔ ابنِ بطوطہ کی روایت کے مطابق یہ نسخہ آٹھویں صدی ہجری تک جامع بصرہ میں موجود تھا۔ اور اس پر خلیفہ کے خون کے دھبّے نمایاں تھے یہی نسخہ بخارا سے رُوس کے قدیم پایہ تخت ماسکو میں ۱۹۰۴ء میں پہنچا۔ وہاں سے پھر بخارا میں واپس لایا گیا۔ اور جب ۱۹۲۳ء میں بالشویکوں نے ترکستان پر دوبارہ قبضہ کیا۔ تو اس نسخہ کو پھر ماسکو لے گئے۔ جہاں سے اسے واپس لانے کی کوشش کی جارہی ہے کہتے ہیں کہ یہ مصحف شریف امیر تیمور کے زمانہ میں ابوبکر الشاسی کی طرف سے حضرت شیخ عبداللہؒ کے مرقد پر رکھ دیا گیا تھا۔ جہاں سے وُہ بالشویکوں کے ہاتھ آیا۔

علامہ مقریزی نے کتابت الخطط میں جہاں قاضی فضیل (سُلطان صلاح الدّین کا وزیر) کے مدرسہ کا ذکر کیا ہے۔ لکھا ہے کہ اس کے کُتب خانہ میں مصحفِ عثمانیؓ کا نسخہ موجود تھا۔ جس کو قاضی فضیل نے بیس ہزار اشرفی کو خریدا تھا۔

قاہرہ کے اخبار "وادی النیل" میں ان تبرکات کی فہرست شائع ہُوئی ہے۔ جو خلافت کے ترکی میں منتقل ہوتے وقت سُلطان سلیم اوّل کے حوالہ کی گئی۔ ان میں سے ایک حضرت عثمانؓ ایک حضرت علیؓ ابن ابی طالب کرّم

Marfat.com

اللہ وجہہ کا اور ایک علیؑ زین العابدینؑ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن بھی ہے۔

قرآن کی ایک ایک نقل حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ نے بھی اپنے طور پر تیار کی تھی۔ حضرت علیؑ کے مصحف کی نقل مشہد میں محفوظ ہے۔ اور اس پر آپ کے دستخط بھی ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ قرآن کے چند اوراق حضرت علیؑ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے لاہور کی شاہی مسجد میں بھی محفوظ ہیں۔

نومبر ۱۹۳۰ء میں ایران کے محکمہ اثریات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ثالث اور صحابی حضرت عثمانؓ بن عفان کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا ایک نسخۂ قرآن ایرانی کردستان کے ضلع آرمان کے موضع نخل کی ایک مسجد سے دستیاب ہوا۔ اس نسخہ متبرکہ کو طہران کے عجائب خانہ آثارِ عتیقہ میں بحفاظتِ تمام رکھا گیا ہے۔ اسی محکمہ کو ۱۹۳۵ء میں ایک اور نسخہ حضرت علیؑ کے دستِ مبارک کا جو کوفی خط میں لکھا ہوا تھا۔ دستیاب ہوا۔ اور اس کو بھی عجائب خانہ مذکور میں رکھ دیا گیا۔

قرآن مجید کا ایک نسخہ حضرت امام حسنؑ نے اپنے دستِ مبارک سے لکھا تھا اس کے تقریباً چار سو صفحات ہیں اور یہ ہرن کی کھال پر لکھا ہوا ہے۔ ایک اور چھوٹی تقطیع کا قرآن حضرت سید سجادؒ نے لکھا تھا۔ ان ہر دو نسخوں کے چند اوراق کا عکس ۲۹ جمادی الآخر ۱۳۴۵ھ کے اخبار "ایران" طہران میں شائع ہوا تھا۔ حضرت امام حسینؓ کے لکھے ہوئے چند اوراق بخطِ کوفی امیر تیمور کو سلطان بایزید یلدرم کے کتب خانہ سے ملے تھے۔ جن کو سلطان تیمور نے بحفاظت رکھا۔ ۱۸۵۷ء میں یہ اوراق بہادر شاہ آخری تیموری بادشاہ کے

Marfat.com

قبضہ سے نکال کر حکومت انگریزی نے ولایت بھجوا دیئے۔ لیکن تین اوراق، جن میں سے ایک پر شاہ جہان بادشاہ کی مہر ہے۔ اب تک دہلی میں موجود ہیں۔

قرآن میں نقطے اور اعراب

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کے جو نسخے لکھوائے تھے۔ وُہ نقطوں اور اعراب سے خالی تھے۔ عربوں کو ان کے پڑھنے میں کوئی دقت نہ تھی۔ اس لئے کہ عربی ان کی مادری زبان تھی۔ اور وُہ قرأتِ رسولؐ سے بخوبی واقف تھے۔ لیکن جب عجمی قومیں جوق در جوق دین الفطرۃ سے مشرف ہونے لگیں تو زبانِ عرب سے ناآشنا ہونے کے باعث ان کو سخت دشواری پیش آئی۔ ابوالاسود ملی (المتوفی ۶۹ھ) نے جن کو حضرت علیؓ نے کوفہ میں تدوین قواعدِ نحو کا حکم دیا تھا۔ اس طرف سب سے پہلے توجہ کی۔ اور قرآن مجید میں نقطے لگوائے۔ بعض مؤرخین کی رائے میں یہ خیال معاویہ اور بعض کے نزدیک عبدالملک بن مروانؒ کے زمانہ میں پیدا ہوا۔

حجاج بن یوسف (المتوفی ۹۰ھ) گورنر عراق کے ماتحت کوفہ و بصرہ میں جہاں کئی صحابہؓ رسولؐ آباد ہو گئے تھے۔ قرآن کی تعلیم ذوق و شوق سے ہوتی تھی۔ بصرہ میں علمِ نحو کی تدوین ہوئی۔ جس نے بعد میں لوگوں کی توجہ کو صرف و نحو کی الجھنوں میں پھنسا کر قرآن سے غافل بنا دیا۔ حجاج اپنے ظلم و ستم کے لئے مشہور رہے۔ لیکن اس کی زندگی کا یہ پہلو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اس کو قرآن سے بیحد شغف تھا۔ اس نے عجمیوں کی دِقت محسوس کر کے

Marfat.com

قرآن مجید میں نقطے لگوائے اور اس کے متعدد نسخے لکھوا کر ممالکِ غیر میں تقسیم کرائے۔ حجاج کو قرآن سے اتنی اُلفت تھی کہ جب اس کا انتقال ہوا تو اس کے قبضہ سے اسلحہ اور چند سکّوں کے علاوہ صرف قرآن کا ایک نسخہ نکلا۔

ایک روایت کے بموجب حجاج نے صرف نقطوں کے ذریعہ اعراب کا اظہار لکھوانا شروع کیا۔ لیکن یہ طریقہ نقائص سے خالی نہ تھا۔ اس لئے خلیل بن احمد (المتوفی ۱۷۰ھ) نے نقطوں کے عوض مروّجہ زیر و زبر پیش شدّ مد کے علامات ایجاد کئے۔

خُلفائے بنو اُمیّہ اور قرآنِ حکیم!

خلفائے بنو اُمیّہ نے قرآنِ کریم کے مطالعہ کو بہت وُسعت دی۔ خلیفہ عبدالملک (۶۵ھ) نے اپنی سلطنت میں بہت سی اصلاحات کیں اس کو قرآنِ پاک سے خاص اُلفت تھی۔ اس نے سکّہ پر قرآنِ پاک کی آیتیں کھدوائیں۔ عربی نستعلیق کے نقائص دُور کئے اور قرآن کے مطالعہ اور تفسیر کو آسان بنایا۔ ایک موقع پر عبدالملکؒ کا لڑکا غزواتِ اسلام کے حالات پڑھ رہا تھا۔ خلیفہ نے اس کے جلائے جانے کا حکم دیا۔ اور اس کو مطالعۂ قرآن کی ہدایت و تلقین کی۔ خلیفہ ولید (۸۶ھ) اگرچہ اپنے شوقِ تعمیر کے لئے مشہور تھا۔ اور اس کے عہد میں لوگ آپس میں ملتے تھے تو صرف عمارت ہی کا حال پوچھتے تھے۔ تاہم وُہ لوگوں کو ہمیشہ حفظِ قرآن کی ترغیب دیتا تھا۔ حفاظ کو فیاضی سے وظائف عطا کرتا اور جو لوگ قرآن کو حفظ نہیں کرتے تھے ان کو سزا دیتا تھا۔ اِس بارے

Marfat.com

میں ولیدؒ نے حضرت عمرِ فاروقؓ کی پیروی کی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (سنہ ۹۹ھ) نے قرآن مجید کی توسیع کو اپنا جزوِ ایمان بنالیا تھا۔ ان کے عہد میں رعایا میں قرآن و مذہب کا ہر وقت چرچا رہتا تھا۔ جب وُہ خلیفہ ہُوئے تو باہمی ملاقات میں ایک شخص دُوسرے سے کہتا تھا۔ کہ رات کو تم کونسا وظیفہ پڑھتے ہو؟ تم نے کتنا قرآن حفظ کیا ہے؟ قرآن کب ختم کرو گے؟ اور کب ختم کیا تھا؟ مہینے میں کتنے روزے رکھتے ہو؟

قرآن افریقہ میں!

قرآنِ پاک کی مجلّدات شمالی افریقہ میں خلیفہ عبدالملک کے عہد میں پہنچیں۔ یہ وُہ زمانہ ہے جب بربروں نے بہادر ملکہ کاہنہ کے ماتحت عرب حملہ آوروں کا مقابلہ شروع کیا۔ وُہ مادی اور رُوحانی دونوں طرح سے مغلوب ہو گئے۔ ایک طرف انہوں نے مُسلمانوں کی مادی حکومت کو تسلیم کیا۔ اور دُوسری جانب قرآنِ پاک کو سر اور آنکھوں پر جگہ دی۔ تاریخ شاہد ہے کہ یہ لوگ اِسلام کے فضائل اور مُسلمانوں کی خُوبیاں دیکھ کر مُسلمان ہُوئے۔ عرب کے عالم اور فقیہ مقرر تھے۔ کہ ان کے سامنے قرآن پڑھیں اور قرآن کی عبارت کو سمجھائیں۔ ان ہی بربروں کی مدد سے سنہ ۹۲ھ میں طارقؓ ہسپانیہ کی تسخیر کو اُٹھا۔ اور فتح حاصل کر لی۔

قرآن کی مجلّدات یہاں سے سوڈان اور حبشی اقوام میں پہنچیں۔ اور دریائے تانگیر کے بالائی جانب بستیاں کلام اللہ کے نُور سے چمک اُٹھیں۔ حتیٰ کہ افریقہ کے شہر علم و فضل کے مرکز بن گئے۔ شہر نمیکٹو جو سنہ ۴۵۹ھ میں آباد ہُوا۔ اِسلامی

Marfat.com

علوم وفنون کا گہوارہ بن گیا۔ ابنِ بطوطہ نے چودھویں صدی عیسوی میں اس ملک کا سیر کیا اور حبشی مسلمانوں کی نسبت لکھا "وہ پابندِ صوم وصلوٰۃ ہیں۔ اور قرآن پڑھتے ہیں" قرآنِ پاک سوڈان کے انتہائی مغربی حصّہ سے ہوتا ہوا بورنیو پہنچا۔ اور بالآخر سوڈان سے لے کر مصر اور نوبیسہ کی سرحد تک اور اس طرح افریقہ کے مرکز تک پہنچ گیا۔ یہاں اِسلامی کوششوں کے گویا دو دریاؤں کا سنگم ہوگیا یعنی تبلیغِ اِسلام کا ایک دریا مغرب سے اور دُوسرا شمال مشرق سے چلا۔ اور دونوں دریا افریقہ کے وسط میں مِل گئے جہاں سے اسلام کے چشمے اُبل اُبل کر بالآخر سارے افریقہ میں پھیل گئے۔

قرآنِ پاک یورپ میں!

خلیفہ عبدالملک کے بعد ولید کا زمانہ آیا۔ تو قرآن نے افریقہ سے نکل کر یورپ کا رُخ کیا۔ شمالی افریقہ میں مسلمانوں کی فتوحات، خوش حالی، انصاف اور اخلاق کی نعمتیں اپنے ہمراہ لائی تھیں۔ مُوسیٰ بن نصیر افریقہ کا گورنر تھا۔ اس نے بہت سی اصلاحات رائج کیں۔ مدارس اور کارخانے جاری کئے۔ تجارت کو ترقی دی۔ اور قرآن کی تعلیم کو عام کیا۔ ہسپانیہ اس وقت گاتھ قوم کے ظلم وستم کا تختۂ مشق بنا ہوا تھا۔ بہت سے لوگوں نے موسیٰ کی حکومت میں پناہ لی۔ موسیٰ نے ظالموں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کے لئے خلیفہ ولیدؓ کی اجازت سے طارقؓ کو روانہ کیا۔ طارقؓ نے ۹۲ھ میں جبل الطارق پر اپنا جھنڈا گاڑا۔ اور یورپ کو وُہ چیز دی جس کی اُسے ضرورت تھی۔ یعنی قرآنِ پاک۔ یہیں سے سیڈونیہ، کارمورا ن، غرناطہ اور قرطبہ، البجیرس اور اسٹگارگا میں قرآنِ پاک

Marfat.com

کی مجلدات تقسیم ہوئیں۔ موسیٰ خود قرآن ہاتھ میں لئے اشبیلیہ۔ میڈرڈ، اور طیطلہ کو فتح کرتا ہوا فرانس میں وارد ہوا۔ اور پیرے نیز تک بڑھتا ہوا چلا گیا۔ اگر ولید اس موقع پر ان جانباز فرزندانِ اسلام کو واپس نہ بلا لیتا تو آج یورپ میں انجیل کی حکومت نہ ہوتی بلکہ قرآن کی حکومت ہوتی۔

قرآن اور دیگر اسلامی مذہبی کتب نے ہسپانیہ کے عیسائیوں کو اس درجہ مسحور کیا کہ ان میں سے بہت سے مسلمان ہو گئے۔ اور جو مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ وہ نہایت ذوق و شوق سے قرآن اور دیگر کتب کا مطالعہ کرتے تھے۔ اس زمانہ میں عیسائی نوجوانوں کے اس رجحان کو دیکھ کر پادریوں نے شکایت کی۔ "کہ آجکل کے عیسائی نوجوان کلدانیوں (مسلمانوں) کی کتابوں پر بحث کرتے ہیں۔ اور صنائع بدائع آمیز تحریروں سے اُن کو شہرت دیتے ہیں۔ عیسائی اپنے دین و آئین کو چھوڑ کر مذہب اسلام کے شیفتہ ہو گئے"۔ ان کی نسبت یہ کہا گیا۔ کہ "ایسے عیسائی بے شمار اور ہر قسم کے ہیں جو کلدانی (عربی) زبان کی رنگین عبارتیں بڑے طمطراق سے پڑھنے کو موجود ہو جاتے ہیں"۔ اس حالت کو دیکھ کر اسلام کے متعصب دشمن لوگ بھی قرآن کی فصیح عبارت کی نسبت یہی کہتے ہیں۔ کہ "عیسائی بھی اس کو پڑھتے سُنتے ہیں اور تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے"۔ تو قدرتاً خیال ہو سکتا ہے۔ کہ اسلامی آثار نے عیسائیوں میں سرایت کی ہوگی۔ چنانچہ طیطلہ کے اسقفِ اعظم نے الہاندوس کے اس اصول کو کہ "انسان فطرتاً مسیحی نہیں بلکہ محض بپتسما لینے سے خدا کا فرزند ہوا"۔ قرآن کی تعلیم کا نتیجہ قرار دیا گیا۔

اس زمانہ کے پادریوں کو تو یہ شکایت تھی کہ عیسائی قرآن کریم کا مطالعہ کرتے

Marfat.com

ہیں۔لیکن عہدِ حاضر میں ان کا طرزِ عمل اس کے برعکس ہے۔کچھ زمانہ ہوا فلسطین میں سرکاری مدرسوں کے نظام ونصاب تعلیم کے متعلق ایک کانفرنس ہوئی جس میں مدرسہ نمانویہ کے مدرسِ اعلیٰ صیداوی نے تجویز پیش کی کہ سرکاری مدرسوں کے اعلیٰ درجوں میں قرآن کی تعلیم لازمی قرار دی جائے۔تاکہ عیسائیوں کی آئندہ نسل قرآن کی بلاغت کے فائدے سے محروم نہ رہے اور ان کی زبان درست ہو۔اور ملکۂ بیان پیدا ہو۔

ہسپانیہ میں علم وفضل کی روشنی یوں پھیلتے دیکھ کر سلیم القلب لوگ وہاں جمع ہونے لگے۔جرمنی کا مشہور مصلح لوتھر (المتولد ۱۴۸۳ء) بھی انہی میں سے تھا۔اس نے اطالی درسگاہوں میں جیسا کہ تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے عربی فلسفہ کا درس دیا جاتا تھا۔اس نے قرطبہ غرناطہ اور طلیطلہ کا سفر بھی کیا۔جو اُس وقت علوم عربیہ کے خاص مرکز تھے۔لوتھر کی فطرتِ سعید اُسے بائیبل سے بیزار کر چکی تھی۔یہاں قرآن کی نورانی تعلیم سے اس کے دل ودماغ روشن ہو گئے۔ اور وہ قرآنِ پاک کا ایک نسخہ لے کر جرمنی کی طرف روانہ ہوا۔جہاں اس نے ایک لاطینی ترجمہ کی مدد سے قرآن کا جرمن زبان میں ترجمہ کیا۔یہ جرمنی کی زبان میں قرآن مجید کا سب سے پہلا ترجمہ تھا۔ترجمہ کی اشاعت اور لوتھر کی اصلاحی کوششوں نے، جنہوں نے بعد میں پروٹسٹنٹ فرقہ کی صورت اختیار کی۔اس کے دوستوں، بادشاہ وقت اور پاپائے روم کی طرف سے کفر کے فتوے دلائے اور اسے مذہب عیسائی سے خارج کیا گیا۔

یہ اخراج مذہب اس طرح قرآن کی اشاعت کا باعث ہوا۔جس طرح

Marfat.com

بعد میں (۱۶۱۰ء) ہسپانیہ کے دس لاکھ مسلمان باشندوں (مورسکیوں کا اخراج باعث رحمت ہوا۔ جب یہ لوگ ملک بدر کئے گئے تو وہ قرآن ہاتھ میں لئے چاروں طرف پھیل گئے اور ہم دیکھتے ہیں کہ اگرچہ فرانس میں قرآن کی مجلدات گیارہویں صدی عیسوی سے پہلے پہنچ چکی۔ اور بارہویں صدی کی ابتداء میں قرآن کا لاطینی ترجمہ ہو چکا تھا۔ اور اٹلی میں چودھویں صدی عیسوی میں اور جرمنی میں پندرہویں صدی عیسوی میں قرآن پہنچ چکا تھا۔ مگر یورپ کے مختلف ملکوں میں قرآن کی طباعت اور مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے زیادہ تر مورسکیوں کے اخراج کے بعد ہی شائع ہوئے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مورسکیوں کا اخراج یورپ میں قرآن کی اشاعت کا باعث ہو گیا۔

یہاں مشہور جرمن ادیب اور ڈرامہ نویس کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ "عام اہلِ مغرب کے برعکس گوئٹے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا قائل تھا۔ اس نے ڈرامہ کی تیاری کے لئے قرآنِ کریم اور آنحضرت صلعم کی لائف کا بغور مطالعہ کیا"۔ اس ڈرامے کا مضمون گوئٹے نے خود بیان کیا ہے۔ کہتا ہے کہ "اِس ڈرامہ کے لکھنے کا خیال اس کے دل میں اس نظریہ کی تفسیر کے لئے پیدا ہوا کہ ہر شخص جو کوئی عظیم الشان کام کرنا چاہتا ہے۔ پہلے عام لوگوں کے دِلوں میں گھر بناتا ہے اور کیا بلحاظ معاشرت اور کیا باعتبار جذبات اپنے آپ کو عوام کی سطح پر لے آتا ہے۔ اور اس ڈھنگ سے کلام کرتا ہے۔ جو ان کے استدراک سے بلند نہیں ہوتا۔ اس کی زندہ مثال مجھے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نظر آئی"۔

گوئٹے کثرت ازدواج کا حامی تھا۔ چنانچہ سوئٹزرلینڈ جانے سے پہلے وہ

Marfat.com

اپنا ڈرامہ "سٹیلا" ختم کر چکا تھا جس میں کثرتِ ازدواج کی حمایت کی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ گوئٹے پر تعلیمِ قرآن کا کس قدر اثر تھا۔

مُغلوں اَور تاتاریوں کی اِسلام دشمنی

مشرقی یورپ میں قرآنِ پاک ترکوں کے ذریعہ پہنچا، تاریخ اس المناک سانحہ کو فراموش نہیں کر سکتی۔ جب مُغلوں اَور تاتاریوں نے (اِسلام لانے سے پہلے) اِسلامی ممالک کو ظلم و ستم کا ذریعہ بنایا۔ اُنہوں نے بخارا کی مسجدوں میں گھوڑے باندھے۔ قرآن پھاڑ پھاڑ کر ان کی بے ادبی کی۔ شہروں کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا۔ سمرقند، بلخ اور وسط ایشیا کے اور شہروں کا بھی یہی حال کیا۔ بغداد کو پامال کیا۔ اور اسلامی تہذیب و تمدّن کو مٹانے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔ لیکن جب کہ سلطنتِ مغلیہ اِسلام اور مسلمانوں کو مٹانے میں مصروف تھی اِسلام اپنا اثر کئے جا رہا تھا۔

قرآن چینی ترکستان میں!

چینی ترکستان میں قرآن ستوق بغراخان کے عہدِ حکومت میں پہنچ چکا تھا۔ بغراخان اس مُلک میں سب سے بڑا سُلطان گذرا ہے۔ ترکستانیوں کی روایت ہے کہ ۳۰۳ھ میں بغراخان نے قرآن کو سینہ سے لگایا۔ اور اسلام قبول کر کے اپنا نام عبدالکریم ستوق بغراخان رکھا۔ سُلطان بغراخان کے قبولِ اسلام نے دینِ حنیف کی اشاعت میں بہت مدد دی۔ اور ترکستانی نہ صرف خود ذوق شوق سے

Marfat.com

مُسلمان ہُوئے بلکہ تبت، مغلستان اور رُوس کے چینی علاقوں میں بھی قرآن کا پیغام پہنچایا۔ عہد حاضر کے ترکستانی ادیب منصور چنگیز کا دعویٰ ہے کہ مشرقی چین کو چھوڑ کر جہاں عرب تاجروں نے قرآن کی اشاعت کی تھی۔ باقی تمام ملک میں ترکستانیوں کے ذریعہ ہی قرآن کی اشاعت ہوئی۔

قرآن مغلستان میں!

ترکستانیوں کی سعی سے مغلوں کی وسیع مگر ظالم سلطنت میں ہر جگہ ایسے مُسلمان موجُود ہو گئے جو قرآن کی اشاعت خُفیہ طور پر کرتے تھے اور قرآن کی اعجاز آفرین تعلیم پیش کر کے دُشمنوں کو رام اور منکروں کو مُسلمان کر لیتے تھے۔ تیرہویں صدی عیسوی میں حاکم ایران کرگز نے تو بلائی خان کے پوتے خان انندنے برکہ خان، خان سیرادار دانے قرآن کے آگے اپنا سر تفاخر جھکا دیا۔ اور جب مصر کے سلطان رُکن الدین نے برکہ خان کو ایک خط لکھا تو قاصدوں نے واپس آکر بیان کیا کہ برکہ خان کے امیروں کے ہاں اور ہر ایک شہزادے کے ہاں ایک ایک امام اور مُؤذن مقرر ہے اور بچوں کو مکتب میں قرآن پڑھایا جاتا ہے۔ خود ہلاکو خان کے بیٹے تکودار نے عیسائیت کو ترک کر کے اسلام اختیار کیا۔ سُلطان محمدؐ یاد احمد اپنا نام رکھا۔ اور بہت سے تاتاریوں کو مسلمان کیا۔ اس نے سُلطان مِصر کو صحیح اسلامی رنگ میں ایک خط لکھا جس میں یہ فقرات بھی درج تھے۔

"خدا نے اپنی ہدایت اور عنایت کی روشنی سے آغاز نوجوانی کے زمانہ میں ہم کو اپنی الوہیت اور وحدانیت کا اقرار کرنے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے اور اپنے دوستوں اور نیک بندوں کی نسبت

Marfat.com

خوش اعتقاد رہنے کی ہدایت کی ہے۔ وُہ جس کو ہدایت پر لانا چاہتا ہے۔ اس کے دل کو دین اسلام قبول کرنے کے لئے کھول دیتا ہے۔"

تکودار ایک باغی کے ہاتھ سے قتل ہُوا۔ اور کچھ مُدّت کے لئے اِس مُلک میں اِسلام کی روشنی پھر کسوف میں پڑ گئی۔ لیکن اسی سلسلے میں سُلطان غازان کو جو بدھ مذہب کا پیرو تھا۔ خدا نے ہدایت کی روشنی بخشی اور وہ مُسلمان ہو گیا۔ اس نے اسلام کی ویران کھیتی کو پھر ہرا کیا۔ اور ایران کے مغلوں میں اِسلام کی جڑ مضبوط ہو گئی۔

ہلاد متوسط میں چغتائی خان کے پڑپوتے براق خان ۱۲۶۶ھ میں مُسلمان ہُوا۔ اور اپنا نام سلطان غیاث الدّین رکھا۔ قرآن کی تعلیم رواج پذیر ہُوئی۔ مگر اس کی موت نے ایک دفعہ اور مغلوں کے قدیم مذہب کو زندہ کر دیا۔ اسی اثنا میں سُلطان کا شغر جس کا نام تغلق فیور خاں تھا۔ شیخ جمال الدّین ایرانی کی تلقین سے مُسلمان ہُوا۔ شیخ نے جب قرآنِ پاک کی مجلّد اس مغرور بادشاہ کے ہاتھ میں دی۔ اور اسے اس کی تعلیم سے آگاہ کیا۔ تو تغلق کا دل موم ہو گیا۔ لیکن وُہ علانیہ قرآن کا علم بلند نہیں کر سکتا تھا۔ جو اس نے بعد میں کیا۔

ادھر سیرادار دا کے اُمراء جوق در جوق مسلمان ہو رہے تھے۔ ازبک خان (۱۳۱۳ء سے ۱۳۴۷ء تک) کے دستِ عمل نے راستہ بالکل صاف کر دیا۔ اور سارا مُلک اِسلام کی آغوش میں آگیا۔ قرآن ان خطّوں میں ذوق و شوق

Marfat.com

کے ساتھ پڑھا جانے لگا۔ جس کی آواز وسطِ ایشیا میں بھی اپنا اثر کرنے لگی۔ اور رفتہ رفتہ ازبک قوم کی بنیاد پڑی۔ جس نے قرآن مجید کو اپنا راہ نما بنایا۔ ازبک نے یہاں سے اپنا رُخ رُوس کی طرف پھیرا۔ مگر اسے کامیابی نہ ہوئی۔ اس نے عیسائیوں کو پوری مذہبی آزادی دے رکھی تھی۔ اور ان کے مذہب میں وُہ کسی قسم کی بھی مداخلت روا نہ رکھتا تھا۔ ازبک سے تقریباً ایک صدی قبل بلغاری مُسلمانوں نے روس کو قرآنِ پاک کی روشنی سے منوّر کرنا چاہا تھا مگر انہیں بھی کامیابی نہیں ہُوئی تھی۔

Marfat.com

Marfat.com

باب نہم

تلاوتِ قرآنِ حکیم

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱ -	تلاوتِ قرآن حکیم	۳۹۵
۲ -	فضائلِ تلاوت	۳۹۵
۳ -	حضورؐ پر تلاوت قرآن کا اثر	۳۹۷
۴ -	قرآن کا اثر منکرینِ قرآن پر	۳۹۸
۵ -	آدابِ تلاوت قرآن مجید	۳۹۹
۶ -	تشریح رموز	۴۰۲
۷ -	ضروری ہدایات	۴۰۴
۸ -	فضائلِ قرآن	۴۰۶

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نانواں باب

تلاوت قرآن حکیم

قرآن مجید کی تلاوتِ فرائض کے بعد بہترین عبادت ہے اور احادیث و اقوالِ آئمۂ دین و مشایخ اہلِ طریقت سے اس کے بیشمار فضائل و فوائد منقول ہیں۔ ہماری رائے میں جو لوگ اُردو زبان پڑھنا نہیں جانتے اُن کے لئے عقیدت سے صرف قرآن مجید کی تلاوت اس کے آداب کو ملحوظ رکھ کر کافی ہے۔ اور جو لوگ اُردو پڑھنا جانتے ہیں۔ ان کے لئے بہتر یہ ہے کہ تلاوت کے ساتھ ترجمہ کو بھی دیکھیں اور تفسیری فوائد پر بھی نظر ڈالیں تاکہ ان کو قرآن مجید کے احکام و مسائل، ہدایات و نصائح اور عبرت انگیز واقعات کا علم ہوتا رہے۔ اور وُہ قرآنِ پاک کی تلاوت کا ذوق زیادہ سے زیادہ حاصل کر سکیں۔ جن سے قرآن مجید کا صحیح مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔

فضائلِ تلاوت

احایث شریف میں قرآن مجید کی تلاوت کے بہت سے فضائل بیان کئے

Marfat.com

گئے ہیں۔ چند احادیث کا ترجمہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

۱ :۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ تم میں بہترین شخص وُہ ہے جس نے قرآن کو سیکھا اور سکھایا۔ (بخاری و مسلم)

۲ :۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ قرآن مجید کی تلاوت کرتے یا قرآن کا درس دیتے ہیں۔ ان پر خدا کی جانب سے سکینت نازل ہوتی ہے۔ رحمت کے فرشتے ان پر چھا جاتے ہیں۔ اور خدا ان لوگوں کا ذکر فرشتوں میں کرتا ہے۔ (رُواہ مسلم)

۳ :۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید کا ماہر جلیل القدر ملائکہ کے ساتھ ہوگا۔ جو شخص صحیح قرآن پڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور موٹی زبان ہونے کے سبب حروف صحیح نہیں نکلتے اٹک اٹک کے پڑھتا ہے۔ اور اس میں اس کو مشقت ہوتی ہے۔ تو ایسا شخص دوہرے اجر کا مستحق ہے۔ (یعنی ایک ثواب تو قرآن پڑھنے کا اور دُوسرا اس مشقت کا جو اس کو پڑھنے میں اُٹھانی پڑتی ہے)۔ (بخاری و مسلم)

۴ :۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ "کتاب اللہ کے ایک حرف پڑھنے سے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا۔ الٓمٓ ایک حرف ہے اگر کسی نے الٓمٓ کہا تو الف ایک حرف ہے لام ایک حرف، اور میم ایک حرف ہے۔" (ترمذی)

۵ :۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ جس نے قرآن پڑھا اور پڑھ کر اس پر عمل کیا تو قیامت میں اس کے ماں باپ کو ایک تاج پہنایا جائے گا۔ جس کی چمک آفتاب کی روشنی سے زیادہ ہوگی۔ (ابوداؤد)

Marfat.com

۶ :۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ قرآن کی ایک آیت سُننے والے کو دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اور پڑھنے والے کے لئے قیامت میں ایک نور مقرر کیا جائیگا۔ (احمد)

۷ :۔ حضورؐ نے فرمایا ہے۔ کہ "خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس کو قرآن نے اس قدر مشغول رکھا کہ کوئی دُوسرا ذکر نہ کر سکا۔ اور قرآن کی وجہ سے اس کو دعاء مانگنے کی بھی فرصت نہ ہوئی۔ تو میں اس کو مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہُوں۔ اللہ کے کلام کی فضیلت تمام کلاموں پر ایسی ہے جیسے اللہ کی عظمت و بزرگی اس کے بندوں پر۔" (ترمذی)

حضورؐ پر تلاوتِ قرآن کا اثر

احادیث میں آیا ہے کہ حضورؐ جب قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ یا کسی دُوسرے شخص سے قرآن مجید سُنا کرتے تھے تو آپ کا چہرۂ مبارک خوف سے متغیر ہو جاتا تھا۔ اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے تھے۔ کبھی ایک آیت کو آپ بار بار دہراتے تھے۔ اور کبھی روتے تھے راتوں کو مخلوق الٰہی خوابِ غفلت کے مزے لوٹتی تھی۔ اور حضورؐ کھڑے ہو کر اس قدر قرآن پڑھا کرتے تھے۔ کہ آپ کے پاؤں ورم کر آتے تھے۔

ایک روز یہ واقعہ ہُوا کہ حضورؐ تلاوت کرتے کرتے جب سورۂ مائدہ کی اس آیت پر پہنچے۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

Marfat.com

ترجمہ :- اگر تو ان کو عذاب دے تو تجھ کو اختیار ہے وُہ تیرے بندے ہیں اور تو معاف کر دے تو تُو غالب اور حکمت والا ہے۔

تو آپ کی حالت متغیّر ہو گئی۔ اور دیر تک اس آیت کی تکرار فرماتے رہے۔

قرآنِ پاک کا اثر منکرین قرآن پر

۱:- حضرت خالدؓ کا باپ ولید بن مغیرہ عرب کا ایک فصیح شاعر تھا۔ اس نے حضورؐ کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سُنا اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ الخ تو بے اختیار پکار اُٹھا "خدا کی قسم یہ کلام شیریں ہے اس میں حُسن و خوبی ہے۔ یہ سراسر، سرسبز و شاداب درخت ہے جو نیچے سے ہرا اور اُوپر سے بھرا ہوا ہے۔ انسان کی یہ طاقت نہیں کہ ایسا کلام کہہ سکے۔"

۲:- ابن مقنع عرب کا وُہ مشہور شخص ہے۔ جس نے کلام مجید کے مقابلہ میں فصیح و بلیغ کلام لِکھنا شروع کیا تھا۔ وُہ ایک روز کہیں جا رہا تھا کہ راستہ میں اس نے کسی بچے کو یہ آیت پڑھتے سُنا وَقِیْلَ یٰاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَکِ الخ یہ آیت سُن کر وہ واپس آیا اور جو کچھ قرآنِ پاک کے مقابلہ میں لِکھا تھا۔ اس کو مٹا ڈالا اور کہا۔ "مَیں اعتراف کرتا ہوں کہ قرآن کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا، یہ انسانی کلام نہیں ہے۔"

۳:- ایک دیہاتی عرب نے کسی کو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھتے ہوئے سُنا۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ الخ تو بے اختیار سجدہ میں گر پڑا اور کہا۔ مَیں اس کلام اللہ کی فصاحت کو سجدہ کرتا ہوں۔"

Marfat.com

۴ :۔ طفیل بن عمرو دوس قبیلہ دوس کے مشہور شاعر تھے۔ ایک دفعہ مکّہ میں آئے اور حضورؐ کی زبان سے نماز میں قرآن مجید کو پڑھتے ہوئے سُن کر کہا۔ "خدا کی قسم میں نے اپنی عمر میں اس سے بہتر کلام نہیں سُنا" اور اسی وقت مُسلمان ہو گئے۔

۵ :۔ فیصل بن عیاض ایک مشہور ڈاکو تھے۔ ایک عورت پر فریفتہ تھے اور ڈاکہ کا تمام مال اسی کو دے دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک قافلہ پر ڈاکہ ڈالنے گئے۔ وہاں ایک شخص کو قرآن مجید پڑھتے سُنا۔ جب یہ آیت اُن کے کان میں پڑی اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ الخ تو بے اختیار ان کے زبان سے چیخ نکلی۔ اپنی حالت پر نادم ہوئے اور توبہ کر کے مُسلمان ہو گئے۔

آدابِ تلاوت قرآن مجید

حضورؐ نے فرمایا ہے کہ میری اُمّت کی تمام عبادتوں میں سب سے بہتر عبادت کلام اللہ کی تلاوت ہے تو مُسلمانوں کو چاہیئے کہ وُہ قرآن مجید کی تلاوت سے اس شرف کو حاصل کریں۔ اور قرآن مجید کی تلاوت اس کے آداب کو ملحوظ رکھ کر کریں۔

۱ :۔ قرآن مجید کی تلاوت نماز کے اوقات میں زیادہ بہتر ہے۔ خصُوصاً نمازِ صبح کے بعد۔ اگر دن میں ممکن نہ ہو تو پھر رات کو مغرب و عشاء کے بعد یا رات کے نصف اخیر حصّہ میں۔

Marfat.com

۲ :- قرآن مجید کم از کم تین دن میں ختم کرے۔ اس سے کم میں ختم کرنا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ تین دن میں ختم کرنے سے تجوید و ترتیل قرآن کا لحاظ باقی نہیں رہے گا۔ بہتر یہ ہے کہ جمعہ کی رات کو کلام مجید شروع کرے اور جمعرات کی رات کو ختم کر دے۔ حضرت عثمانؓ کا یہی معمول تھا۔ ختم کے دن روزہ رکھنا مسنون ہے۔ ختم قرآن کا وقت قبولیت دعا اور رحمت خداوندی کے نزول کا وقت ہے۔ ختم قرآن کے بعد فوراً دوبارہ قرآن مجید کو شروع کرنا بہتر ہے۔ اگر زیادہ نہ ہو سکے تو سال بھر میں دو قرآن ختم کر لینے ضروری ہیں۔

۳ :- حفظ پڑھنے کی نسبت، قرآن دیکھ کر تلاوت کرنا زیادہ ثواب رکھتا ہے۔ اس لئے کہ الفاظ قرآن کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔

۴ :- تلاوت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ مسواک اور وضو کرنے کے بعد مسجد یا کسی پاک مکان میں، اطمینان و سکون اور خشوع و خضوع کے ساتھ گردن جھکا کر قرآن شریف کو کسی پاک اونچی جگہ یا رحل وغیرہ کسی چیز پر رکھ کر قبلہ رو ہو کر ادب سے بیٹھے۔ اور پوری توجہ اور حضور قلب کے ساتھ آعوذ (تعوذ) اور پھر بسم اللہ کہہ کر ترتیل اور حروف قرآنی کے مد و قصر کا لحاظ رکھ کر اور مطلب سمجھ سمجھ کر حرفاً حرفاً تلاوت کرے۔ اور ہر سورۃ کے شروع میں بسم اللہ پڑھے۔ سورۂ توبہ میں بسم اللہ نہ پڑھے۔

۵ :- تلاوت قرآن کے اثنا میں ہنسنا یا کسی چیز سے شغل کرنا۔ یا کسی دوسری طرف دیکھنا یا کسی سے بات کرنے کے لئے تلاوت کو قطع کرنا مکروہ ہے۔

Marfat.com

اگر کوئی ایسی صورت پیش آجائے تو دوبارہ آعوذ اور بسم اللہ پڑھ کر تلاوت شروع کرے۔

۶ :۔ خوش الحانی تلاوت کے لئے سُنت ہے۔ اگر خوش الحانی نہ ہو تو ممکن حد تک خوش آوازی سے پڑھے۔ لیکن یہ خوش آوازی مصنوعی نہ ہو کہ اس سے حروف کے لہجہ یا حرکات یا مدو قصر میں فرق پیدا ہو جائے۔

۷ :۔ بلند آواز سے قرآن پڑھنا مسنون ہے۔ جبکہ دُوسرے لوگ سُننا پسند کریں۔ اس صورت میں دونوں کو ثواب ملے گا۔ لیکن جب کہ نماز ہو رہی ہو یا لوگ تنہا نماز پڑھ رہے ہوں اس وقت بلند آواز سے نہ پڑھے۔ اور نہ اس وقت جبکہ قریب ہی لوگ سو رہے ہوں۔ تلاوت قرآن میں دکھاوا یا ریاکاری بُری چیز ہے۔

۸ :۔ قرآن مجید کو حفظ کر کے یا پڑھ کر بھول جانا گناہ کبیرہ ہے۔

۹ :۔ تلاوتِ قرآن کے بعد یہ دُرود پڑھنا بہتر ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ بَعْدَ وَمَا فِیْ جَمِیْعِ الْقُرْاٰنِ حَرْفًا حَرْفًا تَخْشَعَ قُلُوْبِھِمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ الخ۔

۱۰ :۔ تین حالتوں میں قرآن مجید نہیں پڑھنا چاہیئے۔ ایک تو غسل کے وقت حمام وغیرہ میں دُوسرے پاخانہ و پیشاب کرنے کی حالت میں، اور تیسرے اس گھر میں جہاں چکی سے آٹا پیسا جا رہا ہو۔ آخری حالت میں قرآن مجید نہ پڑھنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ قرآن پر غیر قرآنی آواز غالب نہ آجائے۔

Marfat.com

۱۱ :- قرآن مجید کو ترتیل سے یعنی ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا مسنون ہے۔ حضورؐ جب قرآن پڑھتے تو ایک ایک حرف کو صاف ادا کرتے۔ یعنی اس طرح کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم پڑھ کر رک جاتے۔ پھر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ پر ٹھہرتے، پھر الرَّحْمٰنِ پر رُک جاتے پھر مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ پر رُکتے اور اسی طرح ساری سُورت پڑھتے۔

تجوید قرآن مجید

تجوید کے معنی ہیں قرآن مجید کے حروف کو ان کے اصلی مخرج سے ادا کرنا ہر مسلمان کا فرض یہ ہے کہ وُہ قواعد تجوید کا خیال رکھے۔ اس موقع پر قواعد تجوید کی تفصیل مشکل ہے۔ تجوید کا کوئی رسالہ خرید کر اس سے معلومات حاصل کریں

رموز اوقاف وغیرہ

قرآن مجید کو ترتیل سے پڑھنا حکم ہے۔ اس سلسلہ میں چند باتیں لکھنا ضروری ہیں۔

۱ :- وقف۔ لُغت میں وقف کے معنی ٹھہرنے کے ہیں اور اصطلاح میں آخر کلمہ پر ٹھہرنے اور رُکنے کا نام وقف ہے۔

۲ :- وصل۔ لُغت میں مِلانے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ سے مِلانا مراد ہے۔

یہاں دو نقشے درج کئے جاتے ہیں جن سے قرآن مجید کے رموز اوقاف واصل وغیرہ کا حال معلوم ہوگا۔

تشریح رموز

م :- یہ علامت "وقفِ لازم" کی ہے جس آیت پر یہ پڑا ہو۔ وہاں ضرور

Marfat.com

رُکنا چاہیئے۔

ط :۔ وقف مطلق کی علامت ہے یہاں ٹھہرنا چاہیئے کیونکہ جُملہ پُورا ہوگیا ہے۔

ج :۔ وقف جائز کی علامت ہے یہاں ٹھہرنا اور نہ ٹھہرنا دونوں جائز ہیں۔ مگر ٹھہرنا بہتر ہے۔

ز :۔ مجوز کا مختصر ہے یعنی ٹھہرنا اور نہ ٹھہرنا دونوں جائز ہیں مگر نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔

ص :۔ مرخّص کا مخفّف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر سانس ختم ہو جائے تو اس لفظ پر ٹھہر جانا چاہیئے۔

ق :۔ قیل علیہ الوقف کا قِ مخفّف ہے مطلب یہ ہے کہ بعض علماء نے یہاں ٹھہرنے کا حکم دیا ہے۔ لیکن بہتر ہے کہ یہاں نہ ٹھہرے۔

ک :۔ کذالک کی علامت ہے مطلب یہ ہے کہ جو رمز اس سے پہلی آیت میں آچکی ہے۔ وہی یہاں بھی ہے۔ یعنی اس کا حکم بھی گذشتہ آیت کا سا ہے۔

لا :۔ لا وقف علیہ کی علامت ہے مطلب یہ ہے کہ یہاں نہ ٹھہرو۔ اگر کسی وجہ سے ٹھہر جائے تو بُرا بھی نہیں ہے۔

قف :۔ یوقف علیہ الواقف کا مخفف ہے یعنی یہاں سانس کو روک لینا اور وقف کرنا چاہیئے۔

س :۔ سکتہ کی علامت ہے کسی جگہ سکتہ بھی لکھا ہُوا ہوتا ہے یہاں تھوڑا ٹھہر جائے مگر سانس نہ توڑے۔

وقف یا وقفہ :۔ یہ علامت بھی سکتہ کے ہم معنی ہے فرق اتنا ہے۔ کہ سکتہ میں

Marfat.com

سانس نہ توڑنا چاہیئے اور یہاں سانس توڑ دینا اور کچھ ٹھہرنا چاہیئے۔

صل :- وصل کی علامت ہے یعنی ٹھہرنا چاہیئے اور بعض علماء کہتے ہیں۔ قَدْ یُوْصَلُ کی رمز ہے یعنی ترکِ وصل بہتر ہے۔ اور وصل بھی جائز ہے۔

صلے :- اَلْوَصْلُ اُوْلٰی کا مخفف ہے یعنی یہاں مِلا کر پڑھنا بہتر ہے۔

○ :- ختم آیت کی علامت ہے اس جگہ ٹھہرنا چاہیئے۔ حضورؐ اس جگہ ٹھہر جایا کرتے تھے۔ اگر اس کے اُوپر لَا لکھا ہو تو نہ ٹھہرنا چاہیئے۔ اور ٹھہر جائے تو کچھ ہرج بھی نہیں ہے اور اگر اس پر طٰ یا مَ یا زٌ لکھا ہو تو اس سے مراد وقف مطلق ہے۔ وقف لازم وقف جائز ہے اس کے مطابق عمل کریں۔

مع :- مع معانقہ کا مخفف ہے کسی جگہ مع لکھا ہوتا ہے۔ کسی جگہ معانقہ کہیں (معانقہ) اس کے آگے یا نیچے متقدمین لکھا ہوتا ہے کہیں متاخرین۔ یہ علماء متقدمین و متاخرین کے اختلاف کی علامت ہے۔ اگر حاشیہ پر مع یا معانقہ ہو۔ اور اس جگہ دو آیتوں کے درمیان تین نقطے اس طرح پائے جائیں " ∴ " تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان تینوں آیتوں میں سے جن دو آیتوں کو چاہو مِلا لو یعنی مِلا کر پڑھ لو۔

۵ :- یہ بھی مطلق آیت کی علامت ہے اگر اس پر لَا لکھا ہو تو وقف اور وصل دونوں جائز ہیں۔

ضروری ہدایات

قرآن مجید میں بیسؔ مقامات ایسے ہیں کہ ذرا سی بے احتیاطی سے نادانستہ کلمۂ کفر کا ارتکاب ہو جاتا ہے۔ یعنی زیر۔ زبر اور پیش میں ردّ و بدل کر دینے سے

Marfat.com

معنی کچھ کے کچھ ہوجاتے ہیں۔ اور دانستہ غلط پڑھنے سے گناہ کبیرہ بلکہ کفر تک نوبت پہنچتی ہے۔ ان تمام مقامات کو نقشہ میں درج کیا جاتا ہے۔

نمبر شمار	مقام	صحیح	غلط
۱	سورۂ فاتحہ	اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ	اَنْعَمْتُ عَلَيْهِمْ
۲	" "	اِيَّاكَ	اِيَّاكَ (بلاتشدید)
۳	سورۂ بقر رکوع ۱۵	اِبْرَاهِيْمَ رَبَّهٗ	اِبْرَاهِيْمُ رَبَّهٗ
۴	" " " ۲۳	قَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ	قَتَلَ دَاوٗدَ جَالُوْتَ
۵	" " " ۲۴	اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ	اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ
۶	" " " ۳۶	وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ	وَاللّٰهُ يُضَاعَفُ
۷	" نساء " ۲۲	مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ	مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذَرِيْنَ
۸	" توبہ " ۱	وَرَسُوْلُهٗ	وَرَسُوْلِهٖ
۹	" بنی اسرائیل " ۲	مُعَذِّبِيْنَ	مُعَذَّبِيْنَ
۱۰	" طٰہٰ " ۷	اٰدَمَ رَبَّهٗ	اٰدَمَ رَبُّهٗ
۱۱	" انبیاء " ۶	اِنِّيْ كُنْتُ	اِنِّيْ كُنْتَ
۱۲	" شعراء " ۴	مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ	مِنَ الْمُنْذَرِيْنَ
۱۳	" فاطر " ۴	يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا	مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا
۱۴	" صٰفات " ۴	مُنْذِرِيْنَ	مُنْذَرِيْنَ
۱۵	" فتح " ۲	صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلَهٗ	اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ
۱۶	" حشر " ۳	مُصَوِّرُ	مُصَوَّرُ

Marfat.com

نمبر شمار	مقام	صحیح	غلط
۱۷	سورۂ حاقہ رکوع ۱	اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ	اِنَّ الْخَاطِئُوْنَ
۱۸	" مزمّل " ۱	فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ	فِرْعَوْنَ الرَّسُوْلُ
۱۹	" مرسلات " ۱	فِیْ ظِلَالٍ	فِیْ ظَلَالٍ
۲۰	" والنازعات " ۱	اَنْتَ مُنْذِرُ	اَنْتَ مُنْذَرُ

فضائلِ قرآن مجید

قرآن مجید اور اس کے سورۂ آیات کے فضائل احادیث اور اسلامی تصانیف میں کثرت سے پائے جاتے ہیں چند فضائل اس موقع پر لکھے جاتے ہیں۔

۱:۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ ایک روز جبرائیلؑ میرے پاس آئے اور کہا۔ "اے محمدؐ! تمہارے بعد تمہاری اُمّت میں اختلاف پیدا ہوگا" میں نے پُوچھا۔ "جبرائیل! اس اختلاف سے محفوظ رہنے یا نجات پانے کا کیا ذریعہ ہے"، جبرائیلؑ نے کہا! "کتاب اللہ نجات کا ذریعہ ہے۔ خدا اسی سے جابر و ظالم کے زور کو توڑے گا۔ اس کا مضبوط پکڑنے والا نجات پائے گا۔ اور اس کو چھوڑ دینے والا خراب ہوگا"

۲:۔ حضورؐ نے فرمایا ہے "دُوسرے کلاموں پر کلام اللہ اپنی فضیلت رکھتا ہے جتنی کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر"

۳:۔ ابنِ مسعودؓ کہتے ہیں "قرآن مجید اس شخص کی شفاعت کرے گا جس نے اس کا اتباع کیا۔ اور اس کو جنّت میں لے جائے گا۔ اور جس نے قرآن مجہ

Marfat.com

کو چھوڑ دیا اس کو اُلٹا دوزخ میں دھکیل دے گا۔

۴ :۔ حضورؐ نے فرمایا ہے "میری اُمّت میں سب سے بہتر و شریف لوگ وُہ ہیں۔ جنہوں نے قرآن کو اپنی زندگی کا دستورُ العمل بنالیا ہے"

فضائلِ سورہ و آیات

قرآن مجید کی تمام سُورتوں اور آیات کے فضائل شمار سے باہر ہیں۔ چند سورتوں اور آیات کے فضائل لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ سُورۂ بقرہ و آلِ عمران

حضورؐ نے فرمایا ہے "قرآن کی روشن و معزز سُورتوں کو پڑھا کرو یعنی بقرہ و آلِ عمران کو قیامت کے دن یہ سُورتیں ابر کے دو ٹکڑوں کی مانند پڑھنے والے پر سایہ فگن ہوں گی۔ اور جو شخص سُورۂ بقرہ پڑھے گا۔ جادوگر اس سے مقابلہ نہ کر سکے گا۔

۲۔ سُورۂ فاتحہ!

حضورؐ نے فرمایا ہے۔ جبرائیل نے مجھ سے کہا کہ تم کو دو ایسے نور عطا کئے گئے ہیں۔ جو کسی بھی کو نہیں دیئے گئے اور وُہ سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات ہیں۔

۳۔ سُورۂ کہف

حضورؐ نے فرمایا ہے "جو شخص سورۂ کہف کی دس ابتدائی آیات یاد کر لے گا اس کو دجّال کے فتنہ سے بچا لیا جائے گا۔

Marfat.com

۴۔ آیۃ الکُرسی !

حضورؐ نے فرمایا ہے آیت الکُرسی عظیم الشّان آیت ہے۔ اور اجر و ثواب میں سب سے بڑی آیت ہے۔

۵۔ قل ہو اللہ احد !

حضورؐ نے فرمایا "سُورۂ اخلاص تہائی قرآن مجید کے برابر ہے" اور اس کے بہت فضائل ہیں۔

تَمَّتْ بِالْخَیْرِ

Marfat.com

تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا

مُقدّمۃُ القرآن

(معلُومات قرآن حکیم پر ایک بیش قیمت کتاب)

مُرتّبہ

سَیفُ الحق حضرت مولانا حافظ سیّد عزیز حسن نقائی نقشبندی

سَجّادَہ نشین

خواجہ باقی باللہ رح دہلی

ملنے کا پتہ

البدر اکیڈمی۔ سرکلر روڈ لاہور

Marfat.com